اُردو میں
تاریخ نگاری کی تاریخ
اِبتداء اور ارتقاء
(اٹھارہویں صدی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک)
مُصنّفہ
ڈاکٹر شہناز بیگم

اردو میں

تاریخ نگاری کی تاریخ

ابتداء اور ارتقاء

(اٹھارہویں صدی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک)

مصنفہ
ڈاکٹر شہناز بیگم

نام کتاب	:	اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ: ابتداء اور ارتقاء (اٹھارہویں صدی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک)
اشاعت دوم	:	۲۰۱۰ء
ناشر	:	ڈاکٹر شہناز بیگم
پتہ	:	۳۲۳۴، کوچہ پنڈت، لال کنواں، دہلی۔۶
کمپوزنگ	:	جعفر مرزا (9899493673)
ای۔میل	:	jmirza@gmail.com
پروف ریڈر	:	جمیل مرزا
قیمت	:	-/۷۰۰ روپے
طباعت	:	جے۔ کے آفسیٹ دہلی.

"Urdu Mein Tarikh Nigari Ki Tarikh: Ibteda Aur Irteqa"

(Atharvi Sadi Se Lekar 1947 Tak)

By	:	**Dr.Shahnaz Begum**
Contact No.	:	Mbl. 9899730241 & 011-23214303
E-mail	:	mailto.shahnazbegum@rediffmail.com
Price	:	Rs700/-
IInd Edition	:	2010
Address	:	3234, Kucha Pandit, LAl Kuan, Delhi-(India)

انتساب

اپنے مشفق اساتذہ اور والدین کے نام
جن کی شفقتوں کی بدولت یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

حرفِ آغاز

ڈاکٹر شہناز بیگم تاریخ کی ایک صاحب نظر اسکالر ہیں۔ انہوں نے شعبۂ تاریخ وثقافت جامعہ ملّیہ اسلامیہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ حال ہی میں انہیں ان کی کتاب "اُردو شاعری میں مغل سلطنت کے زوال کی عکاسی" پر اتر پردیش اردو اکادمی سے انعام ملا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اُردو شاعری بالخصوص شہر آشوب کے حوالے سے مغل حکومت کے زوال کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

اس وقت ان کی ایک اور کتاب "اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ: ابتداء اور ارتقاء، اٹھارہویں صدی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک" میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کے مسودے کا میں نے تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے اور جسے اُردو تاریخ نگاری کے موضوع پر ایک رہنما کتاب کہا جاسکتا ہے۔ اس میں انہوں نے اُردو تاریخ نگاری کی ابتداء کا جائزہ لیتے ہوئے اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اُردو میں خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں بعض معروف تاریخوں کا تجزیہ پیش کیا ہے جن پر خاطر خواہ ابھی تک توجہ صَرف نہیں کی گئی ہے۔

اُردو میں فنِ تاریخ نگاری پر بہت کم لکھا گیا ہے لیکن یہ فن اس قدر اہم ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر شہناز بیگم نے اس موضوع پر لکھ کر اہم ترین کارنامہ انجام دیا ہے۔ ان کی یہ کتاب اُردو زبان میں تاریخی ماخذات پر مبنی اپنی نوعیت کی پہلی مستند کتاب ہے جس کی ترتیب میں انہوں نے تاریخ کے موضوع سے متعلق تمام اہم مآخذ کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور اس میں بڑی خوش اسلوبی سے تاریخ وتحقیق کے اہم تقاضوں کو پورا کیا ہے اُردو تاریخ نگاری کے ارتقاء کی بابت انہوں نے جو تحقیق کی ہے وہ معیاری ہے۔ موصوفہ نے بڑی کاوش کے بعد منابع مآخذ اور ذخائر ڈھونڈ نکالے ہیں، جن سے اُردو تاریخ نگاری

کے ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں "ڈاکٹر شہناز بیگم نے مخطوطات کے عکس اور مستند مطبوعہ مآخذ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کا دائرہ ایسا وسیع اور جامع رکھا ہے جس سے اُردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق مواد کی اہمیت اور وسعت واضح ہوجاتی ہے۔ موصوفہ نے تاریخ کے ایک صاحبِ نظر اسکالر کی حیثیت سے اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اردو زبان میں لکھی گئیں تاریخوں کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور اس طرح ایک اعلیٰ درجے کا کام ہمارے سامنے آیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے متعدد ایسی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوئیں اور جن کے قلمی نسخوں کی انہوں نے مختلف کتب خانوں میں کھوج کی ہے۔

اس طرح ڈاکٹر شہناز بیگم نے اس کتاب میں اپنی محنت ولیاقت اور لگن کا پورا ثبوت دیا ہے اور قارئین کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس کے لیے وہ اہلِ علم اور اہلِ ذوق کے شکریہ اور دعاؤں کی مستحق ہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ یہ کتاب اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ پر پہلی سنجیدہ اور عالمانہ کوشش ہے جس کے لیے وہ یقیناً لائق مبارکباد ہیں۔ ان کی ابتداء ایسی شاندار ہے تو بجا طور پر اُمید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں بھی وہ اس موضوع پر اور بھی وقیع کام پیش کرتی رہیں گی۔ میری نیک خواہشات ہمیشہ ڈاکٹر شہناز بیگم کے ساتھ ہیں۔

مشیر الحسن

(پروفیسر مشیر الحسن)

وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ

پیش لفظ

پیش لفظ

زیر نظر کتاب اُردو میں تاریخ نگاری کی ابتداء اور ارتقاء پر مشتمل ہے۔
دراصل یہ کتاب اردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق ماخذات اور اس کے ارتقاء پر مبنی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اُردو میں تاریخ سے متعلق مواد کی اہمیت اور وسعت کو واضح کرنا ہے۔ اس میں ۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اردو میں مختلف موضوعات پر لکھی گئیں بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تاریخ ہند آثار قدیمہ، تہذیب و تمدن، فنون لطیفہ، تعلیم وثقافت فنِ تعمیر، فن مصوری، وغیرہ موضوعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ہر کتاب کی ترتیب کا زمانہ اور تھوڑا خلاصہ بھی درج کیا گیا ہے اور تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے ان کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کا جائزہ لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کی تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے کیا اہمیت ہے۔ یہ کتابیں کس نوعیت کی ہیں اور فہرست مضامین کی عمومی نوعیت کیا ہے۔

۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک تاریخ کے موضوع پر بڑی تعداد میں مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں کچھ کتابیں تو ان میں سے بہت ضخیم ہیں اور کچھ بہت مختصر۔ اس طرح اس دوران لکھی گئیں ان تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ میں نے بیشتر کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کتاب میں صرف ان تاریخوں کا ذکر کیا ہے جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہم ہیں۔

اس کتاب کی تیاری اور اس کی تکمیل میں متعدد اہل علم کا تعاون رہا ہے ان

سب کا احاطہ کرنا یہاں ممکن نہیں، البتہ وہ افراد جن کی سرپرستی میں یہ کام ہر قسم کے مساعد و نامساعد حالات میں آگے بڑھتا رہا ان کی میں بے حد ممنون ہوں۔ ان میں ڈاکٹر نشاط منظر صاحبہ (ریڈر شعبۂ تاریخ و ثقافت جامعہ ملیہ اسلامیہ) اور پروفیسر سیّد محمد عزیزالدین حسین (شعبۂ تاریخ و ثقافت جامعہ ملیہ اسلامیہ) کی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب اور اس کی تکمیل کے ہر مرحلے تک میری ہر ممکن مدد کی اور ایسے تمام تاریخی ماخذ سے متعلق رہنمائی کی جن سے اہم نکتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

اپنے اساتذہ کرام میں پروفیسر مشیرالحسن (وائس چانسلر، جامعہ ملیہ اسلامیہ) اور پروفیسر سیّد عنایت علی زیدی (ڈین فیکلٹی آف ہیومنیٹیز اینڈ لنگیوبجیز) کی بطور خاص سپاس گزار ہوں جنھوں نے دورِ طالب علمی میں حصولِ علم کے لیے ہمیشہ میرا حوصلہ بڑھایا میں نے ان کی علمی بصیرت اور ذوق عمل سے بے حد فیض اُٹھایا ہے۔

ان کے علاوہ پروفیسر سنیتا زیدی صاحبہ، پروفیسر مجیب اشرف صاحب، پروفیسر نارائنی گپتا صاحبہ، پروفیسر ذاکر صاحب، پروفیسر جگر محمد، پروفیسر امتیاز احمد، ڈاکٹر شہناز انجم، ڈاکٹر وہاج الدین علوی، محترمہ ثریا صاحبہ، دیا ونتی صاحبہ، محترمہ افسر جہاں صاحبہ اور عثمان علی صاحب کی بھی انتہائی ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے میری ہر قدم پر رہنمائی کی اور وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا۔

اس کتاب کی ترتیب کے دوران جن اہم شخصیتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ ان میں ڈاکٹر خلیق انجم (جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی) ڈاکٹر اسلم پرویز اور پروفیسر سیّد ظہیر حسین جعفری (صدر شعبۂ تاریخ دہلی یونیورسٹی) کی بطور خاص ممنون ہوں، جنھوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مجھے اپنا قیمتی وقت دیا اور جن کی توجہ اور توسط سے تحقیق کی متعدد مشکلیں آسان ہوئیں۔ میں صمیم قلب سے ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ ان کے علاوہ شریف الحسن نقوی صاحب اور پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی صاحب جیسے بزرگوں کے تجربے بھی میرے کام آئے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں پروفیسر اقتدار حسین صدیقی صاحب (شعبۂ تاریخ مسلم علی گڑھ یونیورسٹی) کا اعتراف نہ کروں جنھوں نے میرے موضوع سے متعلق بہت سی کتابوں کی نشاندہی کی اور مختلف زاویۂ نگاہ سے تاریخی حقائق کو سمجھنے میں تعاون کیا۔

میں محترمہ یاسمین پروین صاحبہ (ڈائریکٹر بالک ماتا سینٹر جامعہ ملیہ اسلامیہ) اور ان کے شوہر شمیم صاحب کی بھی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے رامپور میں میرے قیام کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کی اور پُر سکون ماحول عطا کیا۔
رضا رامپور لائبریری میں ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی (آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی) کی بھی شکر گزار ہوں، انھوں نے قلمی نسخوں سے استفادہ کرنے میں بھرپور تعاون کیا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی (رضا رامپور لائبریری) جناب اسمٰعیل صاحب (اسسٹنٹ لائبریرین، ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ) ڈاکٹر نسیم اختر صاحب (محافظ شعبۂ مخطوطات، نیشنل میوزیم نئی دہلی) شجاع صاحب وزبید صاحب (صولت پبلک لائبریری رامپور) مفتی صاحب (سینٹرل لائبریری جامعہ ہمدرد) ڈاکٹر صفی اللہ صاحب (لائبریرین، ڈاکٹر سیّد عابد حسین لائبریری، اکیڈمی آف تھرڈ ورلڈ اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ) شاہد خاں صاحب (لائبریرین انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی) محترمہ روشن آرا صاحبہ، رشید صدیقی صاحب، عاصم صاحب، فیصل صاحب اور تنویر صدیقی صاحبہ کی بطورِ خاص شکر گزار ہوں جنھوں نے مخطوطات اور مطبوعہ کتابوں کی فراہمی میں ہر ممکن مدد کی۔

میں اپنے والد محترم عبدالجبار مرزا صاحب اور والدہ محترمہ آمنہ خاتون صاحبہ کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے مجھے اس قابل بنایا کہ کچھ لکھ سکوں، ان کے نظریات، خیالات اور طرزِ فکر سے میں نے ہمیشہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ میں آج جہاں تک بھی پہنچ سکی ہوں وہ انہیں کی محنت اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اپنے بھائی بہنوں میں عبدالجمیل مرزا، عبدالجعفر مرزا، محمد مختار جاوید، یاسمین بیگم، نازنین بیگم اور نسرین بیگم کی بھی سپاس گزار ہوں، جنھوں نے تحقیق کے سلسلے میں میرے لیے پُر سکون ماحول

پیدا کرنے میں ہر ممکن سعی کی۔ خاص طور پر عبدالجمیل مرزا صاحب کی جو مواد اکٹھا کرنے میں میرے لیے معاون ثابت ہوئے، ان کے علاوہ پرویز احمد صاحب اور محمد محسن صاحب کی بھی ممنون ہوں جو میرے حوصلے کو ہمیشہ تقویت دیتے رہے۔

مواد کے سلسلے میں جن کتب خانوں سے استفادہ کیا۔ ان میں ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ، سیمنار لائبریری، شعبۂ تاریخ وثقاوفت جامعہ ملیہ اسلامیہ، ڈاکٹر سیّد عابد حسین لائبریری اکیڈمی آف تھرڈ ورلڈ اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، مرکزی اسلامی لائبریری (ابوالفضل)، انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی، دیال سنگھ لائبریری، آزاد بھون لائبریری، آئی۔ سی۔ ایچ۔ آر۔ لائبریری، ساہتیہ اکادمی لائبریری، سینٹرل سیکریٹریٹ، نیشنل آرکائیوز آف انڈیا نئی دہلی، نیشنل میوزیم نئی دہلی، داراشکوہ لائبریری، سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی، سینٹرل لائبریری جے۔ این۔ یو، سینٹرل لائبریری جامعہ ہمدرد، نذیریہ کلیکشن جامعہ ہمدرد، دلی پبلک لائبریری، ہارڈنگ لائبریری، ایوان غالب ریسرچ لائبریری، غالب اکیڈمی لائبریری، رضارامپور لائبریری اور صولت پبلک لائبریری قابل ذکر ہیں۔

خصوصی طور پر ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملّیہ اسلامیہ اور انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی کے اراکین کتب خانہ کی شکر گزار ہوں جنھوں نے کتب کی فراہمی میں ہر ممکن مدد کی۔ اس کے علاوہ اسعد صاحب، عبدالرشید صاحب اور انعام الاسلام صاحب کی بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تدوین میں تعاون کیا۔

ڈاکٹر شہناز بیگم

دیباچہ

دیباچہ

اٹھارہویں صدی میں اردو تاریخ نگاری کی ابتداء فارسی تاریخ نگاری کے زوال کا آغاز بھی ہے یعنی فارسی میں تاریخ نگاری کا یہ سلسلہ مغل سلطنت کے خاتمے کے بعد تقریباً ختم ہو گیا۔(۱) ۱۸۵۷ء کے بعد جو تاریخیں لکھی گئیں وہ عموماً فارسی کے بجائے اُردو میں لکھی گئیں۔ یہ ایک ایسا عہد ہے جہاں ایک طرف مغل سلطنت کا زوال ہو رہا تھا تو دوسری طرف انگریزی حکومت کا اقتدار قائم ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہی عہد فارسی کے عدم رواج اور اُردو کے عام رواج کا عہد ہے۔ اس طرح مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ اگر ایک طرف فارسی زبان زوال پذیر تھی تو دوسری طرف اُردو ترقی کی راہ پر گامزن تھی۔

" By the last quarter of the eighteenth century and the dawn of the nineteenth century, Urdu emerged as a new indigenous literary medium of expression which was considerably matured and forceful enough to produce works on a subject such as History. This development coincided with the introduction of English historiography in India, following the establishment of British rule in India. Thus, Urdu historiography grew up in a tradition of declining indo-Persian historiography".(2)

---

(۱) حالانکہ میرات احمدی، سیر المتاخرین وغیرہ فارسی کی اہم تاریخ سے متعلق کتابیں اٹھارہویں صدی میں ہی لکھی گئیں۔

(2) Beginnings of Historical writings in Urdu, Dr.Javed Ali Khan, Journal of the Pakistan Historical Society, vol. XLII, January, 1994, P.23.

اس دور میں اُردو زبان کے عام رواج اور ادبی سطح پر ترقی کا سبب یہ تھا کہ سماجی، معاشی اور تہذیبی حالات کے بدلنے سے عوام کی اہمیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی، اس رجحان کے ساتھ ان کی زبان یعنی اردو کو بھی فروغ حاصل ہو رہا تھا جو اس وقت نہ صرف روزمرہ کے استعمال کی زبان بن گئی تھی بلکہ حکومت کی جانب سے فارسی کی سرپرستی کے فی الجملہ فقدان کے سبب عام ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ اردو زبان کے مقبول ہونے کی اہم وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزوں کے زیر اثر علاقوں میں ۱۸۳۷ء سے فارسی سرکاری اور عدالتی زبان نہ رہی تھی بلکہ اس کی جگہ اُردو اور انگریزی زبانوں نے لے لی تھی۔ اس بارے میں پنڈت کنھیا لال نے "محاربۂ عظیم" کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"اب ایک امر اور تنقیح طلب تھا اور وہ یہ کہ یہ عروس زیبا حلیۂ فارسی سے مزین ہو کر خلعتِ اردو سے مخلع، آخرش صلاح دوستاں دوستی شعار اس پر قرار پائی کہ زیورِ اُردو اس پردہ نشین خجلہ خفا کے واسطے بہت شایستہ اور زیبا ہے۔ لہذا ۔۔۔۔۔ تبعیت ارشاد صداقت نہاد احباب الاتحاد اور بنظر اس کے ہر ایک شائق بے تکلف مطالعہ سے بہرہ ور ہو اور کسی طرح کی دقت تفہیم میں عائد نہ ہو، اس کتاب کو زبان روزمرہ اور صاف صاف میں تحریر کر کے نام اس کتاب کا محاربۂ عظیم رکھا گیا" (۱)

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کنھیا لال کے زمانے تک فارسی دانوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ فارسی اب عام بول چال کی زبان بھی نہیں تھی۔ اس عہد میں کئی ایسی کتابیں جو فارسی میں لکھی جا سکتی تھیں اُردو میں لکھی گئیں کیونکہ مصنفین کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ قارئین کا حلقہ جو فارسی پر عبور رکھتے تھے اب تنگ ہو چکا تھا۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس صدی میں اُردو تصنیف و تالیف کا رُخ عوام کی طرف تھا وہی اس کے مخاطب تھے۔ اس رجحان

---

(۱) محاربۂ عظیم، کنھیا لال، مطبع نولکشور، کانپور، ۱۸۹۶ء ص۔ ۱

نے فارسی سے اُردو میں تصنیف و تالیف کو عام رواج دیا۔

اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں اردو میں تاریخ کے موضوع پر چند کتابیں سامنے آتی ہیں ان میں سیّد رستم علی بجنوری کی " قصہ و احوال روہیلہ "، منعم خاں اورنگ آبادی کی "تاریخ سوانح دکن" اور "تاریخ ہندوستان [۱]" وغیرہ تاریخوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

یہ کتابیں اٹھارہویں صدی میں اُردو میں تاریخ نگاری کا ابتدائی نمونہ بھی ہے تاہم ان میں تاریخ نگاری کے اہم ترین عناصر مثلاً واقعات کی صحت و استناد اور ربط و تسلسل نیز تاریخی اسلوب پایا جاتا ہے۔ ان میں کہیں کہیں حوالوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی حالات بھی ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ اسی عہد میں بعض فارسی تاریخوں کے اردو میں ترجمے بھی ہوئے مثلاً تاریخِ فیروز شاہی کا وارث علی بن شیخ بہادر علی ساکن نے اور تاریخِ حیدری کا منشی محمد قاسم نے تاریخ سرنگاپٹم کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا۔

اُردو میں نثری تاریخوں کے علاوہ منظوم [۲] تاریخیں بھی بڑی تعداد میں لکھی گئیں، جن میں تاریخی واقعات کو منظوم پیرایہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اسی صدی میں حسین علی خاں عزت کی "اضرابِ سلطانی موسوم بہ فتح نامہ ٹیپو سلطان" (سن تصنیف ۱۷۸۵ء) کمتر کی "داستانِ نواب نظام علی خاں" (سن تصنیف ۱۸۰۶ء) وغیرہ منظوم تاریخیں لکھی گئیں۔

یہ عہد اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اسی دور میں ہندوستان میں انگریزی تاریخ نگاری کی بھی ابتداء ہوئی جس کے ذریعے دوسرے موضوعات کی طرح تاریخ نگاری بھی جدید نظریات و خیالات سے متاثر ہوئی۔

---

(۱) اس مخطوطے پر مصنف کا نام درج نہیں ہے اس تاریخ کا خلاصہ باب دوم میں دیا گیا ہے۔

(۲) جہاں تک منظوم تاریخوں کی ابتداء کا تعلق ہے تو اٹھارہویں صدی سے قبل منظوم تاریخوں کے حوالے ملتے ہیں۔ اس کتاب کے ضمیمہ دوم میں بعض منظوم تاریخوں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

اس طرح اُردو میں ابتداءً جو تاریخیں لکھی گئیں ان پر عربی و فارسی کی بہ نسبت انگریزی کے اثرات زیادہ ثبت ہوئے۔

جہاں اٹھارہویں صدی کو اُردو تاریخ نگاری کا ابتدائی دور کہا جا سکتا ہے۔ وہیں انیسویں صدی کو اُردو تاریخ نگاری کا عہد زریں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس صدی میں باقاعدہ اس کی طرف توجہ دی گئی۔ مختلف موضوعات پر تاریخیں لکھی گئیں مثلاً ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں، غدر سے متعلق تاریخیں، آثار قدیمہ سے متعلق تاریخیں، تعلیم و ثقافت سے متعلق تاریخیں، فنونِ لطیفہ، فنِ تعمیر، فن مصوری، ایشیا و یورپ کے ممالک سے متعلق تاریخیں، بادشاہوں، راجاؤں و امراء و روساء سے متعلق تاریخیں غرض کہ متعدد موضوعات پر اُردو میں تاریخیں لکھی اور ترجمہ کی گئیں بعض کتابیں نصابی ضرورت کے پیش نظر لکھیں اور ترجمہ کی گئیں تاکہ طلباء کی ضرورت کو پورا کیا جا سکے ان کتابوں کا اسلوب عام فہم ہے۔

مؤرخین کی انفرادی کوششوں کے علاوہ اجتماعی طور پر فورٹ ولیم کالج کلکتہ اور دلّی کالج نے بڑی تعداد میں تاریخ کے موضوع پر کتابیں ترجمہ و تالیف کرائیں۔ فورٹ ولیم کالج کے تحت اُردو میں تاریخ کی جن کتابوں کو ترجمہ و تالیف کرایا گیا ان میں میر ابوالقاسم کی حسن اختلاط، خلیل علی خاں اشک کی انتخابِ سلطانیہ، اور میر شیر علی افسوس کی آرائشِ محفل وغیرہ کتابیں قابل ذکر ہیں۔ تاریخ سے متعلق کتابوں کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کیونکہ اس سے قبل تاریخ کے موضوع پر چند ہی کتابیں اُردو میں موجود تھیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے بعد اُردو تاریخ نگاری کو دلّی کالج میں فروغ حاصل ہوا اور اس کے مصنفین نے اس روایت کو مزید ترقی دی۔

اس کے بعد سر سیّد احمد خاں نے نہ صرف اُردو تاریخ نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ اسے جدید فکر و نظر اور اسلوب و آہنگ سے روشناس کرایا۔ انھوں نے

اُردو میں آثار الصنادید، تاریخ بجنور، تاریخ سرکشی ضلع بجنور اور اسباب بغاوتِ ہند جیسی تاریخیں لکھیں۔ اس کے علاوہ آئین اکبری، تاریخ فیروز شاہی اور تزکِ جہانگیری کی ترتیب و تدوین کی۔

سرسیّد احمد خاں نے سائنٹفک سوسائٹی کے ذریعے تاریخ نگاری کے ذوق کو عام کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کی نگرانی و سرپرستی میں شبلی نعمانی نے تاریخ نگاری کے جدید ترین نمونوں کے علاوہ ایک نیا فلسفۂ تاریخ بھی پیش کیا۔ سرسیّد احمد خاں اور شبلی نعمانی کے علاوہ مولوی ذکاء اللہ، محمد حسین آزاد، بشیر الدین احمد، نجم الغنی، سیّد کمال الدین حیدر، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، سعید احمد مارہروی، شیخ محمد اکرام وغیرہ اُردو مؤرخین کی تصانیف اُردو میں تاریخ نگاری کے ارتقاء میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان مؤرخین کی تصانیف سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو تاریخ نگاری کے جس کارواں کی ابتداء سرسیّد کی سرکردگی میں ہوئی تھی وہ آج بھی نت نئے امکانات کی تلاش میں رواں دواں ہے۔

یہ کتاب اُردو میں تاریخ نگاری کی روایت کی ابتداء اور ارتقاء سے متعلق ہے۔ اس میں ۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک بعض معروف تاریخ کے موضوع سے متعلق کتابوں کا حوالہ فرداً فرداً دیا گیا ہے اور تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے اس کی افادیت اور اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ لہٰذا ان کتابوں کا جائزہ لے کر اس بات کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کی تاریخی نقطۂ نظر سے کیا اہمیت ہے اور یہ کتابیں کس نوعیت کی ہیں۔ فہرست مضامین کی عمومی نوعیت کیا ہے۔ ان مؤرخین نے کون کون سے ماخذات سے استفادہ کیا اور تاریخ نگاری سے متعلق ان کے کیا رجحانات ہیں۔ اس مقالے میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ قلمی کتابوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے اور یہ کتابیں کس کس کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ موضوع کے اعتبار سے ان کتابوں کو مختلف

عنوانات میں منقسم کیا گیا ہے۔

اس کتاب کو حسبِ ذیل پانچ ابواب، کئی فصلوں اور تین ضمیمہ جات میں منقسم کیا گیا ہے۔ باب اوّل کا عنوان "ہندوستان میں تاریخ نگاری کی روایت کا آغاز" ہے۔ اس باب میں ہندوستان میں تاریخ نگاری کے آغاز و ارتقاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ تاریخ نگاری کی روایت عربی سے آئی۔ عربی میں رسول اکرمؐ اور صحابہ اکرامؓ کی سیرت پر مسلسل لکھا جاتا رہا اور پھر احادیث کے راویوں کی دیانت اور صداقت کو جانچنے کے لیے ان کے حسب و نسب، تعلیم، ماحول اور اخلاق و کردار کے بارے میں پوری معلومات جمع کرنے کی کوششوں نے ایسی سوانح عمریوں کی بہت بڑی تعداد جمع کر دی۔ جن سے تاریخ نگاری کے فن اور روایت کو تیزی سے آگے بڑھنے کا موقع ملا۔ اس باب کو حسبِ ذیل کئی حصوں میں بانٹا گیا ہے۔

(الف) عرب تاریخ نگاری، (ب) ایرانی تاریخ نگاری، (ج) ہندوستان میں فارسی تاریخ نگاری کی روایت (سلطنت عہد سے ۱۸ ویں صدی تک) اس باب میں اس پہلو کو بھی نمایاں کیا گیا ہے کہ تاریخ نگاری کی ابتداء سے لے کر ۱۸ ویں صدی تک مؤرخین کے رجحانات میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں۔ عہد سلاطین اور بعد میں مغل عہد کی تاریخ نگاری میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کا بھی مفصل تذکرہ ہے۔ عربی، ایرانی اور ہندوستان میں عہد سلطنت سے ۱۸ ویں صدی تک جو تاریخیں لکھی گئیں ان کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

باب دوم کا عنوان " اُردو میں تاریخ نگاری کا آغاز اور ارتقاء: اٹھارہویں صدی کے آغاز سے ۱۹۴۷ء تک " ہے۔ اس باب کو سات فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ باب کے شروع میں اُردو میں لکھی گئی پہلی تاریخ کے موضوع سے متعلق کتاب "قصہ واحوال روہیلہ" پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مابعد ۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک

اُردو میں تحریر کردہ تاریخوں کا مفصل تذکرہ پیش کیا گیا ہے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اس باب کو سات فصلوں میں بانٹا گیا ہے، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

فصل اوّل کا عنوان "تاریخِ ہند" ہے۔ اس ضمن میں عہد قدیم، عہد وسطیٰ، عہد انگلشیہ، غدر ۱۸۵۷ء اور تحریکِ جنگِ آزادی سے متعلق تاریخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل دوم کا عنوان" خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں تاریخیں" ہے۔ اس فصل میں آثار قدیمہ، تہذیب و تمدن، تعلیم وثقافت، فنونِ لطیفہ، فنِ تعمیر، اور فن مصوری، درسگاہوں، کتب خانوں سے متعلق تاریخوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل سوم کا عنوان ہندوستان پر حملوں اور جنگوں سے متعلق تاریخیں ہے۔

فصل چہارم کا عنوان: "اسلام کی تاریخ سے متعلق چند مخصوص تاریخیں" ہے۔

فصل پنجم کا عنوان: "امراء و روساء سے متعلق تاریخیں" ہے۔ اس فصل میں امراء اور روساء پر لکھی جانے والی تاریخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل ششم کا عنوان: "مؤرخین اور سیاحوں سے متعلق تاریخیں" ہے اس میں سلطنت عہد کے مؤرخ فرشتہ، ضیاء الدین برنی پر لکھی جانے والی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سیّد شمس اللہ قادری کی مؤرخین ہند اور چودھری نبی احمد سندیلوی کی تذکرۂ مؤرخین کا حوالہ دیا گیا ہے۔

سیاح سے متعلق تاریخوں میں سیّد حسن برنی کی کتاب البیرنی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل ہفتم کا عنوان: "مختلف طبقات اور فرقوں پر لکھی گئیں تاریخیں" ہے۔ اس ضمن میں سادات، کائستھوں، افغانوں، راجپوتوں، مرہٹوں، سکھوں، بوہروں اور پارسیوں سے متعلق بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

باب سوم کا عنوان: "علاقائی تاریخیں" (ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق) ہے۔ اس ضمن میں شمالی، مغربی، مشرقی، وسطیٰ اور جنوبی ہندوستان کے شہروں اور

قصبات پر لکھی جانے والی تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔اس باب کو حسبِ ذیل پانچ فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل: شمالی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

فصل دوم: وسطیٰ ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

فصل سوم: جنوبی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

فصل چہارم: مغربی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

فصل پنجم: مشرقی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

(i) شمالی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں روہیل کھنڈ، فرخ آباد، بدایوں، دلّی، کشمیر، نجیب آباد، بلگرام، مراد آباد، رامپور، شاہ جہاں پور، الہ آباد، ملیح آباد، بنارس اور اودھ پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(ii) وسطیٰ ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں برہان پور، اندور، مالوہ پر لکھی جانے والی تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(iii) جنوبی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں حیدر آباد، گلبرگہ، احمد نگر، وغیرہ قصبات پر لکھی جانے والی کتابوں کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

(iv) مغربی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں راجستھان، پنجاب، پٹیالہ، بھرت پور، بیکانیر، میواڑ پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

(v) مشرقی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں مرشد آباد و اڑیسہ پر قلم بند کی گئیں بعض کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب چہارم کا عنوان: "بیرونِ ہند کے ممالک پر لکھی گئیں تاریخیں" ہے۔اس باب کو حسبِ ذیل دو فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل: یورپی ممالک سے متعلق تاریخیں

اس فصل میں انگلستان، روم و یونان، سسلی، روس، فرانس، اندلس پر لکھی

جانے والی تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔
فصل دوم: ایشیائی ممالک سے متعلق تاریخیں
اس فصل میں چین، عرب وحجاز، افغانستان اور جاپان پر قلمبند کی گئیں کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔
باب پنجم کا عنوان: اختتامیہ ہے۔ اس ضمن میں اردو تاریخ نگاری سے متعلق پوری بحث کو اختصار کے ساتھ سمیٹا گیا ہے۔
ضمیمہ جات: کتاب کے آخر میں حسب ذیل تین ضمیمے شامل کیے گئے ہیں۔
ضمیمہ اوّل کا عنوان: "اردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق مخطوطات کی فہرست" ہے۔ اس ضمیمے کو حسب ذیل کئی حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
(الف) براہ راست اردو میں دستیاب مخطوطات کی فہرست
(ب) اُردو میں منظوم مخطوطات کی فہرست
(ج) اُردو میں ترجمہ شدہ مخطوطات کی فہرست
(د) اُردو میں ترجمہ شدہ منظوم مخطوطات کی فہرست
ضمیمہ دوم کا عنوان: "اُردو میں چند منظوم تاریخیں" ہے
اس ضمن میں ابراہیم نامہ از عبدل، علی نامہ از نصرتی، اضرابِ سلطانی موسوم بہ فتح نامہ ٹیپو سلطان از حسین علی خاں عزت، داستان نظام علی خاں از کمتر، ظفر نامہ اورنگ زیب شاہ عالمگیر بادشاہ غازی از جعفر زٹلی، وغیرہ منظوم تاریخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ضمیمہ سوم کا عنوان: "چند مخطوطات اور مطبوعات کے صفحات کے عکس اور ان کی فہرست" ہے۔ اس ضمن میں تاریخ رامپور مؤلفہ علی نقی المشہور بہ آغا ابن مرزا معین الدین حیدر، تاریخ بنارس مؤلفہ محمد رفیع رضوی، تاریخ روہیلہ مؤلفہ محمد حسن رضا خاں، تواریخ بغاوت ہند مؤلفہ کشور لعل، تاریخ روہیلکھنڈ مؤلفہ حافظ نیاز محمد خاں،

بزم آخر مؤلفہ فیض الدین، مرقع جہاں نما مؤلفہ کاظم برلاس، نقد رواں مؤلفہ محمد عباس شیروانی وغیرہ مخطوطات ومطبوعات صفحات کے عکس منسلک کئے گئے ہیں۔

ماخذات کی درجہ بندی

اس کتاب کی ترتیب میں اُردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق مطبوعہ و مخطوطات کے علاوہ انگریزی ماخذ اور اُردو ادب سے متعلق ماخذات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ان ماخذات کی درجہ بندی حسب ذیل ہے۔

(i) براہ راست اردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق ماخذات

(ii) اردو ادب سے متعلق ماخذات

(iii) انگریزی ماخذات

(iv) رسائل

(ا) براہ راست اُردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق ماخذات

اس ضمن میں مختلف موضوعات پر لکھی گئیں اردو میں براہ راست مطبوعہ و غیر مطبوعہ تاریخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔موضوع کے اعتبار سے ان تاریخوں کی درجہ بندی اس طرح کی گئی ہے۔

(i) عہد قدیم سے متعلق تاریخیں

(ii) عہد وسطیٰ سے متعلق تاریخیں

(iii) ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخیں

(iv) تحریکِ جنگ آزادی سے متعلق تاریخیں

(v) آثارِ قدیمہ سے متعلق تاریخیں

(vi) تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخیں

(vii) فنون لطیفہ سے متعلق تاریخیں

(viii) ایشیائی ممالک سے متعلق تاریخیں

(ix) یورپی ممالک سے متعلق تاریخیں

(x) علاقائی تاریخیں

(I) عہدِ قدیم سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں جن تاریخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ان میں کیفیتِ اسمائے راجایانِ وبادشاہانِ دہلی مؤلفہ میر ہاشم علی حسینی ،زبدۃ التواریخ مؤلفہ مولوی عالم علی، گلدستہ ہند مؤلفہ تاج الدین ،عمدۃ التواریخ مؤلفہ رتن لال مست ،تاریخ ہند مؤلفہ سدا سکھ لال ،تاریخ ستارۂ ہند مؤلفہ منشی طوطارام شایاں ،فتوحاتِ ہند مؤلفہ عنایت حسین بن حضرت شیخ غلام عباس ،تاریخ بدیع ہندوستان مؤلفہ پنڈت کشن لال ،تاریخ ہندوستان مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ ،وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

(II) عہدِ وسطیٰ سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں انتخاب سلطانیہ مؤلفہ خلیل علی اشک ،غنچۂ عشرت المعروف تحفہ مرغوب مؤلفہ منشی بلاقی داس ،تاریخ ہند مؤلفہ حیرت دہلوی ،تاریخ قیصری مؤلفہ مرزا محمد اکبر علی خاں ،لب التواریخ مؤلفہ حسام الدین ،ام التواریخ مؤلفہ سید ظہور الدین حسن گلاڈی ،تواریخ غوری مؤلفہ منشی بلاقی داس ،آئینہ حقیقت نما مؤلفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی وغیرہ کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(III) عہدِ انگلشیہ سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں ریاض الامراء مؤلفہ رحمان علی خاں ،جلسۂ قیصریہ مؤلفہ محمد عبدالغفور ،یادگارِ دربار یعنی تاج پوشی شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم مؤلفہ مولوی فیروز الدین، تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ ،کرزن نامہ مؤلفہ مولوی ذکاءاللہ،

یادگارِدربار تاج پوشی ۱۹۱۱ء مؤلفہ منشی دین محمد، شوکتِ انگلشیہ مؤلفہ مولوی فیروز الدین وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

(IV) ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخیں

۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخوں میں جن تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں سرکشی ضلع بجنور مؤلفہ سرسیّد احمد خاں، اسباب بغاوتِ ہند مؤلفہ سرسید احمد خاں، تواریخ بغاوتِ ہند مؤلفہ کشور لعل، تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی مؤلفہ مولانا جعفر تھانیسری، تاریخ غدر مؤلفہ حسن نظامی، افسانۂ غم مؤلفہ امیر احمد وغیرہ مصنفین کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(V) جنگ آزادی سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں انڈین نیشنل کانگریس اور مسلمانانِ ہند مؤلفہ ملا عبدالقیوم، خلافت اسلامیہ مؤلفہ مولانا ابوالحسنات ندوی، مسلمان کا ایثار اور آزادی کی جنگ مؤلفہ عبدالوحید، سیاستِ ملیہ از محمد امین زبیری، مسلم لیگ کیوں مؤلفہ ذاکر حسین فاروقی وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا۔

(VI) آثار قدیمہ سے متعلق تاریخیں

آثار قدیمہ سے متعلق ماخذات میں آثار الصنادید مؤلفہ سر سیّد احمد خاں، تحقیقات چشتی مؤلفہ نور احمد چشتی، آثارِ اکبری یعنی تاریخ فتح پور سیکری مؤلفہ سعید احمد مارہروی، ارض تاج مؤلفہ واحد یار خاں، ماثر دکن مؤلفہ سیّد علی بلگرامی، مزاراتِ اولیائے دہلی مؤلفہ مولوی محمد عالم شاہ فریدی دہلوی، معین الآثار مؤلفہ معین الدین احمد وغیرہ ماخذ سے استفادہ کیا۔

(VII) تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں تاریخ طرز معاشرت ہند وانگلینڈ مؤلفہ تراب علی، ہندوستان

کی قدیم تہذیب مؤلفہ مظہر الحسن زبیری، تمدن ہند میں دکن کا حصہ مؤلفہ محمد عبداللہ چغتائی، تمدن عتیق مؤلفہ ابوظفر عبدالواحد وعطاء الرحمٰن، قلعہ معلیٰ کی جھلکیاں مؤلفہ عرشی تیموری، بزم آخر مؤلفہ فیض الدین وغیرہ مآخذ سے استفادہ کیا۔

(VIII) تعلیم وثقافت سے متعلق ماخذات

اس ضمن میں ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں مؤلفہ ابوالحسنات ندوی موجِ کوثر مؤلفہ شیخ محمد اکرام، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم تربیت مؤلفہ مناظر احسن گیلانی، آثار خیر مؤلفہ محمد سعید احمد ماہروی وغیرہ ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔

(IX) یورپی ممالک سے متعلق تاریخیں

یورپی ممالک سے متعلق ماخذات میں تاریخ سلطنتِ انگلشیہ مؤلفہ پیارے لال، محارباتِ عظیم مؤلفہ مولوی ذکاء اللہ، تاریخ انگلستان مؤلفہ عطر چند کپور، تاریخ اندلس مؤلفہ حامد علی، خلافت اندلس مؤلفہ ذوالقدر جنگ، تاریخ اندلس مؤلفہ محمد عباس شیروانی، تاریخ روم مؤلفہ محمد اسمٰعیل شاہ خاں، تاریخ جنگِ روم و یونان مؤلفہ قاضی محمد جلال الدین مراد آبادی، صقلیہ میں اسلام مؤلفہ عبدالحلیم شرر، تاریخِ صقلیہ مؤلفہ سیّد ریاست علی ندوی، بالشوزم المعروف انقلاب روس مؤلفہ مہتہ آنند کشور انقلاب روس مؤلفہ محمد مسعود جوہر، انقلاب فرانس مؤلفہ غلام باری، انقلابِ فرانس مؤلفہ مولوی عبدالقادر بی۔اے وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(X) ایشیائی ممالک سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں تاریخ ممالک چین مؤلفہ جیمز کارکرن، چینی مسلمان مؤلفہ بدرالدین چینی، نیرنگِ افغان مؤلفہ مولوی میر محمد حسین اغلب موہانی، تاریخ جنگ کابل مؤلفہ سیّد فدا حسین مسمیٰ بخش، جاپان مؤلفہ سیّد محمد ابراہیم عجمی، جنگ مشرق وخاتمہ جاپان

مؤلفہ محمد اسحاق، خلاصۃ تواریخ مکہ معظمہ مؤلفہ محمد فخر الدین حسین، ام القریٰ مؤلفہ محمد عباد اللہ، خون حرمین مؤلفہ غفور شاہ الحاج سیّد، مزاراتِ حرمین مؤلفہ علی شبیر، عربوں کی جہاز رانی مؤلفہ سیّد سلیمان ندوی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(XI) علاقائی تاریخیں (ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق ماخذات)

اس ضمن میں جن ماخذات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں قصہ و احوال روہیلہ مؤلفہ سیّد رستم علی بجنوری، تاریخ روہیلکھنڈ مؤلفہ نواب نیاز احمد خاں، تواریخ ضلع فرخ آباد موسوم بہ فتح گڑھ نامہ مؤلفہ کالے رائے، خندۂ غدر یعنی فرخ آباد مؤلفہ پنڈت دیبی پرشاد، احسن التواریخ سنبھل مع تاریخ مراد آباد مؤلفہ غلام احمد شوق فریدی سنبھل، تاریخ اقتداریہ مؤلفہ اقتدار الدولہ، تواریخ نادر العصر مؤلفہ منشی نول کشور وغیرہ۔

(ii) اُردو ادب سے متعلق ماخذات

اس ضمن میں تاریخ نثر اردو مؤلفہ احسن مارہروی، اردو ادب کی مختصر تاریخ مؤلفہ انور سدید، تاریخ اردو ادب مؤلفہ جمیل جالبی، تاریخ اُردو ادب مؤلفہ رام بابو سکسینہ، سرسیّد اور ان کے نامور رفقاء کی نثر کا فکری وفنی جائزہ مؤلفہ سیّد عبداللہ، حیات شبلی مؤلفہ سیّد سلیمان ندوی، ادبی نثر کا ارتقاء از شہناز انجم، مرحوم دلی کالج مؤلفہ عبدالحق، شبلی نامہ مؤلفہ محمد اکرام وغیرہ۔

(iii) رسائل

اس ضمن میں غالب نامہ، نوائے ادب، تحقیقات اسلامی، معارف، سب رس نقوش، دلی کالج میگزین کا قدیم دلی کالج نمبر، وغیرہ رسائل سے استفادہ کیا ہے۔

(iv) انگریزی ماخذات

ویسے تو انگریزی ماخذات کی فہرست بہت طویل ہے۔ مگر جن تصانیف سے خصوصی طور پر استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے بعض ماخذ حسب ذیل ہیں۔

What is History by E.H Carr, *History of Historical Writings in Medieval India by* J.N.Sarkar, *On History and Historians of Medieval India by* K.A.Nizami, *Historians of Medieval India by* Peter Hardy *etc.*

اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک تاریخ کے موضوع پر بہت بڑی تعداد میں مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں۔ کچھ کتابیں تو ان میں سے بہت ضخیم ہیں اور کچھ مختصر۔ اس طرح اس دوران لکھی گئیں ان تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اس کتاب میں ان تمام کتب کا احاطہ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے جو مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ کچھ اہم کتابیں اس کوشش میں شامل نہ ہوں۔ میں نے بیشتر کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کتاب میں صرف ان تاریخوں کا ذکر کیا ہے جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہم ہیں۔

اس کتاب میں مطبوعات ومخطوطات سے عبارت کو نمونے کے طور پر پیش کرتے وقت اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جس املا میں وہ عبارت ہے جو کہ اصلی مخطوطے یا مطبوعہ میں درج ہے اس کو اسی طرح سے ہی تحریر کر دیا جائے اگر کہیں عبارت غلط ہے تو اس کی تصحیح نہیں کی گئی ہے تاکہ اصل مخطوطے میں وہ جس طرح لکھا ہے کلیتہً ویسا ہی نظر آئے اور اس طرح جس کے مطالعہ سے قاری بھی اُردو زبان کی تدریج وترقی کو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے وقت ارادہ تھا کہ اس میں اُردو تاریخ نگاری کے

ارتقاء کے ساتھ ساتھ مؤرخین کی خدمات کا بھی جائزہ شامل کروں لیکن کتاب کی ضخامت بڑھنے کی وجہ سے ان کا ذکر الگ کتاب میں کرنا زیادہ موزوں لگا۔ لہٰذا اس کتاب میں صرف خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں تاریخوں کا خلاصہ تنقیدی نقطۂ نظر سے پیش کرنے کے بجائے بنیادی معلومات کی حد تک اختصار سے لکھ دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر شہناز بیگم

بابِ اوّل

ہندوستان میں تاریخ نگاری کی روایت کا آغاز

باب اوّل

ہندوستان میں تاریخ نگاری کی روایت کا آغاز

عرب تاریخ نگاری

مسلم تاریخ نگاری کا آغاز اسلام کے ابتدائی زمانے میں ہوا۔ عربوں نے حضرت محمد ﷺ کے مقاصد اور قرآن کی آیت سے تاریخ کے نظریے کو فروغ دیا یعنی حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو محفوظ کرنے کے لیے عربوں میں سیرت نگاری (۱) کا فن وجود میں آیا۔

> "The Coming of Mohammad and Islam was viewed as the great turning point of world at which for the first time, the purpose of history revealed itself clearly and history become a Comprehensible reality"(2)

اس طرح حضورِ اکرم ﷺ کی شخصیت سے غیر معمولی عقیدت نے سیرت ومغازی کو جنم دیا، جو اسلامی تاریخ نگاری (۳) کی ابتدائی صورتیں ہیں۔ اس طرح غزوات وسرایا کی تفصیل قلم بند کرنے کے لیے علم مغازی کی ابتداء ہوئی۔ یہی علم دراصل فنِ تاریخ نگاری کا ابتدائی زینہ ثابت ہوا۔

---

(۱) سیرت کے مواد کو مؤرخین نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے رسول اللہ تک، اور رسول اللہ کا عہد آپؐ کی وفات تک۔ تاریخ کا یہ مواد توریت، انجیل، عرب قبیلوں کے نسب ناموں اور قرآن وحدیث سے لیا گیا ہے۔

(2) International Encyclopaedia of social sciences (America, the Macmillan Company and free Press. P. 411

(۳) اسلامی تاریخ نگاری کی بنیاد قرآن وحدیث پر مبنی ہے، اس تاریخ نگاری کا باقاعدہ آغاز اموی دور میں ہو چکا تھا۔ لیکن اس نے ترقی وپیش رفت کے مراحل عباسی دور میں طے کئے۔ اس عہد میں محمد بن عمر واقدی مؤلف کتاب المغازی اور تاریخ کبیر، ابوالحسن علی مدائنی مؤلف فتوالعرق، احمد بن یحییٰ بلاذری مؤلف فتح البلدان، ابوحنیفہ داود الدینوری مؤلف اخبار الطوال، احمد بن ابی یعقوب عرف ابن واضح مؤلف تاریخ یعقوبی جیسے مؤرخ ہوئے جنھوں نے عربی تاریخ نگاری کو فروغ دیا۔

سیرت و مغازیٔ رسول ﷺ کے موضوع پر سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں محمد بن اسحاق نے "الیسرۃ المبتدا والمغازی" تالیف کی، جس سے بعد کے مؤرخین نے استفادہ کیا۔ چنانچہ تاریخ کا موضوع اوّل آں حضرتؐ کی ذاتِ مبارک، آپؐ کے اقوال و افعال اور غزوات ہیں۔ موضوع دوم میں اصحابؓ، تابعین اور تبع تابعین کے جہادات کو پیش کیا گیا ہے۔

اس کے بعد فن تاریخ ابتدائی مراحل طے کرتا رہا اور اس میں وسعت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی قدر و قیمت میں بھی اضافہ ہوتا گیا، تیسری صدی ہجری میں سیرت کے علاوہ دوسرے موضوعات بھی تاریخ نگاری میں نظر آنے لگے۔

چوتھی صدی ہجری میں عربی تاریخ نگاری کی ترقی و پیش رفت میں ایرانی مؤرخین نے اہم ترین کردار ادا کیا۔ اسی دور میں مدائنی (۲۱۵ھ/ ۸۳۰ء)، دینوری (۲۸۲ھ/ ۸۹۵ء)، طبری (۳۱۰ھ/ ۹۲۲ء) وغیرہ جیسے مؤرخین عربی تاریخ نگاری کے حقیقی بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب ایرانی نسل تھے اس کے نتیجے میں فنِ تاریخ نگاری کا معیار وسیع تر ہوتا گیا۔

عرب تاریخ نگاری کی اہم خصوصیت اسناد کی پابندی ہے، چونکہ تصنیف و تالیف کے پیچھے دینی جذبہ کارفرما تھا لہٰذا واقعات کی چھان بین میں تحقیق و تصدیق کی پوری کوشش کی جاتی اور اس بات پر خاص توجہ ہوتی تھی کہ حشو و زوائد شامل نہ ہونے پائیں۔ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی:

> "واقعات کی تحقیق میں عرب مؤرخین اصول اسناد کو رجال کی طویل فہرست کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ یہ انداز اپنی جگہ بے حد اہم تھا لیکن مؤثر اس صورت میں ہوسکتا تھا جب اسباب و علل کا رشتہ بھی تلاش کرنے کی سعی کی جاتی"(۱)

---

(۱) مولانا شبلی بہ حیثیت مؤرخ، پروفیسر خلیق احمد نظامی، معارف، مارچ ۱۹۸۶ء، ص ۱۸۹

نثار احمد فاروقی نے بھی عرب تاریخ نگاری کے اس وصف کا ذکر کیا ہے۔

" Arab historians have the distinction of Introducing the practice of date-mark and chronology in their historiography. From the very beginning they recorded historical anecdotes with particular emphasis on date and year -a practice quite unknown to other nations till that time"(1)

عربی تاریخیں محض لشکروں اور درباروں تک محدود نہیں ہوتی تھیں بلکہ عرب مؤرخین پورے عہد کی تاریخ لکھتے تھے۔ جس میں تمدنی و معاشرتی حالات پر بالخصوص توجہ ہوتی تھی اس بارے میں پروفیسر اقتدار حسین صدیقی کا کہنا ہے کہ

"عربی زبان میں لکھی ہوئی ان ابتدائی اسلامی تاریخوں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں معاشرے کی بڑی حد تک تصویر کشی کی گئی ہے۔ دوسرے ان کا موضوع اور مواد مذہبی نوعیت کا ہے اور ان میں سیاسی امور کا بیان ضمنی طور پر آتا ہے"(۲)

عرب تاریخ نگاری کی دیگر خصوصیات واقعات کی ترتیب میں زمانی تسلسل، سنین کی پابندی، مبالغہ سے کلی اجتناب، خلافِ عقل اور خرق عادات باتوں سے احتراز، اشعار کے استعمال سے گریز، جرح و تعدیل، بے تعصبی اور غیر جانبداری طرزِ بیان کی سادگی اور بے تکلفی وغیرہ ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ فنِ تاریخ اپنی ابتدائی منزل میں ہونے کے باوجود فنی تقاضوں سے بیگانہ نہیں تھا۔

بقول شبلی نعمانی:

"عرب مؤرخین ایک عہد کی تاریخ لکھتے تھے اور اس میں ہر قسم کے واقعات کو سنین کے اعتبار ہی سے جمع کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ بادشاہوں کی مداحی یا ان کے نام کتاب کا انتساب عربوں کو سخت ناپسند تھا"(۳)

---

(1) Early Muslim Historiography, Nisar Ahmad Faruqi ,Delhi,1979,P.1

(۲) عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں تاریخ نگاری، پروفیسر اقتدار حسین صدیقی، تحقیقات اسلامی ۱۹۸۹ء، ص ۶۱

(۳) مقالات شبلی، جلد چہارم، ص ۳۱

گیارہویں صدی عیسوی تک تاریخی تصنیفات کے لیے عربی زبان استعمال کی جاتی رہی لیکن ایرانی نشاۃ الثانیہ کے زیراثر مسلم تاریخ نگاری میں زبردست تبدیلی آئی اور عربی کی جگہ فارسی زبان تاریخ نگاری کے لیے استعمال کی جانے لگی۔ زبان کی تبدیلی کے ساتھ تاریخ نگاری کے طریقہ کار میں بھی فرق آ گیا۔ اور یہ تبدیلی اس حد تک ہوئی کہ بقول خلیق احمد نظامی:

"عرب اور ایرانی نظریہ ہائے تاریخ میں بعدالمشرقین تھا" (۱)

اس طرح جو خصوصیات عربی تاریخ نگاری کے لیے اہم تھیں وہ ایرانی تہذیب کے زیراثر لکھی تاریخوں میں ترک کردی گئیں۔

ایرانی تاریخ نگاری

ایرانی تاریخ نگاری کا آغاز شاہناموں (۲) سے ہوتا ہے۔ ایرانی تہذیب کے تحت لکھی گئیں تاریخوں کا موضوع سیاسی تھا۔ شخصی حکومت ہونے کی وجہ سے پورے عہد کی تاریخ نہ لکھ کر بادشاہوں کی تاریخ لکھی جانے لگی۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کے مطابق:

"ایران کے تاریخی نظریات تخت و تاج کے گرد گھومتے تھے۔ شاہ نامہ تاریخی فکر کا مرکز محور تھا۔ وہاں صرف شاہی خاندانوں کی تاریخ لکھی جاتی تھی، عوامی زندگی سے مؤرخ کو کوئی سروکار نہ تھا چنانچہ ایرانی طرز پر لکھی ہوئی تاریخیں امراء اور سلاطین کی رزم و بزم کی داستانیں ہیں اور ان کے ہی نام سے انتساب ہے" (۳)

---

(۱) مولانا شبلی بہ حیثیت مؤرخ، پروفیسر خلیق احمد نظامی، معارف مارچ ۱۹۸۶ء، ص۔ ۱۸۹

(۲) دراصل فردوسی کا شاہنامہ ایک قسم کا افسانہ تھا اس افسانے میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں بعض کا تو وجود ہی نہیں تھا۔ فردوسی نے محض اپنی لفاظی سے ان مفروضہ ہستیوں کا وجود قائم کیا تھا۔ ایرانی اپنے قومیت کے نہیں تھا۔ ایرانی اپنے قومیت کے نشے میں ایسے مست تھے کہ ان کے مؤرخین نے شاہناموں کو عبارت آرائی اور لفاظی کو اپنی تواریخ کے لئے نمونہ قرار دیا۔

(۳) مولانا شبلی بہ حیثیت مؤرخ، پروفیسر خلیق احمد نظامی، معارف مارچ ۱۹۸۶ء ص۔ ۱۸۹۔

چونکہ شخصی حکومت میں ایرانی مؤرخ اپنے مربی حکمرانوں کے تنخواہ دار ملازم ہوتے تھے اور انھیں کی فرمائش پر تاریخیں لکھتے تھے۔لہٰذا خوشامد اور چاپلوسی کی راہ سے مبالغہ آرائی داخل ہوئی اور تاریخ نگاری قصیدہ گوئی تک محدود ہوگئی چونکہ قصیدہ گوئی آسان اور سیدھی سادی عبارت میں ممکن نہیں ہے۔لہٰذا عبارت آرائی اور لفاظی تاریخ نگاری کا لازمی جز قرار پایا اور چند واقعات کے لیے کئی کئی صفحات لکھے جاتے تھے۔اس طرح ایرانی تاریخ نگاری میں ابتداء ہی سے مقفیٰ و مسجع عبارت کو استعمال کیا گیا اور واقعات کو سادگی سے بیان کرنے کے بجائے عبارت آرائی کو اختیار کرکے پیچیدہ اور علامتوں وتشبیہات کے ذریعے اظہارِ بیان کو اپنایا گیا۔

بقول پروفیسر اقتدار حسین صدیقی:

> "ایرانی تاریخی کتابوں میں قدم قدم پر حقیقت اور افسانویت کی آمیزش ہوجاتی ہے"(۱)

اسلامی دور کے ایرانیوں نے تاریخ لکھنے کے لیے سب سے پہلے عربی زبان کا سہارا لیا۔اس کے نتیجہ میں محمد بن ابی جعفر جریر الطبری (۲) کی کتاب تاریخ الرسل والملوک (۳) وجود میں آئی جو تاریخ بلعمی کے نام سے بھی مشہور ہے۔
یہ تاریخ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ایران میں ظہورِ اسلام کے بعد لکھی گئی ہے۔
ہندوستان میں فارسی تاریخ نگاری کے آغاز سے پہلے ایران میں لامحدود فارسی تاریخیں لکھی گئیں۔ان میں چند اہم فارسی تاریخیں مندرجہ ذیل ہیں۔

غزنویوں کے دور میں عمومی تاریخ پر لکھی جانے والی کتاب زین الاخبار یا تاریخ گردیزی ہے، جسے ابوسعید عبدالحی گردیزی نے تالیف کیا۔

---

(۱) عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں تاریخ نگاری، پروفیسر اقتدار حسین صدیقی، تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۹ء ص ۶۳۔
(۲) طبری پہلا مؤرخ تھا جس نے تجرباتی طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے اور واقعات کی تاریخی ترتیب کے مطابق حقائق کو مرتب کیا۔
(۳) بعض مؤرخین نے اس کتاب کا نام تاریخ الامم والملوک لکھا ہے۔طبری کی یہ تاریخ دو حصوں میں منقسم ہے پہلا حصہ زمانہ قبل از اسلام سے متعلق ہے اس میں بانی اسلام سے پہلے کے انبیاء کا تذکرہ ہے جو سن وار نہیں ہے۔دوسرا حصہ بانی اسلام کے تذکرہ سے شروع ہوتا ہے۔زمانہ ہجرت سے طبری واقعات کو سن وار درج کرتا ہے۔یہاں سے اس کی تاریخ روزنامچہ نما صورت اختیار کرتی ہے۔

اسی عہد کی اہم ترین کتاب ابوالفضل محمد ابن حسن بیہقی کی تالیف "تاریخ بیہقی"[1] ہے، جو تاریخ آل سبکتگین کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ غزنویوں کے دور کی ایک اور کتاب ملتی ہے، جو ابونصر محمد عتبی کی تالیف "تاریخ یمینی" ہے، جسے "تاریخ عتبی" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

سلجوقی عہد میں ظہیر الدین نیشاپوری نے ۵۸۲ھ/۱۱۸۶ء میں سلجوق نامہ تالیف کیا۔ ایک دوسری کتاب جو سلجوق کی تاریخ کے لیے اسی نوعیت کی حامل ہے وہ "راحۃ الصدور وآیۃ السرور" ہے۔ یہ تاریخ ۵۹۹ھ/۱۲۰۲ء میں نجم الدین ابوبکر محمد بن علی بن سلیمان راوندی نے تصنیف کی۔ اس کے علاوہ ناصر الدین یحییٰ ابن معروف بہ ابن البیبی کی کتاب "الاوامر العلائیہ" معروف بہ "تاریخ ابن بی بی" کا شمار بھی سلجوقیوں سے متعلق مشہور کتابوں میں ہوتا ہے۔

عہدِ مغول کی مشہور عمومی تاریخی کتابوں کے ضمن میں علاء الدین عطا ملک بن بہاء الدین محمد جوینی کی کتاب "تاریخ جہانگشا" ہے۔[2]

عہد تیموری کی روضۃ الصفا اور جیب السیر اہم ترین عمومی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ایک اور دوسری تاریخ سے متعلق کتاب جو ان کتابوں کی جانشین بنی وہ تاریخ الفی[3] ہے۔ ان تاریخوں کے علاوہ عہد تیموری اور اس کے حالات واقعات پر مبنی اہم مآخذ ظفر نامہ ہے جیسے نظام الدین شنب غازانی معروف بہ نظام شامی نے تالیف کیا۔ اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب شرف الدین علی یزدی (متوفی ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء) کی "ظفر نامۂ تیموری" ہے۔

---

(۱) یہ کتاب تاریخ مسعودی کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ بیہقی نے اس تاریخ کو سلاطین غزنوی کی حکومت کے آغاز سے سلطان ابراہیم بن مسعود کی سلطنت کے زمانہ اوائل تک ترتیب دیا تھا۔

(۲) یہ کتاب چنگیز خاں کے حالات اور اس کی فتوحات پر مشتمل ہے۔ ضمناً اس کتاب میں خوارزم شاہوں اور اسمٰعیلیوں کے حالات بھی درج ہیں اس کی تین جلدیں ہیں پہلی جلد میں چنگیز کے ظہور، اس کے حالات اور فتوحات درج ہیں۔ دوسری جلد میں خوارزمیوں اور ایران کے مغول حکام کی تاریخ درج ہے اور تیسری جلد میں اسمٰعیلی قلعوں کی فتح اور حسن بن صباح کے جانشینوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے

(۳) اس میں اسلام اور اسلامی ممالک کے ہزار سالہ واقعات درج ہیں یہ کتاب اکبر کے دور کی ہے۔

عہدِ صفوی اور قاچاری حکومت کی تشکیل کے درمیانی عرصہ میں تاریخ پر مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں ۔ محمد کاظم وزیر کی عالم آرای نادری، ابوالحسن بن محمد امین گلستانہ کی "مجمل التواریخ"، تاریخ گیتی کشای مؤلفہ مرزا محمد صادق نامی اور عبدالکریم شیرازی کا لکھا ہوا اس کتاب پر تکملہ ۔ قاچاری عہد سے متعلق تاریخوں میں "روضہ الصفای ناصری"، جو روضتہ الصفای، خواند میر کا تکملہ ہے اور ناسخ التواریخ کے علاوہ متعدد کتابیں اور مقالات ملتے ہیں ۔

ہندوستان میں فارسی تاریخ نگاری کی روایت

مسلم تاریخ نگاری اپنی بدلتی ہوئی شکل میں جس میں ایرانی اور عربی دونوں اجزاء شامل تھے ہندوستان میں داخل ہوئی ۔ یہاں جو تاریخیں لکھی گئیں وہ فارسی زبان میں ایرانی طرز پر ہی لکھی گئیں ۔

ہندوستان میں فارسی تاریخ نگاری کو حسبِ ذیل عہد میں بانٹا جا سکتا ہے ۔

(i) عہد سلطنت میں فارسی تاریخ نگاری

(ii) مغل عہد میں فارسی تاریخ نگاری

(iii) آخری مغل عہد میں فارسی تاریخ نگاری

(i) عہد سلطنت میں فارسی تاریخ نگاری

عہد سلطنت (۱) میں تاریخ نگاری کی جو روایت ہندوستان میں قائم ہوئی اس میں اسلامی اور ایرانی روایتوں کے اجزاء موجود تھے ۔ اس عہد میں تاریخ کے موضوع سے متعلق کتابیں عربی روایت کی بہ نسبت فارسی روایت سے زیادہ متاثر نظر آتی ہیں ۔ یعنی جو طرز تاریخ نگاری میں اختیار کی وہ ایرانی تھی ۔

---

(۱) اس عہد میں مختلف اقسام کی تاریخیں لکھی گئیں ان میں سے اہم ترین انواع یہ ہیں: تاریخ عمومی، تاریخ خصوصی، تاریخ منظوم اور علاقائی تاریخیں، تاریخ کی یہ اقسام جو اس عہد میں ایران میں رائج تھیں ۔ ہندوستان میں بھی اسی عہد میں رائج ہو گئیں ۔

اس کا اندازہ اس عہد کی ابتدائی تاریخوں جیسے صدرالدین حسن نظامی نیشاپوری کی تاج المآثر (۱) منہاج الدین بن سراج الدین کی طبقات ناصری (۲) سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ مؤرخین ہر اعتبار سے ایرانی تاریخ نگاری کی دیرینہ روایت کے علمبردار تھے۔ لیکن امیر خسرو مؤلف تاریخ علائی (۳)، ضیاء الدین برنی مؤلف "تاریخ فیروز شاہی" (۴) اور شمس سراج عفیف مؤلف "تاریخ فیروز شاہی" جیسے مؤرخین کے ظہور پذیر ہونے کے ساتھ اس عہد کی فارسی تاریخ نگاری نے بتدریج مستقل بالذات ہوکر ایک حد تک اپنا علیحدہ رنگ اختیار کیا۔ سلطنت عہد کے مؤرخین نے تاریخ کی ترجمانی کے لیے مذہب اور اخلاق کو پس منظر کے طور پر اپنانے کی کوشش کی اس طرح تاریخ کا جو تصور امیر خسرو، عصامی مؤلف "فتوح السلاطین"، شمس سراج عفیف، ضیاء الدین برنی اور یحییٰ بن احمد سرہندی مؤلف تاریخ مبارک شاہی (۵) کے یہاں ملتا ہے۔ ان میں بڑے بڑے آدمیوں، شہزادوں اور سلاطین کا ذکر بھی شامل ہے۔ وہ عام طور پر تاریخ کو خدائی حکم یا خدائی فعل سمجھتے تھے جس میں انسان محض ایک کارکن کا درجہ رکھتا ہو۔ اس عہد کی تاریخ میں ناصحانہ عنصر پائے جاتے تھے۔

---

(۱) درحقیقت یہ کتاب دہلی سلطنت کی سب سے پہلی تاریخ ہے۔ اس میں سلطان شہاب الدین محمد غوری، قطب الدین ایبک اور التمش کے حالات وواقعات اس میں درج ہیں حسن نظامی ان سلاطین کے عہد میں موجود تھا اس کو اصل واقعات حاصل کرنے کے ذرائع میسر تھے، اس لئے یہ کتاب معتبر سمجھی جاتی ہے۔ مگر یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں تاریخی مواد کم اور سلاطین کی مدح سرائی زیادہ ہے۔

(۲) بقول پروفیسر اقتدار حسین صدیقی 'طبقات ناصری خاص طور پر بارہویں صدی عیسوی سے وسط ایشیا، ایران اور ہندوستان میں مسلم حکمرانی پر تاریخ کا بہت اہم ماخذ ہے (تحقیقات اسلامی ۱۹۸۹، ص ۵۰) ہیئت کے اعتبار سے یہ تاریخ عمومی تاریخ ہے طبقات ناصری اسلامی حکومت کی ایک بلند پایہ تاریخ ہے یہ کتاب ۲۳ طبقات پر مشتمل ہے۔ اس کا اسلوب اپنی ہمعصر تاریخوں جیسے تاریخ یمینی اور راحۃ الصدور کے برعکس سادہ اور سلیس ہے۔

(۳) امیر خسرو کی تاریخ علائی یا خزائن الفتوح سلطان علاؤالدین خلجی کے پہلے سترہ سالہ عہد حکومت کے دوران حاصل ہونے والی فتوحات کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ خلجیوں کے دور حکومت کے بارے میں جاننے کا اہم ترین ماخذ ہے اس کے علاوہ انہوں نے بہت سی تاریخی مثنویاں لکھیں جیسے قران السعدین، مفتاح الفتوح، دول رانی خضر خاں، نہ سپہر، تغلق نامہ قران السعدین امیر خسرو کے تاریخی خمسے کی پہلی مثنوی ہے۔ مفتاح الفتوح مثنوی جلال الدین خلجی کی چار جنگوں کے حالات پر مبنی ہے۔ نہ سپہر مثنوی سے خلجی خاندان کے آخری سلطان قطب الدین مبارک خلجی کے دربار اور اس کے عہد کے پہلے تین سالوں کے بارے میں معلومات فراہم ہوتی ہے۔

(۴) اس کو طبقات ناصری کا تتمہ کہا جا سکتا ہے۔ جس جگہ سے سراج نے طبقات ناصری لکھنا ختم کیا اسی جگہ سے ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی کا آغاز کیا، یعنی غیاث الدین بلبن کے عہد سے فیروز شاہ تغلق کے چھ سال کے عہد تک کے حالات درج ہیں۔

(۵) یہ کتاب بنیادی طور پر تاریخ عمومی عالم اسلامی کے ضمن میں آتی ہے۔ جو معزالدین محمد بن سام کے عہد حکومت سے شروع ہوکر مبارک شاہ کے حالات پر ختم ہوجاتی ہے۔ مبارک شاہ کے عہد کی یہ تاریخ ایک مفصل تاریخ ہے۔

عہدِ سلاطین کی تاریخ کا اہم موضوع صوفیاء اور ان کا کردار ہے چونکہ عہد سلاطین میں صوفیاء کی معاشرہ میں اہم حیثیت تھی لہٰذا اس پورے عہد کی تاریخ نگاری میں صوفیاء کو دشمن سے دفاع کرنے ، جنگ میں فتح دلانے ، اور معاشرے میں خوش حالی قائم کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ضیاء الدین برنی کی تاریخ میں نظام الدین اولیاء اگر ایک طرف منگولوں کے حملے سے دہلی کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ان کی شخصیت کی وجہ سے ملک میں خوش حالی کا دور دورہ ہے۔

سلطان اور صوفی کی شخصیتوں کے درمیان عوام کا کوئی کردار تاریخ نگاری میں اُبھر کر نہیں آتا۔ عوام خاموش، ساکت منجمد، بے عمل اور بے کار افراد کا جم غفیر ہے۔ جنھیں سلطان اور صوفی کی شخصیتیں ہدایت دیتی ہیں۔ احکامات جاری کرتی ہیں اور انھیں ہر مصیبت سے تحفظ فراہم کرتی ہیں۔

سلطان اور صوفی کے بعد تاریخ میں علماء اور امراء کا تذکرہ ہے وہ امراء جو سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور حکومت کے اداروں میں باعمل تھے۔ یہ رعیت اور سلطان کے درمیان بطور رابطہ قائم کرتے تھے۔ علماء وفقہاء سلطنت کے امور میں بطور قاضی ، صدر ، شیخ الاسلام اور مفتی کے شرکت کرتے تھے۔ اس لیے تاریخ نگاری سے یہ تاثر اُبھرتا ہے کہ تاریخی عمل شخصیتوں کی وجہ سے حرکت کرتا ہے اور یہی واقعات وحالات کی تشکیل کے ذمہ دار ہیں حالات کے پس منظر میں سماجی ومعاشی اور سیاسی قوتوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔

اس تاریخ نگاری سے مؤرخوں کے اپنے مفادات ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر کا تعلق اعلیٰ طبقہ سے تھا اس لیے ان کی ہمدردیاں اسی طبقے سے تھیں اور تاریخ نگاری کے ذریعے وہ حکومتی ڈھانچہ کو اسی حالت میں برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ حکومت وسلطنت کے خلاف بغاوت ان کے نزدیک سخت جرم تھا۔ اس لیے انھوں نے باغیوں کے لیے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور ان کی بغاوت کے پس منظر یا

ان کے مطالبات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

پندرہویں صدی میں علاقائی سلطنتوں کے قیام کے ساتھ وہاں کے حکمراں طبقہ نے تاریخ نگاری کی روایت کو جاری رکھا۔ گجرات، مالوہ، جونپور، اور بنگال میں پندرہویں اور سولہویں صدی میں مختلف کتابیں تحریر ہوئیں۔

(ii) مغل عہد میں فارسی تاریخ نگاری

مغل عہد کے تاریخی ادب پر روشنی ڈالی جائے تو ایک واضح تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔اس دور میں تاریخ روایت کی پابند یا مذہب سے زیادہ وابستہ نہیں تھی۔ ناصحانہ عنصر کی جگہ اسباب، واقعات نگاری اور غیر جانبداری پر توجہ دی جانے لگی۔ اس کے علاوہ اس عہد کے مؤرخوں نے غیر مذہبی انداز اختیار کیا۔اس دور میں ایسے بہت سے سرکاری، غیر سرکاری مؤرخین، سوانح نگار اور توزک نگار ملتے ہیں جنھوں نے عصری تاریخیں لکھیں۔انھوں نے قابل اعتماد واقعات کو ترجیح دی۔اس عہد کی تاریخ کافی حد تک سیاسی تاریخ ہے۔لیکن اس کے باوجود واقعات میں شہادت استدلال اور غیر جانبداری کو اہمیت دی گئی ہے۔

مغل تاریخ نگاری کی اہم ترین خصوصیت مغل امپریل ازم کی حمایت ہے-اس عہد کی تاریخ نگاری میں صوفیاء کا کردار گھٹ گیا اور تاریخی عمل میں ان کی شرکت کم ہوگئی۔جس طرح وہ عہد سلاطین میں حکمرانوں پر حاوی تھے اور فتح وشکست کے ذمہ دار تھے، عہد مغلیہ میں ان کی وہ حیثیت نہیں رہی اور وہ ایک محدود دائرے میں مصروف عمل رہے۔

اس عہد کی تاریخ نگاری میں امراء کی بہادری، شجاعت، فیاضی اور سخاوت کے تذکرے ملتے ہیں ان امراء کے تذکرے علیحدہ بھی لکھے گئے جیسے "ذخیرۃ الخوانین"، "تذکرۃ الامراء" اور "مآثر الامراء" یا ان کے خاندانوں پر علیحدہ سے تاریخیں لکھی گئیں۔

جیسے عبدالباقی نہاوندی نے عبدالرحیم خاں خانان کے خاندان پر "مآثر رحیمی" لکھی۔

مغل عہد کی ابتدائی کتاب ظہیر الدین محمد بابر کی خودنوشت سوانح عمری "توزکِ بابری"(۱) ہے۔ جوترکی زبان میں لکھی گئی۔ ہمایوں کے عہد میں اس کی بہن گلبدن بیگم کا "ہمایوں نامہ" اور "جوہر آفتابچی کا تذکرۃ الواقعات"(۲) تحریر ہوا۔

اکبر کے عہد کے لیے ابوالفضل کا اکبر نامہ (۳) اور آئینِ اکبری، رشید مولوی عنایت اللہ (۴) عرف محمد صالح کا تکمیلہ اکبر نامہ، ملا عبدالقادر بدایونی کی "منتخب التواریخ"، نظام الدین احمد کی طبقات اکبری وغیرہ قابل مطالعہ ہیں۔

اکبری دور کی تاریخ نگاری میں سیکولر رجحانات نظر آتے ہیں۔ ان رجحانات کی نمائندگی ابوالفضل نے بڑی عمدگی کے ساتھ کی ہے۔ اس کے یہاں انسان برادری کا نقطۂ نظر ہے کہ جس میں ہند اور مسلمان دونوں ثقافتی رشتوں میں منسلک ہیں اور مذہبی اختلاف کے باوجود معاشرتی یک جہتی اور ہم آہنگی میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس کی تاریخ میں ہندو اور مسلمان تصادم نہیں، بلکہ انتشار اور استحکام کے درمیان ایک کشمکش ہے۔ مغل حکومت استحکام کی علامت ہے جبکہ اس کے مخالفین انتشار کے، اس لیے اس نے مغل فوجیوں کے لیے مجاہدین اقبال اور غازیان دولت کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور انھیں غازیان اسلام یا مجاہدین اسلام نہیں کہا۔ ابوالفضل اپنے پیش

---

(۱) اس کا فارسی میں ترجمہ اکبر کے حکم سے عبدالرحیم خانخاناں نے کیا۔

(۲) یہ کتاب ہمایوں بادشاہ کی ذاتی زندگی سے متعلق ہے جو مشاہدات پر مبنی ہے۔ یہ بادشاہ کی وفات کے ۲۲ سال بعد مرتب ہوئی اس کا نام 'تاریخ ہمایوں' بھی ہے۔

(۳) یہ تین جلدوں پر مبنی ہے۔ جلد اول کے دو حصے ہیں۔ اوّل حصے میں دیباچہ اور اکبر کے آباواجداد کے حالات درج ہیں، یہ حصہ ہمایوں بادشاہ کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔ حصہ دوم میں اکبر کی تخت نشینی تک حالات ہیں۔ جلد دوم میں ۱۸ جلوس سے ۴۶ جلوس تک کے واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جلد سوم آئین اکبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جلد اکبر کے عہد حکومت کے امور انتظامی کا مرقع ہے۔

(۴) رشید مولوی عنایت اللہ ابوالفضل کے شاگرد تھے۔ انہوں نے تکمیلہ اکبر نامہ کو شاہی حکم سے تحریر کیا۔ کیونکہ ابوالفضل کے انتقال کی وجہ سے اکبر نامہ میں چار سال کے حالات درج ہونے سے رہ گئے تھے۔ اس میں انھوں نے ۴۷ جلوس سے تا اختتام ۵۰ جلوس تک کے حالات لکھ کر اس کتاب کو مکمل کیا۔

مؤرخوں کی طرح صرف مسلمان بادشاہوں کے کارنامے بیان نہیں کرتا بلکہ ہندوستان کی تاریخ کے تسلسل کو سمجھنے کے لیے وہ قدیم ہندوستان کی تاریخ اوران کے فلسفے کو جاننا انتہائی ضروری سمجھتا ہے۔ابوالفضل کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ ہم عصر تاریخ لکھتے وقت سرکاری دستاویزات اور کاغذات کے ساتھ ساتھ زبانی تاریخ سے بھی استفادہ کرتا ہے۔اس نے تاریخ کے دائرے کو وسعت دی اور سیاست کے ساتھ سماجی، انتظامی، ثقافتی اور معاشی پہلوؤں پر بھی لکھا ہے۔تاریخ نگاری کی ایک اہم تبدیلی نظام الدین کی "طبقاتِ اکبری"(۱) ہے۔اس نے صرف ہندوستان کی تاریخ لکھی اور اپنے پچھلے مؤرخین کی پیروی نہیں کی جو اسلامی تاریخ کو نقل کردیتے تھے۔یہ بھی اکبر کے عہد کے ذہن کی عکاسی کرتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنی جڑیں یہیں پیوست کرنی چاہئیں اور باہر اسلامی ملکوں کی جانب دیکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

تقریباً ۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء کے بعد "تاریخ الفی" اکبر بادشاہ کے حکم سے مرتب کی گئی۔اس کتاب کی تین جلدیں ہیں اور ہر جلد کا مصنف بھی جداگانہ ہے۔جلد اوّل کے منشی نظام الدین احمد، جلد دوم کے ملا عبدالقادر بدایونی اور جلد سوم کے مصنف حکیم ہمایوں (۲) تھے مگر یہ تاریخ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی اور ادھوری تصور کی جاتی ہے۔

جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں تاریخ نگاری ایک بار پھر روایتی بنیادوں پر آگئی۔اس دور کی اکثر تاریخیں درباری مؤرخوں نے لکھیں۔جہانگیری عہد کی خود اس

---

(۱) اس کتاب کو مختلف ناموں سے جانا جاتا ہے جیسے بدایونی اس کو طبقاتِ اکبر شاہی کے نام سے یاد کرتا ہے۔اس کتاب کا ماخذ تقریباً ۲۶ معتبر اور مستند تاریخیں ہیں۔یہ تاریخ مقدمہ، خاتمہ اور نو طبقات پر مشتمل ہے،مقدمہ میں شاہان غزنوی کے حالات امیر سبکتگین سے لے کر ملک خسرو کے قتل تک درج ہیں۔طبقہ اوّل میں ہندوستان کے حالات شہاب الدین محمد غوری سے شروع ہو کر اکبر کے ۳۸ ویں سنہ جلوس پر ختم ہو جاتے ہیں اس کتاب کے آخر میں منصب داروں، امیروں اور شاعروں وغیرہ کا ذکر ہے۔دوسرے طبقے میں شاہان دکن کے حالات درج ہیں۔چوتھے طبقے میں شاہان مالوہ کے حالات درج ہیں۔پانچواں طبقہ شاہان بنگال کے حالات پر مشتمل ہے۔چھٹے طبقے میں جون پور کے بادشاہوں کے حالات درج ہیں۔ساتویں طبقے میں کشمیر کے بادشاہوں کے حالات درج ہیں۔آٹھویں طبقے میں سندھ کے حالات درج ہیں۔نویں طبقے میں تاریخ ملتان بیان کی گئی ہے۔محمد بن قاسم کے حملے سے شروع ہو کر ملتان کے الحاق تک کے حالات مذکور ہیں۔خاتمہ میں مؤلف نے ہندوستان کا مکمل جغرافیہ تحریر کیا ہے۔

(۲) مولانا عبدالرزاق گیلانی کے لڑکے تھے۔حکیم ہمایوں اور ان کے بڑے بھائی ہندوستان آکر اکبر کے مصاحبوں میں داخل ہوئے چونکہ ہمایوں کے نام سے ان کو دربار میں مخاطب کرنا ترک ادب تھا اس لئے اکبر بادشاہ نے حکیم ہمام نام رکھا۔

کی سوانح " توزکِ جہانگیری" اور معتمد خاں کی" اقبال نامہ جہانگیری "اہم ترین تالیفات ہیں۔

شاہجہاں کے عہد سے متعلق تاریخوں میں بادشاہ نامہ (۱)، محمد صالح کنبوہ کی تاریخ " عمل صالح"، محمد صادق کی تالیف" صبح وصادق" وغیرہ مستند ماخذ ہیں ۔صبح صادق ابتدائے اسلام سے ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۹ء تک کے تاریخی واقعات کا مجموعہ ہے۔ یہ چار حصّوں پر مشتمل ہے۔ ہر حصّے کی تقسیم مطلوں میں کی گئی ہے۔" عمل صالح" دوحصّوں میں منقسم ہے پہلے حصّے میں شاہ جہاں کے بزرگوں کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہ حصّہ نویں سنہ جلوس کے واقعات پر ختم ہوجاتا ہے۔دوسرا حصّہ دسویں سال سنہ جلوس سے شروع ہوکر بادشاہ کی نظر بندی کے حالات پر ختم ہوجاتا ہے۔شاہ جہاں کی علالت اور مابعد کے تفصیلی حالات کے علاوہ اس جلد میں مشاہیر زمانہ سادات مشائخ، جراح، سوانح نگار، مشہور شاعروں اور حکیموں کے حالات کا بھی تذکرہ ہے۔شہزادوں اور منصب داروں کی فہرست دی گئی ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد سے متعلق تاریخوں میں محمد کاظم شیرازی کا"عالمگیر نامہ (۲)، پنڈت ایشورداس ناگر کی"فتوحاتِ عالمگیری"، ساقی مستعید خاں کی " مآثر عالمگیری"، نعمت خاں عالی کی "وقائع عالمگیری"، جنگ نامہ عالمگیری" نیز بھیم سین کی" نسخہ دلکشا وغیرہ اہم تاریخیں ہیں جن میں اس عہد کے بہت سے سیاسی حالات بالخصوص مہم دکن سے متعلق واقعات درج ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ درباری قسم کی تاریخ نویسی کا سلسلہ معظم بہادر شاہ اوّل کے عہد تک برابر جاری رہا اور ایک حد تک اس کے

---

(۱) بادشاہ نامہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد کا مصنف جداگانہ ہے۔جلد اوّل میں اوائل عمر سے تخت نشینی تک کے حالات درج ہیں۔ یہ جلد ۱۵۹۰ء تک کے حالات پر مبنی ہے۔اس حصّے کا مصنف معتمد خاں ہے۔جلد دوم تین دفتروں میں منقسم ہے۔ یہ جلد عبدالحمید لاہوری کی مرتب کی ہوئی ہے۔جلد سوم محمد وارث نے تصنیف کی۔محمد صالح کمبوہ نے جلد چہارم کو ترتیب دیا۔

(۲) اس میں صرف دس سال کے واقعات درج ہیں جب دس سال کے واقعات مرتب ہو چکے تو شاہی حکم سے اس کتاب کی ترتیب کا کام بند کردیا گیا۔

جانشینوں کے زمانے تک بھی۔ اس عہد کی تاریخ نگاری کی یہ خصوصیت رہی کہ مؤرخوں نے انتہائی مشکل ادق اور پیچیدہ زبان کو استعمال کیا ہے اور واقعات کو صاف لکھنے کے بجائے، علامتوں، تشبیہات واستعارات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ زبان محاورے اور عبارت آرائی پر زیادہ زور دیا ہے، جس نے عبارت کو مشکل بنا کر بعض اوقات بے معنی کر دیا ہے۔ ان تاریخوں میں محض واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کا تجزیہ نہیں کیا۔ معاشرے کے ثقافتی وسماجی پہلوؤں پر کم توجہ دی زیادہ تر سیاست پر لکھا۔ اور اس میں تاریخی عمل کو متحرک رکھنے میں شخصیتیں باعمل ہیں۔ عوام محض خاموش تماشائی ہے۔

(iii) آخری مغل عہد میں فارسی تاریخ نگاری

آخری مغل عہد میں فارسی تاریخ نگاری میں انتہائی اہم تبدیلیاں آئیں کیونکہ اس دور میں مغل دربار کی طاقت واہمیت کمزور ہو چکی تھی۔ اس عہد کی تاریخ نگاری میں آخری عہد مغلیہ کا انتشار سیاسی بے چینی، عدم استحکام، تحفظ کا فقدان اور لاقانونیت نظر آتی ہے۔ بقول پروفیسر اقتدار حسین صدیقی:

> "ہندوستان میں تاریخ نگاری مغلیہ سلطنت کے سیاسی زوال سے بری طرح متاثر ہوئی۔ مغل بادشاہ محمد شاہ (م، ۱۷۴۸ء) اور اس کے جانشینوں کے عہد میں جو تاریخ پر کتابیں لکھی گئیں ان میں باشاہوں کی بے بسی دربار سے منسلک امراء کی باہمی رقابت اور گروہ بندی ایک گروہ کی دوسرے گروہ کے خلاف سازشیں، باغیوں کے خلاف فوجیوں مہموں کی ناکامی کی داستان اور آشوب زمانہ کی شکایت ملتی ہے" (۱)

اس عہد میں مؤرخین نے ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں مختلف حکومتوں کے سلسلہ وار احوال بیان کئے گئے ہیں اور مغل حکومت کے زوال کے اسباب تلاش کئے

---

(۱) اردو زبان میں تاریخ نگاری کی ابتداء، اقتدار حسین صدیقی، سہ ماہی تحقیقات اسلامی اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۶۳

گئے ہیں، اس کی تباہی پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عہد کی تاریخیں اس زمانے کے ان سیاسی حالات وواقعات سے متاثر ہو کر لکھی گئیں جو پے در پے نمودار ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں اس عہد کی تاریخوں میں اس دور کے بحران اور مستقبل کے بارے میں سوالات ملتے ہیں۔ ان تاریخوں میں بادشاہ کی مظلومیت، امراء کی سازشیں، قدیم وجدید امراء کے درمیان کشمکش اور حکومت کی بے بسی کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے یہاں تاریخ ایک المیہ بن جاتی ہے اور بادشاہ وشاہی خاندان کے افراد مظلومیت کا پیکر بن کر ابھرتے ہیں۔ لیکن ان میں مؤرخ مغل سلطنت کے زوال اور معاشرے کی پست حالت کا تجزیہ نہیں کر سکا۔ اس کے یہاں مایوسی، عبرت اور مظلومیت کا احساس ہے جسے وہ وقت کے ساتھ منسوب کر دیتا ہے اور قدرت کی جانب سے پیش ہونے والے حادثات کہہ کر ان کا تجزیہ کیے بغیر خاموش ہو جاتا ہے۔

اس دور کے مؤرخین کی فہرست کافی طویل ہے، چند اہم مؤرخوں میں خافی خاں، اعتماد علی خاں بن اعتماد خاں عالمگیری، ارادت خاں، یحییٰ خاں، محمد آشوب پوری، رستم علی خاں اور محمد بخش آشوب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دور حاضر کے مؤرخ ظہیر الدین ملک کا اٹھارہویں صدی کے مؤرخین کے بارے میں کہنا ہے۔

> "ان کے نزدیک قفل تاریخ کی کنجی ان افراد کے عروج وزوال میں پوشیدہ تھی جنھوں نے سیاسی معاملات کی راہ متعین کرنے میں ایک واضح کردار ادا کیا تھا۔ بادشاہ یا امیر سارے واقعات کا مرکز اور سرچشمہ تھا۔ سماج کے مختلف طبقے وقت کے اندھیرے میں پھینک دیئے گئے تھے حالانکہ یہ محققین مغل تمدن کی مادی بنیاد سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ پھر بھی یہ ان اقتصادی اور سماجی عنصروں کا تجزیہ نہ کر سکے جو مغل انحطاط کے اسباب میں شامل تھے۔" (۱)

اس دور کی تاریخ نگاری میں اسلوب اور انداز بیان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی ہے۔ جب کہ مغل حکومت کے زمانۂ عروج میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان کی زبان

---

(۱) ۱۸ ویں صدی کے دوران ہندوستان میں فن تاریخ نگاری، ظہیر الدین ملک، ہندوستانی دور وسطیٰ کے مورخین، محب الحسن، ص ۲۵۳

انتہائی مرصّع ہے اور حقیقی سے زیادہ مصنوعی عنصر اندازِ بیان پر غالب ہے چونکہ اٹھارہویں صدی سیاسی اور معاشی انتشار کا زمانہ تھا، لہٰذا اس دور کے مؤرخوں کے انداز بھی بدل گئے۔ مؤرخین حسن بیان سے زیادہ واقعات کی صحت پر توجہ دینے لگے۔ یہی اس دور کی فن تاریخ نگاری کا خاصہ ہے۔

اس کے علاوہ اٹھارہویں صدی میں لکھی جانے والی تاریخوں میں سابقہ تاریخوں کے مقابلے میں جامعیت کی کمی اور بالعموم مرکزیت کا فقدان تھا۔ ابتدائی دور میں ہندوستان میں جو تاریخیں لکھی گئیں وہ ایک حد تک "حبیب السیر" اور روضۃ الصفا کے مقابلہ کی تھیں اور ایک معنی میں انہیں عالمی تاریخیں کہا جا سکتا ہے۔ ان تاریخوں میں ابھی تک قدیم واقعہ نگاری کا رنگ جھلکتا ہے۔ مؤرخ کی حیثیت درباری وقائع نویس کی سی ہے اور اس کی تصنیف کردہ تاریخ کا مرکز بادشاہ کی ذات ہے لیکن رفتہ رفتہ یہ رجحان کم ہوتا گیا، جس کی بڑی وجہ مرکزی حکومت کی بتدریج کمزوری اور سلطنت کے مختلف صوبوں کی آزادی و خودمختاری تھی۔ اس دور میں بہت سی ایسی تاریخیں لکھی گئیں جن کے موضوعِ بحث کا دائرہ کسی صوبے یا صوبے کے حکمراں بلکہ بعض اوقات ایک حاکم کے حالات زندگی تک محدود ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو تاریخی کتابوں میں کافی تنوع پیدا ہو گیا اور دوسری جانب ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ جگدیش نرائن سرکار رقمطراز ہیں۔

> *" Historiography of eighteenth century India, as of any other period, is not synonymous with complete histories of critical, professional, sober and impartial historians. It not like a ready-made tailored coat or dressing gown kept handy for constant use on the other hand it is like a dense and tangled jungle, without a broad pathway or an uncharted ocean of source material". (1)*

---

(1) Romance of Historiography, Jagdish Narayan Sarkar, Calcutta, 1982, P 55

چونکہ اس عہد میں مؤرخوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا اس لئے انہوں نے تاریخ کے روایتی خاکہ کو بدل ڈالا۔ مثلاً وہ تاریخ کی ابتداء قدیم ہندوستان سے کرتے اور پھر اسے تسلسل کے ساتھ عربوں اور ترکوں کی ہندوستان کی فتح سے ملا دیتے جیسے سجان رائے کی "خلاصۃ التواریخ" ہے کہ جس مین ہندوستان کی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے۔

اس عہد کی تاریخ نگاری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متوسط طبقے کے لوگوں نے تاریخ لکھنی شروع کی جیسے کھتری، صراف اور منشی، اس وجہ سے اب تک تاریخ پر جو اعلیٰ طبقے کا قبضہ تھا وہ ٹوٹ گیا اور متوسط طبقے نے اپنے نقطۂ نظر سے تاریخ کو جانچا اور پرکھنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ نویسی کی زبان سادہ ہوگئی عبارت آرائی اور پیچیدگی جو پہلے کے مؤرخوں کی خصوصیات تھیں وہ ختم ہوگئیں۔ اس عہد میں مؤرخوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ کیونکہ زوال کے دور میں دلوں پر جو مایوسی طاری تھی اور معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ سے جس سے لوگ متاثر ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے لوگ تاریخ نگاری کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مختلف موضوعات کو اپنایا چونکہ ان کی اکثریت دربار سے وابستہ نہیں تھی اس لیے ان کی تحریر میں آزادی، تنقید اور بیبا کی ہے۔ وہ صاف اور واضح الفاظ میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں۔

مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ مرہٹہ، جاٹ، سکھ، اور راجپوت اقوام قومی جذبہ کے ساتھ اُبھریں اور انھوں نے اپنی اپنی قوموں کی قدیم اور ہم عصر تاریخ کی تشکیل کی طرف توجہ دی جس کے نتیجہ میں تاریخ نگاری میں ایک اہم تبدیلی آئی اور اس میں قومی جذبہ و فخر کا عنصر شامل ہوگیا۔ اس زمرے میں خود مختاری ریاستیں بھی آجاتی ہیں جیسے اودھ، رامپور، میسور وغیرہ ریاستیں جن کے نوابوں اور راجاؤں نے اپنی ریاستوں کی تاریخ اپنی سرپرستی میں لکھوائی۔

اس طرح اورنگ زیب کے بعد کا زمانہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے تاریخی زوال، تخت نشینی کے لیے جنگ و جدال اور علوم و فنون سے ایک گونہ بے رخی کا دور تھا۔ علاوہ ازیں مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ اگر ایک طرف فارسی زبان زوال پذیر تھی تو دوسری طرف اُردو نثر (۱) ترقی کی راہ پر گامزن تھی اور اُردو کی تخلیق کی وجہ سے فارسی زبان کی طرف کم توجہ ہوتی گئی اور تاریخ سے متعلق کتابیں فارسی کے بجائے اُردو زبان میں لکھی جانے لگیں۔

(۱) یوں تو اردو زبان شاعری کی شکل میں ابتداء سے ترقی کی منزلیں طے کرتی رہی لیکن اردو نثر میں تصنیف و تالیف کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج کے تحت ۱۹ویں صدی کے شروع میں ہوا۔ جہاں تک اردو نثر میں تاریخ نگاری کی ابتداء کا تعلق ہے تو اس کالج کے قیام سے قبل تاریخ سے متعلق تصانیف کے حوالے ملتے ہیں۔

باب دوم

اُردو میں تاریخ نگاری کا آغاز اور ارتقاء

(اٹھارہویں صدی کے آغا سے ۱۹۴۷ء تک)

باب دوم

اُردو میں تاریخ نگاری کا آغاز اور ارتقاء

(اٹھارہویں صدی کے آغاسے ۱۹۴۷ء تک)

اٹھارہویں صدی اُردو میں تاریخ نگاری کا آغاز سیّد رستم علی بجنوری (۱) کی تالیف " قصہ واحوال روہیلہ "(۲) سے ہوا، یہ کتاب نہ صرف اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ میں تاریخ کے موضوع پر لکھی گئی تاریخ کی پہلی کتاب ہے بلکہ خطہ روہیلکھنڈ کی تاریخ پر اُردو میں لکھی جانے والی پہلی مقامی تاریخ بھی ہے۔اس دور میں جبکہ اُردو نثر میں تاریخ کے موضوع سے متعلق کتابیں لکھنے کی کوئی روایت نہیں تھی اس طرح یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سیّد رستم علی بجنوری کی یہ تالیف اُردو میں تاریخ کے موضوع پر کتابیں لکھنے کی ایک نئی روایت کو جنم دیتی ہے اس بارے میں ڈاکٹر جاوید علی خاں کا کہنا ہے۔

> *"At a time when there was no historical book in Urdu to serve as an example or model.the Qissah Wa-Ahwal-i-Rohillah was to initiate trend in historical writings in Urdu"*(3)

---

(۱) دارانگر چھاؤنی میں ایک برطانوی حاکم جان بارس فورڈ کے ملازم تھے، یہ صاحب بہادر ایسٹ صاحب کہلاتے تھے انھوں نے رستم علی سے کہا کہ وہ علی محمد خاں وغیرہ روہیلہ جو کنبیر کے حاکم ہیں،ان کے حالات لکھو، یہ تصنیف اسی حکم کی تعمیل میں قلمبند ہوئی (بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان جلد سوم،ص ۲۰ تا ۲۲)

(۲) اس کا مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں محفوظ ہے،اس مخطوطے کو قاضی عارف حسین نے مرتب کیا ہے۔ جو ۱۹۸۹ء میں پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

(3) Beginnings of Historical writings in Urdu, Dr Javed Ali Khan, Journal of Pakistan Historical society, vol. XLII, January, 1994, P. 25.

اس میں ۱۷۳۰ء سے لے کر ۱۷۷۵ء تک کے حالات وواقعات درج ہیں، یہ کتاب دراصل علی محمد خاں، جو نوابان رامپور کے جدِ اعلیٰ ہیں، ان ہی کے احوال پر مبنی ہے، ان ہی کے حوالے سے مؤلف نے اس دور کے ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے۔ اس کتاب کا مرکزی کردار علی محمد علی خاں ہے۔ اس کے علاوہ سیّد رستم علی بجنوری نے روہیلوں کی تاریخ اور ان کی فتوحات کو موضوع بنایا ہے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں روہیلوں کی معاصر تاریخ درج ہے۔ اس میں ہندوستان کی تقریباً ۵۰ سالہ تاریخ روہیلوں اور پٹھانوں کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے اس کتاب کا سب سے پہلے تعارف نجم الاسلام نے تین نثری نوادر میں کرایا ہے۔ (۱)

اس کتاب کی سن تصنیف کو لے کر محققین کی رائے میں اختلاف ہے۔ افسر صدیقی امروہوی (۲) نے اس مخطوطے کا سن تالیف ۱۱۹۶ھ درج کیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر جاوید علی خاں رقمطراز ہیں۔

"It was written in 1188 Hijri / 1772 at the behest of John Horace Ford"(3)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق

"قصہ و احوال روہیلہ " کا مخطوطہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ/ ۱۸ نومبر ۱۷۸۲ء کا مکتوبہ ہے" (۴)

پروفیسر اقتدار حسین صدیقی کا کہنا ہے

"یہ کتاب فورٹ ولیم کالج کے قائم ہونے سے پہلے ۱۷۷۶ء میں شائع ہوئی تھی" (۵)

---

(۱) تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، جلد دوم، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۷۴

(۲) مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان (جلد سوم) افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۳۰

(3) Beginnings of Historical writings in Urdu, Dr. Javed Ali Khan, Journal of Pakistan Historical society, vol. XLII, January, 1994, P. 23

(۴) تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، جلد دوم، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۷۵

(۵) تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۴۰۷

ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر جاوید علی خاں اور پروفیسر اقتدار حسین صدیقی وغیرہ محققین نے " قصہ واحوال روہیلہ " کو اُردو میں تاریخ کے موضوع پر پہلی کتاب قرار دیا ہے۔ " قصہ واحوال روہیلہ " اگرچہ تاریخ کے موضوع پر اُردو میں پہلی کتاب ہے تاہم اس میں تاریخ نگاری کے اہم عناصر ترکیبی واضح طور پر موجود ہیں مثلاً اس میں ربط و تسلسل کی خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

پروفیسر اقتدار صدیقی کا اس بارے میں کہنا ہے کہ

> " قصہ احوال روہیلہ " اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ میں پہلی اہم تالیف ہونے کی وجہ سے علمی اہمیت کی حامل ہے اور اس وجہ سے بھی بہت اہم ہے کہ یہ خطہ روہیل کھنڈ کی کسی زبان میں لکھی جانے والی پہلی مقامی تاریخ (Local History) بھی ہے علاوہ ازیں اُردو نثر میں بھی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔(۱)

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق

> "اُردو زبان میں یہ تاریخ کی پہلی کتاب ہے جو کسی فارسی کا ترجمہ یا تلخیص نہیں ہے۔ مصنف نے اپنی معلومات کی بنا پر اسے سادہ و عام فہم زبان میں لکھا ہے"(۲)

ڈاکٹر جاوید علی خاں نے بھی اس کے اس وصف کا ذکر کیا ہے۔

> *" The book is not a translation of any prior Persian historical work, but was written in Urdu and based upon the knowledge which Rustam 'Ali could gather. His account does not show any bias or prejudice. " (3).*

---

(۱) تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۳۰۷

(۲) تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، جلد دوم، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۷۷

(3) Beginnings of Historical writings in Urdu. Dr. Javed Ali Khan, Journal of Pakistan Historical society, vol. XLII, January, 1994. P 25.

مؤلف نے اس مخطوطے کا آغاز اور اختتام ذیل کی عبارت میں اس طرح کیا ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

جو کچھ کہ تو کرے اسے قادر کمال
دریافت کر سکے تو بشر کی ہے کیا مجال
ادنیٰ ستی کراتا ہے اعلیٰ ذلیل و خوار
پشّے ستی کراتا ہے نمرود پائمال
بوجہل سنگسار ہوا حمد کی ذات سے
صلوعلیٰ و آلہ کہہ روز ماہ وسال

اختتام

"خلعت منصب وزارت کا حضور پر نور اقدس
واعلیٰ آصف الدولہ بہادر کو۔۔۔۔۔سپہ سالار
یاروفادار شیرِ ہند یحییٰ خاں بہادر ہنر بر جنگ
فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی بدستور بندوبست
وزارت کا قائم رہا"

ترقیمہ

"تمت تمام شد قصہ واحوال روہیلہ کاتب الحروف
منشی بوعلی ساکن پارہ برائے خاطر داشت مسٹر بیکر
صاحب کوٹ ماسٹر انگریز بہادر بتاریخ یاز دہم ماہ
ذالحجہ ۱۱۹۶ھ" (۱)

بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان (جلد سوم) افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۳

اُردو میں تاریخ نگاری کا ارتقاء

۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اُردو میں بہت بڑی تعداد میں مختلف موضوع پر تاریخیں لکھی گئیں، یہ باب اُردو میں تاریخ نگاری کے ارتقاء سے متعلق ہے۔اس باب میں ۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اُردو میں بعض معروف تاریخ سے متعلق کتابوں کا حوالہ فرداً فرداً دیا گیا ہے اور تاریخی نقطۂ نظر سے ان کی افادیت اور اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے اس باب کو کئی فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے، ان فصلوں میں حسب ذیل موضوعات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

فصل اوّل : تاریخ ہند

(i) : عہدِ قدیم سے متعلق تاریخیں
(ii) : عہدِ وسطیٰ سے متعلق تاریخیں
(iii) : عہدِ انگلشیہ سے متعلق تاریخیں
(iv) : ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخیں
(v) : تحریک جنگ آزادی سے متعلق تاریخیں

فصل دوم : خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں تاریخیں

(i) : آثارِ قدیمہ سے متعلق تاریخیں
(ii) : تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخیں

(iii) : تعلیم وثقافت سے متعلق تاریخیں

(iv) : فنون لطیفہ سے متعلق تاریخیں

(v) : درسگاہوں سے متعلق تاریخیں

(vi) : کتب خانوں سے متعلق تاریخیں

فصل سوم : ہندوستان پر حملوں اور جنگوں سے متعلق تاریخیں

فصل چہارم : اسلام کی تاریخ سے متعلق چند مخصوص تاریخیں

فصل پنجم : امراء و روساء سے متعلق تاریخیں

فصل ششم : مؤرخین اور سیاحوں سے متعلق تاریخیں

فصل ہفتم : مختلف طبقات اور فرقوں پر لکھی گئیں تاریخیں

(i) : سادات سے متعلق تاریخیں

(ii) : افغانوں سے متعلق تاریخیں

(iii) : کائستھوں سے متعلق تاریخیں

(iv) : راجپوتوں سے متعلق تاریخیں

(v) : مرہٹوں سے متعلق تاریخیں

(vi) : سکھوں سے متعلق تاریخیں

(vii) : بوہروں سے متعلق تاریخیں

(viii) : پارسیوں سے متعلق تاریخیں

فصل اوّل: تاریخ ہند

(ا) قدیم عہد سے متعلق تاریخیں

قدیم ہندوستان کی تاریخ پر اُردو میں بہت بڑی تعداد میں کتابیں لکھی گئیں بعض کتابیں تو صرف ہندوستان کے عہد قدیم کی تاریخ تک ہی محدود ہیں اور بعض عہد قدیم سے عہد جدید تک کی تاریخ کا احاطہ کرتی ہیں، کچھ کتابیں ان میں سے بہت ضخیم ہیں اور کچھ بہت مختصر، قدیم ہندوستان کے موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ میں نے بیشتر کتابوں کا مطالعہ کر کے اس باب میں صرف ان کتابوں کا ذکر کیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہم ہیں، ان تاریخوں کا مفصل تعارف درج ذیل ہے۔

'کیفیت اسمائے راجایان و بادشاہانِ دہلی'(۱) از میر ہاشم علی حسینی

قدیم عہد سے متعلق تاریخوں میں میر ہاشم علی حسینی کی " کیفیت اسمائے راجایان بادشاہان دہلی" اہم ترین تالیف ہے۔ اس مخطوطے کا سن تصنیف ۱۸۰۲ء ہے، جو ۸۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تومر راجپوت سے لے کر مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی کے عہد تک کے واقعات درج ہیں۔ اس میں شاہ جہاں آباد (دہلی) کے بنانے کی بھی صراحت کی گئی ہے، مؤلف نے ہندوستان کے صوبوں کا بھی مختصر ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں بعض شہروں کے درمیان کی مسافت لاہور، کابل، قندھار، ملتان، گجرات، اجمیر، وغیرہ ریاستوں کی سرحدوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف سیاسی واقعات کی نظر ثانی کی گئی ہے بلکہ معاشرتی اور جغرافیائی حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

---

(۱) یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ جس کا ذکر نصیرالدین ہاشمی نے 'کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات' جلد اوّل ص۔ ۲۳۵ پر کیا ہے۔ اس کتاب کے عنوان کو لے کر اختلاف ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے اس کا عنوان 'کیفیت اسمائے راجایان بادشاہان دہلی' درج کیا ہے جبکہ ڈاکٹر جاوید علی خاں نے 'کیفیات اسمہائے راجگان و بادشاہان دہلی' تحریر کیا ہے۔

راجاؤں اور بادشاہوں کے تذکرے کے علاوہ اس کتاب میں شہزادوں اور امراء ورؤساء کے مختصر سوانح حیات اور ان کے القاب وخطابات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے ہندوستان کے بعض حکمرانوں کے سکّوں کے بارے میں معلومات فراہم ہوتی ہے۔اس ضمن میں نہ صرف ملکی سکّوں کا ذکر شامل ہے بلکہ عراق، خراسان، بلخ، بخارا کے سکّوں کا بھی ذکر ہے۔ مجموعی اعتبار سے یہ کتاب تہذیبی وتمدنی اور سیاسی حالات کا اہم ترین ماخذ ہے۔

اس کتاب کی زبان دکنی اُردو ہے۔اس کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر جاوید علی کا کہنا ہے کہ

> *"The Language is Dakkani Urdu blended with Persian words.At places the language is almost purely Persian" (1)*

ذیل میں اس کتاب کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

" کیفیت و بادشاہان ہند

اسم نویسی بادشاہان اندر پرست عرف دلّی

بعد از پانڈو ہائیکہ مسلط شدند

بعد پانڈو ہائے قومیکہ تخت کے بیٹھے قوم تومر تھا تعداد اونہوں کی سلطنت تین سو پچیس برس چھ مہینے اٹھارہ دن مدت میں سولہ آدمی ہوئے تھے"

---

(1) Beginnings of Historical writings in Urdu, Dr. Javed Ali Khan, Journal of Pakistan Historical society, vol XLII, January, 1994, P 32

اختتام

پارچہ

۱۶اشرین	درسرین	۱۶اشر	۱۶ گرہ
سیرس	ایک پہر	ایک کر	یک درعہ

ترقیمہ

"پانزدہم شہر صفر المظفر ۱۲۱۷ھ بروز شنبہ بوقت
سہ پہر باتمام رسید۔ بدست میر ہاشم علی الحسینی"(۱)

'زبدۃ التواریخ'(۲) از مولوی عالم علی(۳)

عہد قدیم پر لکھی جانے والی تاریخوں میں "زبدۃ التواریخ" اہم ترین تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۸۵۶ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی، جو ۲۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بکر مادتیہ کے عہد سے لے کر ۱۸۵۰ء تک کی تاریخ درج ہے۔ اس کتاب کا سن تصنیف ۱۸۵۲ء ہے "زبدۃ التواریخ" کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

دفتر اوّل: اس میں راجگان ہند کی بادشاہی کا ذکر ہے

دفتر دوم: اس میں اہل اسلام کی سلطنت کا بیان ہے

دفتر سوم: اس میں سرکار کمپنی کی عمل داری کا بیان ہے

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، نصیرالدین ہاشمی، حیدرآباد، ص ۲۳۵

(۲) اس کتاب کا مطبوعہ نسخہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس عنوان کی فارسی میں نورالحق، جانی احمد بن علی بن محمد باقر الاصفہانی نے لکھی ہے، جس کا ذکر ڈاکٹر شفیق نے 'فہرست مخطوطات اردو: امیرالدولہ پبلک لائبریری' میں ص ۱۵ تا ۱۶ پر کیا ہے۔ اسی نام کی ایک اور کتاب کا ذکر تذکرہ اکرام میں ص ۲۸ پر کیا ہے، جو خواجہ نورالدین لطف المعروف بہ حافظ آبروی کی ہے اس کا سن تصنیف ۱۲۲۷ء ہے۔

(۳) مصنف ضلع بھاگل پور کی کمشنری میں سررشتہ دار تھے۔

اس کتاب کا مخطوطہ انجمن ترقی اُردو پاکستان میں محفوظ ہے۔ ذیل میں اس تاریخ کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"خالق موجودات و مظہر مخلوقات نے نوع بنوع عالم اور نگ برنگ عالمیان کو عرصہ ہستی پر جلوہ گر فرمایا اور ان کی ہدایت کے لیے پیغمبران عارف و ناطق و کاشف حقایق کو بھیجا"

اختتام: حال جہاں جہانیان کو بغور دیکھ کر معلوم کرو کہ دنیا مقام قیام و دوام کا نہیں ہے اور نہ کسی موجودات و مخلوقات کو بقا ہے۔

جہاں میں بجز پاک پروردگار
نہیں ہے کسی کو بقا زینہار

ترقیمہ

"یہ کتاب زبدۃ التواریخ مؤلف جناب معلی القاب مولوی عالم علی صاحب قبلہ مدظلہ سر رشتہ دار کمشنری اضلاع بھاگل پور وغیرہ بتاریخ نویں شہر ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق بائیسویں ماہ فروری ۱۸۵۲ء ہاتھ سے بلدہ محمد عاشوری بہاری لکھی گئی"۔(۱)

'گل دستۂ ہند'(۲) از سیّد تاج الدین (۳)

سیّد تاج الدین کی تالیف "گل دستہ ہند" اہم ترین تاریخی تصنیف ہے۔اس کا سن تصنیف ۱۸۵۲ء اور سن کتابت ۱۸۶۹ء ہے، یہ مخطوطہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے،اس میں

(۱) بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اُردو پاکستان (جلد سوم) افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۱

(۲) اس کتاب کا ایک دیباچہ بھی ہے۔اس میں اس امر کی صراحت ہے کہ ۱۸۵۲ء میں منشی غلام بھیک نے مدراس کے مطبع جامع الاخبار میں اس کو طبع کیا تھا۔

(۳) سید تاج الدین مدراس کے متوطن تھے عربی اور فارسی کے ساتھ انگریزی سے بھی واقف تھے، وہ انگریزوں کو اُردو کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ان کا مدراس کے جامع الاخبار سے تعلق تھا۔

چار فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں سامانی خاندان سے سلطان محمود کے حالات وواقعات تک مختصر تذکرہ ہے، دوسری فصل میں سلطان مسعود فرزند محمود سے لے کر دلّی سلطنت کے غلام خاندان تک کے واقعات درج ہیں، تیسری فصل میں دہلی کے پٹھان بادشاہوں کا حال لکھا ہے چوتھی فصل میں مغل بادشاہوں کا حال لکھا ہے۔ اس میں انگریزی حکومت کا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ لارڈ لیک کے بیان پر تاریخ کا اختتام ہوتا ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے، اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

" حمد بیحد اس شہنشاہ حقیقی کو سزاوار ہے کہ جس نے اپنے قدرت کاملہ سے عرصۂ زمین پر انواع واقسام کے خلقت پیدا کر کے واسطے نظم ونسق دنیا کے اور انتظام اور خلایق کے بادشاہان الوالعزم کو کارخانہ عدم سے ساحت ہستی میں لاکر مخلوقات کو ان کا تابع کیا"

اختتام

"جب شاہ عالم اپنی خوشی اور رضامندی سے اپنی دولت کو انگریزی سرکار کے سپرد کیا اور لارڈ لیک صاحب بہادر کتیں اپنی خوشی سے شمشیر الملک کا خطاب دیا اور جب سے اب تک عالم شاہ کی آل اولا د احفاد وغیرہ چین وآرام سے کھا پی کر بے فکر ہیں اور سرکار انگریزی کے حق میں دوام دولت چہتے ہیں"

ترقیمہ

"یہ کتاب بموجب فرمانے جناب پیر ومرشد قبلہ برحق حاجی الحرمین شریفین و البغدادی حضرت سیّد شاہ مرتضیٰ قادری مدظلہ جاگیردار تمن، ہتی سجادہ نشین درگاہ قصبۂ ہنما گر بتاریخ پچسیویں ذیقعدہ ۱۲۸۵ ہجری نبوی۔ فدوی میر اصغر علی قاضی تعلقہ گنگاوتی نے لکھا"(۱)

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اوّل، نصیر الدین ہاشمی، حیدرآباد، ص ۲۴۰ تا ۲۴۱

'عمدۃ التواریخ' از رتن لال مست

عہد قدیم سے متعلق تاریخوں میں رتن لال کی تالیف " عمدۃ التواریخ" اہم ترین تاریخی تصنیف ہے، یہ ایک قلمی نسخہ ہے، جو ۳۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۸۵۲ء اور سن کتابت ۱۸۵۴ء ہے۔ یہ ہندوستان اور دکن کی مختصر تاریخ ہے، جس میں اولاً راجگان ہند کا حال اور اس کے بعد کے مسلمان سلاطین کا ذکر ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے فارسی، انگریزی تاریخوں سے استفادہ کیا ہے، یہ تاریخ کئی ابواب میں تقسیم ہے۔ کتاب کا آغاز راجگان ہند سے ہوا ہے اور اختتام لارڈ ڈلہوزی کے عہد پر ہوا ہے۔ آخر میں ایک تختہ بھی شامل ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ انگریز کس سن میں کس ملک پر قابض رہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔

'تاریخ ہند' (۱) از منشی سدا سکھ لال

یہ کتاب ۱۸۵۸ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں قدیم عہد سے ۱۸۵۷ء تک کے حالات و واقعات درج ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب کو مستند اُردو مآخذ اور انگریزی کتب کے انتخاب سے تالیف کیا ہے۔

اس کے علاوہ فارسی کے مستند ماخذات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں قطعۂ تاریخ ۱۸۵۷ء درج ہے، یہ کتاب چار ابواب پر مبنی ہے۔ باب اوّل ہندوستان کے جغرافیائی حالات پر مشتمل ہے۔ باب دوم ہندوستان کی قدیم تاریخ کے بیان میں ہے۔ باب سوم میں اہلِ اسلام کے بادشاہوں کے حالات درج ہیں اور باب چہارم انگریزی عملداری کے بیان میں ہے۔

---

(۲) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری رامپور

'تاریخ ستارۂ ہند'[1] از منشی طوطارام شایاں[2]

یہ کتاب ۱۸۷۲ء میں لکھنو سے شائع ہوئی، جو قدیم عہد سے ۱۸۵۶ء تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو تین حصّوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلے حصّے کا عنوان "راجہ جدشٹر سے ہندو راجاؤں تک مسلسل سلسلہ" ہے۔ دوسرے حصّے کا عنوان "بادشاہان اسلام کا شمار بہادر شاہ ظفر دہلی تک فی الجملہ" ہے تیسرے حصّے کا عنوان "ثالث بالخیر کوائف ملک اودھ نواب برہان الملک سعادت خاں بہادر سے حضرت واجد علی شاہ تک" ہے۔ کتاب کے آخر میں قطعاتِ تاریخ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء درج ہے، یہ کتاب ۶۸ صفحات پر مبنی ہے۔

'فتوحاتِ ہند'[3] از عنایت حسین بن حضرت شیخ غلام عباس

۱۸۷۲ء میں عنایت حسین بن شیخ غلام عباس کی تالیف "فتوحات ہند" کانپور سے شائع ہوئی، جو عہد قدیم سے عہد ملکہ وکٹوریہ تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۶۴ صفحات پر مبنی ہے۔

اس کتاب کے تین حصّے ہیں، پہلے مقدمۂ کتاب ہے، جس میں حدود و قدامتِ ہند کا انتخاب ہے۔ حصّہِ اوّل حکومتِ ہنود پر مشتمل ہے، یعنی فرمانروایان ہند کا ذکر ہے اور جدول میں خلاصہ بھی درج ہے، دوسرا حصّہ نو ابواب پر مشتمل ہے، جس میں نو خاندان اسلام کے شاہان تیموریہ تک یعنی بہادر شاہ ثانی تک کے واقعات درج ہیں اور ہر باب کے آخر میں نقشے خلاصہ بطور انتخاب ہیں۔ اس حصّے میں جن

---

(۱) مملوکہ: رضا لائبریری رامپور

(۲) منشی طوطارام شایاں لکھنؤ کے باشندے تھے۔ شایاں کے والد منشی آتمارام دادا سکھ رائے اور پردادا بنشارام تھے۔ پردادا بڑے نامی شخص تھے اور ان کے والد رائے تکسی رام کو آصف الدولہ بہادر نے رائے کا خطاب دیا تھا، منشی طوطارام کی وفات ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔

(۳) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی، آزاد بھون لائبریری۔

موضوعات پرغوروفکر کیا گیا ہے۔ان موضوعات میں حکومت خلفائے عباسیہ تا ۱۸۶۱ء ذکرِ خلیفہ ولید کا، ذکرِ حکومت خاندان غزنویہ از ۹۹۷ء تا ۱۱۸۹ء آخر سلطنت خسرو ملک ذکر سلطان محمود غزنوی کا مع ۱۲ حملۂ ہند کے، حکومت خاندانِ غوری میں، ذکرِ سلطنت خاندان غلامان، ذکرِ سلطنت خاندانِ خلجیاں، عہد جلال الدین فیروز ۱۲۸۸ء سے زمانہ مبارک شاہ وخسرو شاہ ۱۳۲۱ء تک، ذکر سلطنت خاندانِ تغلق، ذکرِ سلطنت خاندان سادات بہ نہایت شاہ رخ ابن تیمور صاحبقران، ذکرِ سلطنت خاندانِ لودھی، بہلول لودھی کی سلطنت، سلاطینِ خاندان مغلیہ کے حالات وواقعات درج ہیں۔

تیسرا حصّہ ابتدائے ۱۶۰۰ عیسوی سے لے کر ۱۸۶۳ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس حصّے میں دو باب ہیں۔تیسرے حصّے کے آخر میں جدول خلاصہ حکومت کمپنی بہادر وبعد ختم ٹھیکہ کمپنی ملکہ معظمہ لندن مندرج ہے۔

'مخزن التواریخ' از منشی حسن علی

۱۸۷۴ء میں "مخزن التواریخ" بنگلور سے شائع ہوئی، جو ۲۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں عہد قدیم سے عہد تصنیف تک کے حالات وواقعات درج ہیں، یہ کتاب ہارڈنگ لائبریری میں محفوظ ہیں۔

'طلسم ہند' (۱) از منشی طوطارام شایاں

یہ کتاب عہد قدیم سے زوالِ سلطنت مغلیہ اور ریاست اودھ تک کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۷۴ء میں مطبع نول کشور واقع لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ یہ ۵۱۴ صفحات پر مشتمل ہے، ۵۱۴ صفحات کے بعد صفحہ ایک سے ۳۱ تک تمہ طلسم ہند متضمن حالاتِ اودھ درج ہیں۔" طلسم ہند" پانچ طلسموں پر مبنی ہے۔ پہلے طلسم میں سیاروں کی پیدائش کا حال اور تمام ہندو راجاؤں کے حالات سے لے کر عہد راجہ

---

(۱) مملوکہ اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

سرورق ''طلسمِ ہند'' مؤلفہ طوطارام شایاں
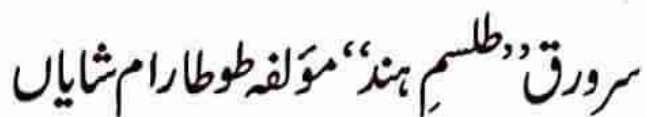
جدٔہشٹر تک کے حالات درج ہیں، دوسرے طلسم کا عنوان "بعد اختتام سلطنت راجہ جدہشٹر جملہ ہندوراجاؤں کا حساب اور بادشاہان اسلام کی روداد" ہے۔ یہ طلسم پانچ سیر پر مشتمل ہے۔ سیر اوّل میں " ہندوراجاؤں کی ابتداء سے راجہ پتھوراتک جس پر خاتمہ ہندوستانی راج تک کا ہوا" کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، سیرِ دوم جو شہاب الدین محمد غوری کے عہد سے بہادر شاہ ظفر تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ سیرِ سوم نظام الدین الملک آصف جاہ کے عہد پر مبنی ہے۔ سیر چہارم کا عنوان "شاہ ٹیپو قمر پرنور برج حیدرنا یک بحکم تقدیر غروب نیز اقبال تک جنگ وجدال" ہے۔ سیرِ پنجم میں فرمانروایان بنگال کے حالات تحریر ہیں۔

تیسرا طلسم اودھ کے حالات پر مشتمل ہے، جو چھ سیروں پر مبنی ہے۔ سیر اوّل کا عنوان "آغاز برہما سے تمام سورج بنسی راجاؤں کا حال ست جگ سے لے کر ابتدائی کلجگ تک سلسلہ وار موجود" ہے، سیر دوم وقت شاہ جہاں سے نواب وزیروں کا بیان مشرح نواب سعادت علی خاں تک کے حالات پر مشتمل ہے، سیر سوم غازی الدین حیدر کا تخت پر بیٹھنا اور کیفیت لکھنؤ، حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ کی حکومت تک کے حالات پر مبنی ہے، سیر چہارم کا عنوان "فرخ آبادی پٹھانوں کا معاملہ جس کا لقب باون ہزاری تھا اور مسند ریاست پر متمکن تھا، چنانچہ محمد خاں نام افغان بنگش سے آغاز پایا اور انجام کو پہونچا"۔

سیر پنجم میں افغان بریلی، بنگشی خاندان کی اور پرنیشن لکھنؤ کے نواب وزیروں کے ساتھ حرب وضرب درج ہے، سیر ششم ذکر ریاست افاغنہ روہیل جو رامپور، بریلی میں صاحب مسند تھے مندرج ہے، چوتھے طلسم میں مختلف ذکر راج اور ریاست اہل ہندوراجگان مغربی وشمالی ہندوستان کا حال درج ہے، پانچویں طلسم میں ہندوستان میں انگریزوں کا عروج اور لارڈ کلائیو سے لے کر گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ کے جملہ حالات اور ان کی حرف بحرف نظم ونسق کے ساتھ تفریح و تشریح سمیت قلمبند ہیں۔

'تاریخ ہندوستان ملقب بہ واقعات ہند' (۱) از مولوی کریم الدین (۲)

یہ کتاب ۱۸۷۵ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۲۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں عہد قدیم سے ۱۸۵۸ء تک کے حالات درج ہیں، یہ کتاب تین حصوں پر مبنی ہے۔ حصہ اوّل کا عنوان "شروع آبادی ہندوستان سے لے کر ۷۰۵ء تک یعنی مسلمانوں کی شروع عملداری" ہے۔ دوسرے حصے کا عنوان" مسلمانوں کی عملداری کا بیان ۷۰۵ء سے لے کر شروع عملداری انگریزوں تک" ہے۔ تیسرے حصے کا عنوان "شروع عملداری انگریزوں سے تمام وقائع ہندوستان کے جو کمپنی کی عملداری میں واقع ہوئے ہیں" یعنی اس میں حکومت انگریزی اور سلطنت شاہان لندن کا بیان درج ہے، یہ حصہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل کا عنوان" کمپنی بہادر کی حکومت ۱۸۵۷ء تک" ہے اور دوم کا عنوان" ختم ہونا حکومت کمپنی بہادر اور شروع ہو جانا سلطنت معظّمہ وکٹوریہ فرمانروای لندن کا" ہے۔ اس باب میں غدر ۱۸۵۷ء کے اسباب چربی کی کارتوس کی کیفیت، بغاوت کے مرکز وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کے آخر میں انگریز گورنر جنرلوں کی فہرست وارن ہسٹنگز سے ایلجن ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۳ء تک درج ہے۔

'تاریخ بدیع ہندوستان' (۳) از پنڈت کشن لال

۱۸۷۸ء میں پنڈت کشن لال کی تالیف "تاریخ بدیع ہندوستان" لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۲۳۰ صفحات اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں علم تاریخ کی کیفیت، پیدائش انسان اور علوم و مذہب کا بیان، وید و پران، فرقہ برہمن،

---

(۱) یہ کتاب کالن اے آر برونگ بہادر ایم اے ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن ملک اودھ کے حکم سے لکھی گئی۔ یہ کتاب ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ، رامپور رضا لائبریری، نذیریہ اور صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔

(۲) مؤلف حلقہ لاہور کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔

(۳) مملوکہ آزاد بھون لائبریری۔

فرقہ شورد، فرقہ کایت کے بیان، چین شاستروں کا بیان درج ہے۔ حصہ دوم میں قدیم ہندوستان کے راجاؤں، دلی سلطنت کے سلاطین کا تذکرہ، مغل بادشاہوں میں ہند میں بابر سے لے کر شاہ عالم، اکبر شاہ، بہادر شاہ اور انگریزی سلطنت کا بیان ہے، خاتمے میں مصنف کے حالات درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں تین تتمے ہیں۔ تتمہ اوّل میں راجاؤں کی فہرست درج ہے۔ دوم تتمہ میں مردم شماری ہندوستان ہے۔ سوم تتمہ میں توضیح اسمای ہندی مندرجہ مہابھارت وغیرہ کے بیان میں ہے۔

'اخلص التاریخ' از حکیم سیّد حفاظت حسین حیدری

۱۸۸۱ء میں حکیم سیّد حفاظت حسین حیدری کی تصنیف "اخلص التاریخ" قصبہ موہان ضلع اناؤ سے شائع ہوئی، اس میں قدیم عہد سے بہادر شاہ ظفر تک ہندوستان کی تاریخ درج ہے۔

'تاریخ ہندوستان' (۱) از مولوی ذکاء اللہ

یہ کتاب عہد قدیم سے بہادر شاہ ظفر تک کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۸۹۷ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، یہ تاریخ دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل ۴۰۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں قدیم عہد سے لے کر ہندوستان میں غلام خاندان کی حکومت تک کے حالات و واقعات درج ہیں۔

جلد دوم ۳۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں خلجی، تغلق، لودھی اور سیّد سلاطین کی تاریخ درج ہے۔ جلد سوم ۲۸۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس جلد کے تین حصے ہیں۔ حصہ اوّل میں بابر نامہ، حصہ دوم شگرف نامۂ ہمایوں، حصہ سوم میں رزم نامۂ شاہی یعنی اس میں شیر شاہ سوری کا حال از ابتداء تا انتہاء اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

ہمایوں کے دوبارہ سلطنت حاصل کرنے کا بیان درج ہے۔ جلد چہارم ۳۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کے دو حصے ہیں۔ حصہ اوّل میں سندھ، گجرات، مالوہ بنگال، بہار اور تاریخ سلاطین جونپور کے حالات درج ہیں۔ حصہ دوم: تاریخ سلاطین بہمینہ دکن، تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور، تاریخ سلاطین عمادیہ مملکت برار، تاریخ سلاطین بریدشاہیہ کے حالات پر مشتمل ہے، آخر میں ضمیمہ ہے، جس میں پرتگیزوں کا بیان ہے۔

جلد پنجم ۱۰۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کا نام "اقبال نامۂ اکبری" ہے اس میں جلال الدین محمد اکبر کے عہد کا بیان اوّل سے آخر تک درج ہے، جلد ششم ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد کا نام کارنامۂ جہانگیری ہے۔ اس میں نورالدین محمد جہانگیر کے عہد کا حال درج ہے۔

جلد ہفتم ۵۵۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس جلد کا نام "ظفر نامۂ شاہ جہاں" ہے یہ جلد شہاب الدین محمد شاہ جہاں کے عہد پر مشتمل ہے۔ جلد ہشتم ۵۰۶ صفحات کی ضخامت رکھتی ہے۔ اس جلد کا نام "بادشاہ نامہ عالمگیری" ہے۔ اس میں اورنگ زیب عالمگیر کا حال از اوّل تا آخر تک لکھا ہے۔ جلد نہم ۳۵۸ صفحات پر مبنی ہے، یہ جلد مغل سلطنت کے زوال پر مشتمل ہے، یعنی شاہ عالم جانشین عالمگیر سے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک کے حالات درج ہیں۔ جلد دہم ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں سراج الدین ظفر کے عہد کے حالات درج ہیں۔

'مقدمۂ تاریخ ہند قدیم' (۱) از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں نجیب آباد سے شائع ہوئی، جو ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں مؤلف نے تاریخ کے تین حصوں یعنی عہد ہنود، عہد

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

اسلامیہ اور عہدِ انگلشیہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا ہے۔ ان میں اقوام عالم، ابوالبشر آدم علیہ السلام اور نسل انسانی کی ابتدائی آبادی تقسیم اقوام باعتبار نسل آریہ قوم کا قدیم وطن، آریوں اور ایرانیوں کی مذہبی مماثلت، آریہ قوم کے متعلق خیالات، ہندوستان میں فن تحریر، ہندوؤں کی مذہبی کتابیں اور تاریخ عہدِ قدیم، مہابھارت، چینی سیاحوں کے سفر نامے، ایرانی نوشتے اور تاریخ ہند قدیم، شاہ نامہ فردوسی مسلم مورخین وغیرہ دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

'مختصر تاریخ ہند' (۱) از ملک غلام محمد خاں جوہر

اس میں عہد قدیم سے تقسیم بنگال تک کے حالات وواقعات درج ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۱۶۸ صفحات اور تین حصّوں میں منقسم ہے۔ حصہ اوّل دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں عہد قدیم یعنی آریہ قوم کی ہندوستان میں آمد سے چولا اور پانڈیہ خاندان تک کے واقعات درج ہیں۔ اس حصّے کے آخر میں مؤلف نے اس پہلو کی طرف عکاسی کی ہے کہ "سنہ ۲۰۰ء سے سنہ ۱۲۰۰ء تک کے زمانے میں ہندوستان میں کوئی باقاعدہ مرکزی حکومت نہیں تھی، ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، نااتفاقی سے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا۔ یکے بعد دیگرے تمام ہندو حکومتیں فنا ہو گئیں"(۲)

حصہ دوم مسلمانوں کے ابتدائی حملے اور سندھ کی فتح سے لے کر مغلیہ سلطنت کے زوال کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے، اس حصّے میں ۱۶ فصلیں ہیں۔ حصہ سوم انگریزوں کے عہد سے متعلق ہے۔ اس میں فرنگی اقوام کی ہندوستان میں تجارت سے لے کر بنگال کی تقسیم تک کے حالات درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری رامپور۔

(۲) مختصر تاریخ ہند، ملک غلام محمد خاں جوہر لکھنؤ، ۱۹۳۸ء، ص ۳۱

'تاریخ ہند' از ہاشمی فرید آبادی

یہ کتاب ۱۹۳۹ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی، جو عہد قدیم سے برطانیہ عہد تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس کی چار جلدیں ہیں۔جلد اوّل ۱۶ ابواب اور ۳۰۵ صفحات پر مبنی ہے۔اس میں ہر ایک باب کا تمتہ ہے۔اس کے علاوہ ہر باب کئی فصلوں میں بٹا ہوا ہے۔یہ جلد عہد قدیم سے لے کر ہندوستان پر مسلمانوں کے تسلط کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ اس جلد کے ۱۶ ویں باب میں دکن کی ریاستوں میں خاندان چالوکیہ کا فروغ، پل کیسن اوّل دوم راشٹر کوٹ، چالوکیہ خاندان کا دوسرا دور، جنوبی ریاستوں میں پالوا یا پلوی، مہندر ڈرمن اور نرسم ہارورمن، چولا خاندان کلوتنگ چولا، پانڈیا اور چولوں کے نظم ونسق اور فنون پر روشنی ڈالی ہے۔
جلد دوم میں تین ابواب اور ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے، ہر ایک باب کئی فصلوں پر مبنی ہے۔یہ جلد دلّی سلطنت کے آغاز سے تغلق خاندان کے عہد کے حالات پر مشتمل ہے۔تیسرے باب کے تمتّے میں شاہان بہمنی کے اور وجیانگر کے راجہ کے حالات درج ہیں۔جلد سوم میں مؤلف نے عربی، فارسی اور انگریزی کے مستند ماخذوں کے حوالے سے مغلیہ سلطنت کے آغاز سے لے کر ہندوستان میں اہل یورپ کی آمد تک کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔یہ جلد سات ابواب اور ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس جلد کے آخر میں تمتہ فہرست ماخذات میں مصنف نے عربی و فارسی کی تقریباً ۸۶ مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔گویا یہ جلد اپنے موضوع اور اس کے جملہ متعلقات کا احاطہ کرتی ہے۔تاریخ ہند جلد چہارم ۱۴۷ صفحات اور چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ہر باب کئی فصلوں پر مبنی ہے۔اس میں بنگال کی دیوانی ملنے سے لے کر ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ ایکٹ کے لاگو ہونے اور اس کی دفعات کا تذکرہ بڑی وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔اس جلد میں جن موضوعات پر غور وفکر کیا ہے۔ان میں بنگال کی دیوانی، بنگال میں کمپنی کی حکومت وارن ہسٹینگز کا عہد، کارنوالس، جان شور، تیسری جنگ میسور، ویلزلی کا عہد، پہلی

جنگ برما، انگریزی تعلیم کا آغاز، ہنگامہ ۱۸۵۷ء اور اس کے اسباب، عہد شایانِ برطانیہ، برطانوی حکومت کی تعلیم وتمدن واصلاحات پر روشنی ڈالی ہے۔

'تاریخ جنوبی ہند' از محمود خاں محمود (۱)

یہ کتاب جنوبی ہند کی قدیم تاریخ سے لے کر جنوبی ہندوستان میں مغلوں کی آمد محاصرۂ ارکاٹ کے واقعات تک مبنی ہے، جو ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی، اس کے ۴۱۹ صفحات ہیں۔ شروع میں جنوبی ہندوستان کا جغرافیہ، دراوڑی قوم اور اس کی تہذیب، آریوں کی آمد، قدیم حکمراں خاندانوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد جنوبی ہندوستان میں عرب سیاحوں اور اسلام کی آمد کا ذکر ہے۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے فارسی اردو اور انگریزی کے مستند ماخذوں سے استفادہ کیا ہے۔

مؤلف نے اس میں جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا ہے، وہ ہیں جنوبی ہندوستان کے عہد قدیم کی تہذیب وتمدن، آرین اور ڈریوڈین قوموں کی معرکہ آرائیاں، ملک کی موجودہ سیاست اور پانچ سالہ ہندو مسلم سیاسی تعلقات رسم ورواج متعدد فوٹو بلاک بھی منسلک ہیں۔ ان حالات وواقعات کے اس میں شجرے بھی درج کئے ہیں۔ ان میں سلاطین خاندان بہمنیہ، شجرۂ خاندانِ عادل شاہ، قطب شاہ، نظام شاہی راجگانِ و جیانگر، سلاطین ہم عصر عہد کے شجرے بھی منسلک ہیں۔ کتاب کے آخری حصے میں چند ضمیمے ہیں جن میں ان مضامین پر بحث ہے۔ تاریخ میسور، جنوبی ہند کی دوسری ریاستیں، یورپین اقوام کا جنوبی ہند میں آنا اور ان کی باہمی کشمکش، جنوبی ہند کی تاریخ، جنوبی ہند کا محرم، رزم نامہ، وغیرہ چند تاریخی غلط فہمیوں کی اصلاح، چند تاریخی ناموں کی اصلاح، کتاب کے آخر میں ایسے مقامات اور مکانات کے فوٹو بھی ہیں۔ جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔ ان کے علاوہ چند نقشے بھی منسلک ہیں۔ جس سے جنوبی ہند کے مختلف دوروں اور مختلف سلطنتوں کی وسعت اور بیرونی حملہ آوروں کی تاخت وتاراج اور تسخیر کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

---

(۱) "تاریخ سلطنتِ خداداد" اور "ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں" کا بھی مصنف ہے۔

(II) عہد وسطیٰ سے متعلق تاریخیں

ابتدائی عہد وسطیٰ سے عہد برطانیہ تک بڑی تعداد میں اردو میں کتابیں لکھی گئیں۔ان میں سے بعض کتابیں تو صرف ہندوستان کے عہد وسطیٰ تک ہی محدود ہیں اور بعض کتابیں عہد وسطیٰ سے عہد جدید تک کی تاریخ کا احاطہ کرتی ہیں۔اس کے علاوہ کچھ کتابوں کی ابتداء ہندوستان میں عربوں کی آمد سے کی گئی ہے۔تو کچھ کتابوں کی ابتداء ناصرالدین سبکتگین،محمود غزنوی،غوری، تغلق،امیر تیموریہ سے کی گئی ہے۔

۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک عہد وسطیٰ پر لکھی جانے والی کتابیں مختلف موضوعات پر لکھی گئیں ان موضوعات میں سیاسی،اقتصادی،انتظامی،درباری معاملات، مختلف سلسلوں،ہندوستان پر حملوں اور جنگوں سے متعلق وغیرہ اہم ہیں، چونکہ وسطیٰ ہندوستان کے موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔میں نے بیشتر کتابوں کا ذکر کیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہمیت کی حامل ہیں۔باب کے اس حصے میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں (قلمی نسخوں) کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

'تاریخ ہندوستان'

عہد وسطیٰ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں "تاریخ ہندوستان" اہم ترین کتاب ہے۔اس کا سن تالیف تقریباً ۱۷۸۲ء ہے۔اس میں امیر تیمور سے لے کر ۱۷۸۰ء تک کے ہندوستان کی تاریخ کے اہم واقعات درج ہے۔کتاب کے شروع میں امیر تیمور اور اس کی اولاد کا ذکر ہے۔اس کے بعد شیر شاہ سوری، ہمایوں کی ہندوستان میں واپسی اور اس کی وفات، اکبر جہانگیر، شاجہاں، اورنگ زیب اور بہادر شاہ اوّل کے عہد کے حالات وواقعات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

مؤلف نے بہادر شاہ اوّل کے جانشینوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس عہد کی سیاسی ہنگامہ آرائیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس ضمن میں سکھوں اور ان کے گروہ کا

حال، فرخ سیر اور سادات بارہہ کی کشمکش کا تذکرہ کیا ہے۔ دہلی کی طوائف الملوکی، نادرشاہ، احمد شاہ ابدالی، سورج مل کی تباہیوں، سکھوں، جاٹوں اور کھتاری قوم کے ساتھ برطانوی حکومت کے تعلقات وغیرہ پہلوؤں پر نظرثانی کی ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں نہ صرف مغل بادشاہوں کا ذکر کیا ہے بلکہ بعض امراء کے احوال پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں امیر خاں عمدۃ الملک، قمرالدین خاں اور نظام الملک آصف جاہ کے خاندانی وابتدائی حالات درج ہیں۔ ان کے علاوہ سراج الدولہ، ناصر جنگ اور مظفر جنگ، حیدرعلی اور ٹیپو سلطان کے حالات اور ان کی معرکہ آرائیوں کی روداد قابل مطالعہ ہے۔

کتاب کے آخری حصّے میں ان اسباب و واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزوں کا اثر ورسوخ بڑھا۔ اس میں سکھوں، مرہٹوں، حیدرآباد، میسور، لکھنؤ اور دہلی کے حالات درج ہیں۔

اس کتاب کا خاتمہ دوسری جنگ میسور پر ہوا ہے۔ تاریخ ہندوستان کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف سیاسی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلکہ معاشرتی اور تمدنی حالات کا بھی ذکر شامل ہے۔

جہاں تک اس تاریخ کے اسلوب کا تعلق ہے تو وہ عام فہم ہے۔ اس کتاب کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر جاوید علی کا کہنا ہے کہ

> *"The Language of the Tarikh-i-Hindustan is simple and it is written in a straight forward manner. It does not contain any verse. The writer has maintained the flow of language throughout the book. The orthography is also different from that of the present days."(1)*

---

(1) Beginnings of Historical writings in Urdu, Dr. Javed Ali Khan. Journal of Pakistan Historical society. vol. XLII, January, 1994, P. 27

اس کتاب کے ماخذ کے بارے میں ڈاکٹر زور کا کہنا ہے کہ

"یہ دراصل، فارسی کتاب ملخص التواریخ سے ماخوذ ہے۔ جسے فرزند علی الحسینی ساکن مونگھیر نے ۱۱۵۳ھ میں تالیف کیا تھا"۔ (۱)

یہ مخطوطہ کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ ذیل میں اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"تیمور پادشاہ جس کے خاندان کی سلطنت ہندوستان میں چارسو برس قریب رہی اس کا حال یوں بیان کرتے ہیں"

اختتام

"نادرشاہ کی طرف کے قزلباش صمصام الدولہ اور امیرالامراء پر ڈور کر لوٹ مار کرنے لگے۔ پانچ چھ گھڑی کے عرصے میں"(۲)

اس مخطوطے پر مصنف کا نام درج نہیں ہے۔

'انتخابِ سلطانیہ' از خلیل علی خاں اشک

اس کتاب کا سنِ تالیف ۱۸۰۵ء ہے یہ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ میں محفوظ ہے، جس کا ذکر ڈاکٹر عبیدہ (۳) نے کیا ہے۔ یہ نسخہ ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں دلّی کی ابتدائی تاریخ سے لے کر شاہ عالم کے عہد تک بادشاہوں کی تاریخ درج ہے، دلّی کی ابتدائی تاریخ بیان کرنے کے بعد سلطان معزالدین شاہ کا ذکر ہے۔

(۱) تذکرہ اردو مخطوطات (جلد اول) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ص ۲۷۰

(۲) تذکرہ اردو مخطوطات (جلد اول) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ص ۲۷۱

(۳) فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، عبیدہ بیگم، ص ۵۱۵

اس کی ہندوستان میں آمد، فتح، نظامِ حکومت اور قطب الدین ایبک کی جانشینی کا احوال تحریر ہے۔ اس کے بعد مملوک، خلجی، تغلق، لودھی، پٹھان اور مغل بادشاہوں کے حالات اور ان کے عہد کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر عبیدہ نے لکھا ہے کہ

"انتخاب سلطانیہ" ہندوستان کے بادشاہوں کی مختصر مگر جامع تاریخ ہے۔ اشک نے ہر بادشاہ کے ذیل میں اجمال سے اہم واقعات کو درج کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر واقعات بادشاہوں کے عادات واطوار، سیاسی حکمتِ عملی، دانشمندی اور تدبر وغیرہ کی جانب اشارہ کیا ہے"(۱)

اس کتاب میں دوسرے حکمرانوں کی بہ نسبت مغل بادشاہوں کی تاریخ تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ انتخاب سلطانیہ کی سب سے اہم خصوصیت اس کا اسلوبِ نگارش ہے۔ اس کی تحریر میں کہیں بھی انشاء پردازی رنگین بیانی سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ بلکہ عام اسلوب کی طرح سادہ اور عام فہم ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مؤلف نے حالات وواقعات مستند تاریخوں کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔ اس کتاب میں تحقیق وصداقت پر توجہ دی گئی ہے۔ جو تاریخ نگاری کی اہم ترین خصوصیت ہے۔

'تواریخ غوری' (۲) از بلاقی داس (۳)

یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غوری اور خلجی سلاطین کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ مختلف سلاطین کے ذکر کے ساتھ ان کے امراء ورؤساء کا حال بھی درج ہے۔

---

(۱) فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، عبیدہ بیگم، ص ۵۱۵۔

(۲) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۳) مصنف کی اور کتابوں کے نام ہیں: تاریخ جوبلی مع کیفیت جلسہ، جوبلی واعلان شاہی، گلدستہ اودھ، غنچۂ عشرت المعروف تحفہ مرغوب وغیرہ۔

اس کے علاوہ سلاطین کے واقعات ،ان کے معاشرتی اور بعض تمدنی واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔اس کتاب کا اسلوب عام فہم اور آسان ہے۔

'تواریخ آئینۂ ہند' از بلاقی داس

یہ کتاب دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ درج ہے۔اس کا اشاعت سن ندارد ہے۔

'تاریخ دربارِ قیصری' (۱) از مرزا محمد اکبر علی خاں

یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۴۷ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں ابتدائی عہد وسطیٰ سے عہد جدید تک کے واقعات درج ہیں۔یعنی اس میں ہندوستان کا جغرافیہ، ہندو مسلم سلاطین اور برطانوی سلطنت کے حالات نیز کابل، نیپال، مسقط، حیدرآباد دکن، قلات، کشمیر، بھاول پور، مالوہ، راجپوتانہ، بندیل کھنڈ، بمبئی اور مدراس وغیرہ ہندوستانی ریاستوں کا تذکرہ درج ہے۔یہ کتاب تاریخ و جغرافیہ کے نقطۂ نظر سے ایک بیش قیمتی ماخذ ہے۔مؤلف نے استفادہ عام کے لیے ایک قاعدہ نوشخواند ہرسہ خطوط کا لکھ کر خاتمے کے بعد بطور ضمیمہ لگا دیا ہے۔اس کتاب کو مؤلف نے بیادگار دربار اختیار خطاب حضرت ملکہ معظمہ منعقدہ یکم جنوری ۱۸۷۷ء معہ تصاویر بادشاہان ہفت اقلیم و روساء ممالک ہندوستان و دربار عمارات دہلی وغیرہ قاعدہ نوشت اردو، انگریزی اور ناگری زبان سے تالیف کی ہے۔اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں رپورٹ ہائے سرکاری و اخبارات اردو، انگریزی خصوص پالمال گزٹ وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

---

(۱) یہ کتاب مصنف نے دربار منعقدہ ۱۸۷۷ء کی یادگار میں تالیف کی ہے۔اس کی عبارت اردو اور ناگری زبان میں ہے۔یہ کتاب رامپور رضا لائبریری میں ہے۔اس کتاب کا عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہے۔

'اُم التواریخ' از سیّد ظہوالدین حسن گلاڈی

اس کتاب میں سبکتگین سے عالمگیر کے انتقال تک کے حالات درج ہیں۔اس مخطوطے کا سنِ تصنیف ۱۸۸۰ء ہے، جو ۷۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کتاب کا خاتمہ عالمگیر کی اولاد کے بیان پر ہوا ہے۔یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، ذیل میں اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"یہ گلستان بے خزاں شامل ہے او پر نو شجروں
اور دو شعبوں اور ثمروں اور مقدمہ و خاتمہ کی
و ہوالموفق بالابتداء والانتہاء ابیات
اگر میرے گلستان میں گذر بڑا ہو جوں بلبل
کسی جا خار اگر آویں نظر اور جا بجا ہوں گل
مناسب ہے کہ تو اوس خار سے جی میں نہ کمہلاوے
نہ گھبراوے چمن سے اور نہ دل میں بیکلی لاوے"

نفس مضمون کا آغاز یہ ہے:

"قدیم نام تو اسی شہر کا اندر پرست ہے کثرت
استعمال سے اندر پتہ رہ گیا چنانچہ اب تک پرانے قلعہ کے
پاس موضع اندر یت موجود ہے"

اختتام

"پنجم نواب مہر النساء بیگم زوجہ سلطان ایزد بخش پسر مراد بخش
برادر عالمگیر بادشاہ سوم صفر ۱۱۱۶ھ کو روانہ سرائے آخرت ہوئیں"

قطعۂ تاریخ کے دو شعر ذیل درج ہیں۔

ہزاروں وہ لکھیں باتیں کہ اصلیت نہیں جن کی
کہاں وہ اور یہ فرق زمیں و آسماں دیکھا
کہا ہاتف نے تاریخ عجوبہ نام و سال اس کا
دوم نام اس کا تاریخ یگانہ دو جہاں دیکھا (۱)

۱۲۹۷ھ

'مرقعہ بے نظیر و مجموعہ دلپذیر یعنی غنچۂ عشرت معروف بہ تحفۂ مرغوب' (۲)

از

منشی بلاقی داس

یہ کتاب ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی، جو ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں امیر تیمور بادشاہ سے بہادر شاہ ظفر تک کے واقعات درج ہیں۔ مؤلف نے ملکاؤں اور ان کے ادبی ذوق کا ذکر کیا ہے۔ ان میں حمیدہ بانو بیگم زوجہ امیر تیمور، مہروش بانو بیگم زوجہ محمد جلال الدین میراں شاہ، آرام جاں بیگم زوجہ سلطان محمد مرزا، حمیدہ بانو بیگم و حاجی بیگم، زوجہ ہمایوں، ماہم زوجہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ، دختر راجہ بھارامل ماڑواڑ زوجہ ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ، مہر النساء عرف نور جہاں، نواب جودہ بائی، صبیہ راجہ بھگوان داس والیٔ جودھپور زوجہ ثانی جہانگیر، ارجمند بانو بیگم، عزیز النساء زوجہ شہاب الدین محمد شاہ جہاں نواب بائی عرف دلرس بانو بیگم زوجہ اورنگ زیب، نظام بائی عرف نور النساء زوجہ محمد معظم ملقب شاہ عالم بادشاہ، انوپ بائی زوجہ جہاندار شاہ، دختر اجیت سنگھ والیٔ جودھپور زوجہ فرخ سیر، خجستہ بیگم زوجہ رفیع الدرجات، سرہندی بیگم و فتحپوری محل بیگم زوجہ رفیع الدولہ محمد شاہ جہاں بادشاہ غازی، ادہم بائی زوجہ محمد شاہ رنگیلا، مبارک بیگم زوجہ ابونصر احمد شاہ، نواب قدسیہ بیگم مخاطب بہ مبارک محل زوجہ عالی گوہر شاہ

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، نصیر الدین ہاشمی، جلد اول، ص۔ ۲۵۲ تا ۲۵۳

(۲) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری رامپور۔

عالم لعل بائی زوجہ ابوالنصر معین الدین محمد اکبر بادشاہ، زینت محل زوجہ بہادر شاہ ظفر۔ اس طرح اس میں تصویریات صحیح قلمی بیگمات شاہی وحالات کے اندر کی گئی ہے۔ یعنی کل تصویراتِ قلمی کا فوٹوگراف منسلک ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی اور کتب خانہ گنج بخش میں محفوظ ہے۔

'تاریخ ہند' از مرزا حیرت دہلوی

اس کتاب میں عہد وسطیٰ سے عہد جدید کی تاریخ پر تحقیقی انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مؤلف نے انگریزی حکمرانوں اور کانگریس کی جدوجہدِ آزادی پر تفصیل سے لکھا ہے، یہ مخطوطہ سات ابواب اور ۴۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سن کتابت ۱۸۸۷ء ہے، جونذیریہ پبلک لائبریری میں محفوظ ہے۔

'لُب التواریخ ہند' از حسام الدین

" لب التواریخ ہند" ۱۸۹۱ء میں بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس تاریخ میں ہندوستان میں عربوں کی آمد سے عہد عالمگیر ثانی کے عہد (۱۷۵۹ء) تک کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

'دربارِ اکبری' (۱) از محمد حسین آزاد

"دربارِ اکبری" ۱۸۹۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو عہد وسطیٰ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اہم ترین تاریخ ہے۔ اس کتاب میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے نجی، درباری و آئینی نیز سلطنت کے اہم ترین ارکان مثلاً امراء، وزراء اور علماء کے سوانح بڑی تفصیل کے ساتھ مع تمّمہ درج ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد نے اکبر کی زندگی کا ہر چھوٹا بڑا واقعہ جیسے اس کی مہمات، اخلاق، عادت، تفریح، مشاغل اور اس عہد کی

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

تصانیف، رسم و رواج، عمارات اور سلطنت کے دستور و آداب غرض کہ اکبر سے متعلق ہر چھوٹی بڑی بات قلمبند کی ہے، دراصل یہ کتاب اس عہد کے ہندوستان کی دلکش اور جامع تاریخ ہے۔

جہاں تک وقائع نگاری کا تعلق ہے تو اس میں ان تمام واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے، جن کا تعلق اکبر اور ہندوستان سے ہے۔ آزاد نے اس کتاب کو ایک مربوط و مسلسل کتاب کے طور پر نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے مختلف اشخاص اور افراد کے حالات و واقعات الگ الگ لکھے ہیں۔

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں انہوں نے آئینِ اکبری، اقبال نامۂ جہانگیری، تاریخ رشیدی، تاریخ شیر شاہی، تاریخ فرشتہ، خلاصۃ التواریخ، توزک جہانگیری، طبقاتِ اکبری، منتخب التواریخ، منتخب اللباب وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا، اس کے علاوہ اس کتاب میں جا بجا ٹاڈ کی تاریخ راجستان کے حوالے بھی ملتے ہیں۔

دربارِ اکبری میں محمد حسین آزاد نے اکبر کے عہد کو عہد زریں کے روپ میں پیش کیا ہے، ذیل کی عبارت میں اس پہلو کی عکاسی آزاد نے اس طرح کی ہے۔

> " آزاد میرے دوستو! اس زمانہ کے ہندو اور مسلمانوں کے لیے اگر کوئی عہد ہے، جس کی تقلید ملک کی بہتری اور خلقِ خدا کی آسودگی اور مختلف بلکہ متضاد دو مذہبوں میں محبت و یگانگت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے تو وہ عہد اکبری ہے۔ اس بے نظیر مبارک عہد کے پیش رو مردِ میدان مسلمانوں میں اکبر اور ہندوؤں میں راجہ مان سنگھ، تم دور اکبری کے ان پاکیزہ نفسوں کے حالات پر غور کرو اور ان کو اپنا پیش رو بناؤ۔ اکبر اور مان سنگھ وہ شخص ہیں اگر ان کے بست بنوا کر ہر قومی جلسے کو ان سے زینت دی جائے تو دونوں فریق میں اتحاد بڑھانے کی اچھی تدبیر ہے"(۱)

---

(۱) دربار اکبری، محمد حسین آزاد، ص ۵۵۶

[illegible] جل جلالہ

دربار اکبری

یعنی

جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان اور اس کے دربار کے امرائے جلیل القدر مثلاً
بیرم خاں خانخاناں۔ امیر الامرا خان زماں علی قلی خاں سیستانی۔ منعم خاں خانخاناں
مہیش داس راجہ بیربر۔ ابو الفیض فیضی فیاضی۔ شیخ عبد القادر بدایونی۔ شیخ ابو الفضل
مخدوم الملک و صدر الملک۔ راجہ ٹوڈرمل۔ راجہ مان سنگھ۔ مرزا عبد الرحیم خانخاناں وغیرہ کے

دلچسپ حالات

مصنفہ

شمس العلما مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور

جس کو

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے مصنف کے متفرق مسودات قلمی سے مرتب کیا اور
بغرض تکمیل مطالب بعض امرا و اعیان اکبری کے حالات بطور تتمہ لکھ کر زیادہ کئے

اور

دار الاشاعت پنجاب نے

سنہ ۱۸۹۸ء

مولوی سید ممتاز علی صاحب کے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپایا

اس کتاب میں محمد حسین آزاد نے سماجی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ قابل مطالعہ ہے، جس سے عہد اکبری کے تہذیبی رجحانات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف اس عہد کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی مسائل قلم بند کئے ہیں بلکہ متعلقہ عہد کے فنون لطیفہ، تہذیب و ثقافت، ادبیات، تفریحات اور ایجادات کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔

اس بارے میں محمد یحیٰ تنہا کا کہنا ہے کہ

"اس نے اکبر کے زمانہ کی تاریخ کو صرف شاہی کارناموں تک محدود نہیں کیا بلکہ اس زمانہ کے رسم ورواج طرز ماندوبود، ملک کی عام حالت، رعایا کی مرفہ الحالی اور دیگر خیالات کا نقشہ کھینچ کر پڑھنے والوں کو یقین دلایا ہے کہ اس زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنی آنکھوں سے تمام حالات کا مشاہدہ کر رہے ہیں"(۱)

انہوں نے سماج کے مختلف طبقات کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ ان طبقات میں آئینِ صراف کا ذکر کرتے ہوئے آزاد نے لکھا ہے کہ:

"صرافوں اور مہاجنوں کی سیہ کاری اب بھی عالم میں روشن ہے۔ اس وقت شاہان سلف کے سلوک پر جو چاہتے تھے بٹا لگاتے تھے اور غریبوں کی ہڈیاں توڑتے تھے"(۲)

اس کتاب کا وہ حصہ قابل مطالعہ ہے جس میں اکبر کے مذہبی رجحانات کو بڑے ہی دلچسپ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد نے دین الٰہی پر تبصرہ کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اکبر کا مذہبی اجتہاد، علمائے سو کی تنگ نظری، ریاکاری اور باہمی مناقشات کے خلاف ردِّ عمل تھا۔

آزاد نے عہدِ اکبری میں تصنیف ہونے والی کتابوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔

---

(۱) سیر المصنفین (جلد دوم) محمد یحیٰ تنہا، ص ۲۹۱

(۲) دربارِ اکبری، محمد حسین آزاد، ص ۵۷ تا ۵۸

ان میں تاریخ الفی، رامائن، مہابھارت، طبقات اکبری، اکبر نامہ، تاریخ کشمیر وغیرہ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس عہد میں تعمیر ہونے والی عمارتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے اکبر کا فنِ تعمیر کے تئیں لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے ان عمارتوں میں آزاد نے مسجد و خانقاہ شیخ سلیم چشتی، فتح پور سکیری، بنگالی محل، قلعہ اکبر آباد، ہمایوں کا مقبرہ، عمارات اجمیر، چاہ و منارہ، عبادت خانۂ چار ایوان، قلعہ تارا گڑھ، منوہر پور، قلعۂ اٹک وغیرہ عمارتوں کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آزاد نے مسجد و خانقاہ شیخ سلیم چشتی کی عمارت کے تعمیر ہونے کے واقعہ کو ذیل کی عبارت میں اس طرح لکھا ہے:

"اکبر کی ۲۷۔ ۲۸ برس عمر ہو گئی تھی اور اولاد نہ تھی۔ ہوئی مر گئی۔ شیخ سلیم چشتی نے خبر دی کہ وارث تاج وتخت پیدا ہونے والا ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ انہی دنوں محل میں حمل کے آثار معلوم ہوئے۔ اس خیال سے کہ انفاس قریب تر ہو جائے۔ حرم مذکور کو شیخ کے گھر میں بھیج دیا اور خود بھی وعدے کے انتظار میں وہیں رہنے لگے۔ اس عالم میں کہ ۹۷۶ھ تھے شیخ کی پہلی خانقاہ اور حویلی کے پاس کوہ سیکری پر ایک شاہانہ عمارت اور نئی خانقاہ اور نہایت عالی شان مسجد کی تعمیر شروع کی کہ کل سنگیں ہے اور ایک پہاڑ ہے کہ پہاڑ دھرا ہوا ہے۔ مسافران عالم کہتے ہیں کہ ایسی عمارتیں عالم میں کم ہیں۔ تخمیناً ۵ برس میں یتار ہوئی۔ اس کا بلند دروازہ کسی بنئے نے بنوایا تھا "(۱)

اس طرح محمد حسین آزاد نے دربار اکبری کی تصنیف میں اس دور کے ہر پہلو کو دھیان میں رکھا۔ انہوں نے نہ صرف سیاسیات، معاشیات بلکہ اخلاق و آداب، علم وفنون، تعمیرات، مذہب، مذاق سخن، رزم و بزم و دیگر موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ اس طرح انہوں نے عہدِ اکبری کا مکمل نقشہ اس کتاب کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

---

(۱) دربار اکبری، محمد حسین آزاد، ص ۱۱۹

'مخزن التواریخ' (۱) از حکیم جواہر لعل اکبر آبادی

یہ کتاب سیر المتاخرین سے ماخوذ ہے۔ اس میں تیمور سے لے کر ۱۷۶۸ء تک کے حالات درج ہیں۔ مغلوں کے احوال کے علاوہ صوبائی فرمانروان کا احوال بھی تحریر ہے۔ اس ضمن میں اودھ، بنگال وغیرہ ریاستوں کے سیاسی حالات کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جہاں تک متن کا تعلق ہے تو وہ عام فہم ہے۔

'تاریخ مرقع جہاں نما' (۲) از مرزا کاظم برلاس

یہ مخطوطہ امیر تیمور سے بہادر شاہ ظفر تک کے عہد پر مشتمل ہے۔ اس مخطوطے کا آغاز حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

نمونۂ عبارت

> "یہ بادشاہ ایشیا میں بڑا نامی اور مظفر بادشاہ ہوا ہے۔ ولادت باسعادت اس کی ۲۷ شعبان ۷۳۶ھ کو شہر سبز میں ہوئی۔ ۱۳۹۷ء میں سمرقند سے کوچ کر دریائے سندھ پر آیا اور جس جگہ سے سکندر اترا تھا یہ بھی اوسی جگہ سے پایاب ہو کر ملتان میں پہنچا اور اپنے بیٹے پیر محمد سے دس ہزار سوار لے کر بہت سے ملک فتح کرتا ہوا دہلی کو آیا۔ سلطان محمود شاہ بادشاہ نے جو اس زمانہ میں دہلی کا فرمانروا تھا پچاس ہزار فوج سوار و پیادہ سے مقابلہ کیا مگر آخر کار شکست کھائی۔ تیمور نے تخت دہلی پر پندرہ روز جلوس کر کے اپنے کو ہند کا بادشاہ قرار دیا اور پھر آگے کی طرف کوچ کیا "(۳)

امیر تیمور صاحبقراں کے ذکر کے بعد اس کے فرزندوں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

---

(۱) اس کا سن اشاعت ندارد ہے۔ یہ کتاب رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے۔

(۲) یہ مخطوطہ صولت پبلک لائبریری میں محفوظ ہے۔ سیاہ ہلکی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ کاغذ ہلکا بادامی رنگ کا ہے۔ جو ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا کیٹلاگ نمبر ۶۲۱ ہے۔ اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۳) تاریخ مرقع جہاں نما، مرزا کاظم برلاس، قلمی نسخہ ص۔۱

اس مخطوطے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ تاریخ وفات کے اکثر قطعات اوراشعار قلم بند کئے گئے ہیں نیز یہ مخطوطہ مغل بادشاہوں کے ذکر کے علاوہ ہندوستان کی بعض دیسی ریاستوں پر بھی مشتمل ہے۔ان ریاستوں میں کشمیر، بھاولپور، بھرت پور، بلرام پور، بنارس، کاشی، مسقط، کابل، کولا پور، مرشد آباد، بھوپال، رتلام، ٹونک، ٹراونکور ریاست جیسلمیر، بوندی، نیپال، الور، پٹیالہ، حیدرآباد، کپورتھلہ، بڑودہ، جے پور، کچھ اور دیگر ریاستوں کا تذکرہ درج ہے۔اس مخطوطے کی اہمیت اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں بعض ریاستوں کا ذکر بھی موجود ہے، جن کا نام کبھی عام طور نہیں سنا گیا۔

کشمیر کے بارے میں مؤلف نے لکھا ہے کہ:

"دارالریاست اس کا نام سری نگر ہے۔سب سے اوّل کچھ مختصر حال اس نیکنام ریاست کا درج کیا جاتا ہے۔رقبہ ۲۵ ہزار میل مربع ہے۔تخمناً ۵۰ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی ہے۔فوج سوار و پیادہ قریب ۲۵ ہزار ہے"(۱)

اس مخطوطے میں کشمیر کے ذکر کے علاوہ ریاست رامپور کا بھی حوالہ ملتا ہے۔اس ضمن میں رامپور کے رقبے، سڑکوں اور آمدنی کی تفصیل بھی مل جاتی ہے۔حسب ذیل عبارت سے اس کی نشاندہی ہوتی ہے۔

"رقبہ اس کا ۹۴۵ میل، ۲ روڈ، ۷۰ پول ہے۔آمدنی اس ملک کی صرف باعتبار حاصل ساڑھے پندرہ لاکھ ۱۵ ضرب سلامی سرکار سے مقرر ہے" (۲)

اس مخطوطے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عبارتیں قدیم طرز کے املا پر ملتی ہیں مثلاً بعض الفاظ کا املا اس طرح ہے جس جگہ (جسجگہ) اسی جگہ (اویجگہ) آخر میں سن کتابت ۱۹۱۹ء درج ہے، لیکن اس مخطوطے پر سن تالیف نہیں ہے۔

(۱) تاریخ مرقع جہاں نما ص ۹۶

(۲) تاریخ مرقع جہاں نما ص ۱۶۰

’آئینۂ حقیقت نما‘ (۱) از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی (۲)

یہ کتاب ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو عہدِ وسطیٰ سے متعلق تاریخوں میں اہم ترین مآخذ ہیں، بقول مؤلف "اس میں ہندو مسلمانوں (۷۰۰ءتا ۱۸۰۰ء) کے تعلقات پر تاریخی واقعات کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی ہے"

اس طرح اس میں تاریخ ہند کے ابتدائی مصادر پر عالمانہ اور مفکرانہ تبصرہ ہے۔ اسلامی اصولِ اجتماع، ہندوؤں کے معاشرتی حقائق اور محمد بن قاسم سے لے کر انیسویں صدی تک کے حالات پر محققانہ بیانات بھی درج ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب میں مؤلف نے عربی، فارسی اور اردو کے مستند ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے، جس کا مجموعی حجم چھ سو چوبیس صفحات ہیں۔ پہلی جلد کی ابتداء میں تاریخی روایت پر تبصرہ ہے۔ اسلامی اصولِ اجتماع کی تشریح کے علاوہ ہندو مذہب کے حالات درج ہیں اور ہندوستان میں محمد بن قاسم کے حملے سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک کے سیاسی، معاشرتی حالات، اور ذہنی وفکر کیفیت کو پوری تشریح وتفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دوسری جلد میں آٹھویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے حالات پر بحث کر کے یہ بتایا ہے کہ کون کیا تھے اور کیا واقعہ کس وجہ سے وقوع میں آیا اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ اس جلد میں غیاث الدین تغلق سے لے کر سلطان علاء الدین کے عہد تک کے حالات وواقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی اس میں غیاث الدین تغلق، سلطان محمد بن تغلق، فیروز شاہ تغلق، سلطان محمد تغلق، حملہ تیمور، دولت خاں لودھی خضر خاں سیّد، مبارک شاہ سید، محمد شاہ سید، سلطان علاء الدین سید تک کے تفصیلی حالات درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: نذیریہ پبلک لائبریری جامعہ ہمدرد۔

(۲) مؤلف کی اور کتابوں کے نام ہیں۔ خواص خاں ولی، نواب امیر خاں، مقدمہ تاریخ ہند قدیم، تاریخ اسلام وغیرہ۔

اس جلد میں اس عہد کے ہندوستان کے معاشرتی ،اخلاقی، علمی اور تمدنی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں سلطان محمد بن تغلق کے حالات زیادہ تفصیل سے درج ہیں۔ مؤرخین نے سلطان کی غلط تصویر پیش کرنے میں جو اظہارِ خیال ظاہر کیا ہے اس کے متعلق ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے مؤلف نے تاریخی حقائق کے ایسے اہم مباحث کا ذکر کیا ہے، جو اہمیت کے حامل ہیں اور ایسا کرنے میں وہ یقیناً حق بجانب تھے کیونکہ بقول مؤلف کے "یہ مسلمان بادشاہ سب سے زیادہ مظلوم تھا" اس طرح اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے جس قابلیت اور جس انداز کے ساتھ محمد بن تغلق کے حالات سے بحث کی ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ اس ضمن میں سلطان محمد بن تغلق کے عہد کے علماء اور صوفیاء کے حالات بھی نہایت دلچسپ انداز میں تحریر کئے ہیں۔

سلطان فیروز شاہ تغلق کے بارے میں بتایا ہے کہ اس نے کس طرح ہندو یتیموں مسکینوں کی تعلیم و تربیت کی اور انہوں نے کس طرح تغلق حکومت کو برباد کیا۔ مؤلف نے ہر جگہ اس پہلو کو پیش نظر رکھا ہے کہ مسلمان بادشاہوں اور ہندوؤں کے تعلقات کیسے تھے اور ہندو ان کی مراعات و عنایات کا بدلہ کس طرح دیتے تھے۔

اس کتاب میں پرانی تاریخوں اور ہم عصر مؤرخین کے اصل الفاظ کی جابجا نقل کی گئی ہے، اس جلد میں فرشتہ، عبدالقادر بدایونی وغیرہ مؤرخین کی تصانیف کے علاوہ تاریخ فیروز شاہی ،تاریخ مبارک شاہی ،ریاض السلاطین ،مراۃ سکندری کے حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔

'تاریخ تختِ طاؤس' (۱) از مولوی محمد عبداللطیف کشتہ

یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں لاہور سے شائع ہوئی، اس میں مغل حکومت کے پانچویں تاجدار شاہجہاں بادشاہ کے شہرہ آفاق تختِ طاؤس کا تذکرہ بڑی تفصیل کے

(۱) [illegible] اردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

ساتھ کیا گیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں اردو اور فارسی ماخذات کے علاوہ عربی، انگریزی اور سنسکرت لغات اور اور انگریزی اخبارات ورسائل سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب (فہرستِ مضامین وفہرستِ حواشی کے علاوہ) ایک سو چونسٹھ صفحات اور ۷۷ عنوانات پر مشتمل ہے۔ فہرست حواشی سات قسموں پر منقسم ہے۔ اوّل میں مشاہیر رجال جن کا تذکرہ کتاب میں ہے۔ ان کے نام حواشی کے نمبر سلسلہ ونمبر صفحات درج ہیں۔

دوسرے میں خواتین کے، تیسرے میں عمارات، باغات اور مقامات اور چوتھے میں اشیاء کے، پانچویں میں ادبی وتاریخی اصطلاحات وغیرہ چھٹے میں رسوم کے، ساتویں میں تصاویر کے عنوانات۔ یہ کتاب حرفِ تہجی سے مرتب کی گئی ہے درحقیقت یہ اپنی نوعیت کی اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔ اس میں جا بجا تشبیہات واستعارات ملتے ہیں۔ جدت اور مشرقیت اس کتاب کی اہم ترین خصوصیت ہے۔ مؤلف کے طرز تحریر میں مغربیت کی جھلک بھی ملتی ہے۔ اس کتاب میں تحقیق وتنقید کی کثرت ہے، وہاں منطقی طرز استدلال کی بہتات ہے۔

'صولتِ شیر شاہی' (۱) از منشی سیّد احمد مرتضٰی نظر

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی، جو سات ابواب اور ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے غالباً اُردو میں شیر شاہ سوری کی مفصل اور جامع سوانح حیات جداگانہ نہیں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں تاریخ شیر شاہی، تاریخ مخازنی، افغانی، تاریخ داودی۔ تاریخ فرشتہ، منتخب التواریخ، ہسٹری آف انڈیا مؤلفہ مارشمین، منتخب اللباب، طبقات اکبری، اکبر نامہ اہم ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: دہلی یونیورسٹی لائبریری۔

لیکن اس کتاب میں سب زیادہ حوالے عباس خاں شروانی کی کتاب "تاریخ شیر شاہی" کے ملتے ہیں جہاں تک اس کتاب کے متن کا تعلق ہے تو وہ عام فہم ہے۔ شیر شاہ سوری کے عہد پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اہم ترین ماخذ ہے۔

مؤلف نے اس میں شیر شاہ سوری کے عہد کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں سیاسی، ثقافتی اور تعلیمی وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ غرض کہ تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

'سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق' (۱) از پروفیسر آغا مہدی حسین

یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی جو سلطان محمد بن تغلق کے سوانح حیات اور اس کے عہد کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں نو ابواب اور ۲۴۵ صفحات ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں بقول مصنف سلطان محمد بن تغلق کے حالات ہم عصر مورخوں، ہم عصر سیاحوں، ہم عصر شعراء، بعد کے مؤرخوں، اور سکوں سے استفادہ کیا ہے۔

اس کتاب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ولی عہدی، بادشاہت، سیرت، نظام سلطنت، تہذیب و معاشرت، تغلق کی اصلیت، وارنگل کی پہلی مہم وغیرہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں دو نقشے اور تصویریں بھی منسلک ہیں۔ نقشوں میں سلطان محمد بن تغلق کی سلطنت کی ابتداء میں۔ دوسرا نقشہ سلطان محمد کی سلطنت کی آخر میں، تصویروں میں غیاث الدین تغلق اور محمد بن تغلق کا مقبرہ اور سکوں کے نمونے دیئے ہوئے ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: دہلی یونیورسٹی لائبریری۔

'ازمنہ وسطیٰ میں ہندوستان کے معاشرتی حالات'[1] از عبداللہ یوسف علی ۱۹۳۸ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، یہ کتاب لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں پہلا لیکچر تمہیدی ہے، جس میں تاریخ ہند کے ادواروں ازمنہ کی تقسیم اور قرونِ وسطیٰ کے آغاز و اختتام پر مدلل مباحث مذکور ہیں اس کے بعد معاشرتی اور اقتصادی حالات کو عہد وار بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا لیکچر ساتویں صدی سے متعلق ہے۔ تیسرے میں دسویں گیارہویں صدی اور چوتھے میں چودہویں صدی کے حالات درج ہیں، ان لیکچروں میں ازمنہ وسطیٰ کے، معاشرتی، اقتصادی، انتظامی اور ادبی حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اور ہر عہد سے متعلق اس کے سفرناموں اور تاریخی کتابوں سکّوں اور کتبوں سے استفادہ کیا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ کو مؤرخین نے اکثر چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ مؤلف نے اس تقسیم سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی رائے میں عملی طور پر تاریخ ہند کو تین دوروں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ قرونِ عتیقہ، قرونِ وسطیٰ اور قرونِ جدید۔ قرونِ عتیقہ کو عہد قبل از تاریخ سے شروع کر کے راجا ہرش کے آغاز حکومت پر ختم کردیا ہے۔ اس کے بعد قرونِ وسطیٰ کا آغاز ہوتا ہے جو ساتویں صدی سے شروع ہو کر تیمور کے حملے تک تقریباً آٹھ سو سال کے وسیع عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد قرونِ جدید کی ابتداء ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ تقسیم خصائص ارتقائی لحاظ سے زیادہ موزوں نہیں ہے لیکن بعض وجوہات سے گذشتہ تقسیمات پر اس کو ترجیح ضرور ہے۔ بہر حال ان آٹھ سو سالوں سے متعلق ان لیکچروں میں جو معلومات کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے وہ بہت بیش قیمتی ہے۔ اس سے دربارِ شاہی کے حالات، شہری اور دیہاتی زندگی کی خصوصیات، عدل و انصاف کے طریقے کے بارے میں اندازہ ہوتا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(III) عہد انگلشیہ سے متعلق تاریخیں

'ریاض الامراء' (۱) از رحمان علی خاں

یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے مستند ماخذوں مثلاً تاریخ فرشتہ سے بھی استفادہ کیا ہے اور بعض مطالبِ ضروری کو اقتباس کیا ہے۔

یہ کتاب انگریزی عہد کے ہندوستانی نوابوں، راجاؤں اور ریاستوں کے احوال پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں ہر ایک ریاست کی آبادی، اس کی آمدنی وغیرہ پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دیباچہ (۲) کے بعد مفصلۂ ذیل ریاستوں کا تاریخی حال درج ہے۔ ان میں نیپال، کابل، مسقط، حیدر آباد، بڑودہ، میسور، گوالیار، اندور، بھوپال، اودے پور، کشمیر، قلات، ٹراونکور، کولا پور، مرشد آباد، جے پور، جودھ پور، کوٹہ، ریواں، کچھ، کوچین، بیکانیر، بھاول پور، کرولی، بوندی، ٹونک، بھوٹان، سکم، کشن گڑھ، الور، دھول پور، جیسلمیر، جھالا پاٹن، پرتاپ گڑھ، دیواس، خیر پور، سروہی، ڈونگر پور، رام پور، جاوڑا، دیوگڑھ، چھوٹا اودے پور، ناگور، وغیرہ ریاستوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

'ایاغ فرنگستان یعنی تاریخ گورنران ولفٹننٹ گورنران' (۳) از مرزا حاتم علی مہر

یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شروع حال عملداری انگلشیہ ہندوستان میں سے لے کر ۱۸۷۳ء تک برسر اقتدار آنے والے گورنروں اور لفٹننٹ گورنروں کے مختصر حالات درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال۔

(۲) دیباچہ میں اس کتاب کی تاریخ تصنیف کے بارے میں رحمان علی خاں نے لکھا ہے کہ ترتیب نمبر مندرجہ حکم جناب ملکہ معظمہ ہندو انگلینڈ مورخہ ۲۶ جون ۱۸۶۷ء مصدورہ در بارونڈ مرتالیف کیا' ص ۲

(۳) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری۔

تمہید[1] سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف نے انگریزوں کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں، مندرجہ ذیل عبارت سے اس پہلو کی عکاسی ہوتی ہے۔

"سبحان اللہ حکام انصاف پسند بادشاہ حاجت برارِ حاجت مند بار الہا مالک الرقاب ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا کا سایہ ہما پایہ ہندوستان اور انگلستان پر دوام رہے۔ شاہنشاہِ انجم سپاہ مع شاہزادگان وارکانِ سلطنت میں ذات وزرائے خوش تدبیر اور ندمائے ارسطو نظیر سے حسن مملکت ہے۔ تو ان کے حالات سے آگہی لامحالہ معین خبرت ہے۔ اس لیے بندۂ زرد چہر مرزا حاتم علی مہر جو کہ دل سے خیر اندیشی کا دم بھرتا ہے۔ اس مختصر کتاب میں تھوڑا تھوڑا حال سب گورنروں اور لفٹنٹ گورنروں ہندوستان کا تا بہ ۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۹۰ھ بیان کر کے اور موسوم باسمِ تاریخی ایاغ فرنگستان کر کے مثل یا مور پیش سلیمان بالتخصیص حضور میں جناب ستطاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر سر ولیم میور صاحب کے سی ایس آئی نذر کرتا ہے" (۲)

'جلسۂ قیصریہ'[3] از محمد عبدالغفور

یہ کتاب جلسۂ قیصریہ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۷۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی، اس میں یکم جنوری ۱۸۷۷ء میں منعقد ہونے والے جلسۂ قیصریہ کے واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اس ضمن میں افواج کی کیفیت، پڑاؤ کا نظارہ، کیمپ کا نظارہ، جلسے کے دن کا نظارہ، روساء و مہاراجگانِ ہندوستان کے مع نقارہ ونشان و باجہ انگریزے و توپ خانہ و جلوس فیلان و ماہی مراتب شرکت، امراء روساء کو دیئے جانے والے خطاب سے متعلق تفصیل، فہرستِ خیمہ جات، اشتہار ملکہ معظمہ وکٹوریہ وغیرہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ جدول میں رئیسوں کو شرکت

---

(۱) تمہید سے واضح ہوتا ہے کہ مؤلف نے یہ کتاب لفٹنٹ گورنر سر ولیم میور بہادر کے سی ایس آئی کو نذر کرنے کے لئے لکھی تھی۔
(۲) ایاغ فرنگستان یعنی تاریخ گورنران ولفٹنٹ گورنران، ص ۲۔
(۳) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال۔

ہونے کے لیے شہنشاہِ دہلی کے فرمان، اس ضمن میں ان کے نام وریاست، والیان ملک کے نام اوران کے لباس کی کیفیت درج ہے غرض کہ اس جلسے سے متعلق ہر پہلو پر نظر ثانی کی گئی ہے۔اس کتاب میں جس طرح مؤلف نے اس جلسے کا نقشہ کھینچا ہے وہ قابل تعریف ہے۔

'تاریخ سلطنتِ انگلیشہ' (۱) از رائے ہیت لال

یہ کتاب ۱۸۸۶ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی، جو حالات عملداری سرکاری انگلشیہ کی ابتداء سے زمانہ تصنیف تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔اس میں گیارہ فصلیں اور ۸۲ صفحات ہیں۔فصل اول میں حمد الٰہی تمہید تصنیف و تالیف کا ذکر ہے۔ فصل دوم وجہ تسمیہ ہندوستان اور فصل سوم جغرافیائی حالات سے متعلق ہے۔فصل چہارم بیان مقدار مملکت انگریزی ریاستِ ہای راجہ ہا، ذکرِ غیر بادشاہان سے متعلق ہے۔فصل پنجم ذکر سلطنت وسلاطین سابق ۱۸۵۷ء، ۱۸۵۸ء معہ فہرست پادشان تحریر ہے۔فصل ششم ذکر سلطنت انگلشیہ ہندوستان مع تعریف عدل وانصاف سے متعلق ہے۔فصل ہفتم نسب نامہ ملکہ معظمہ درج ہے۔فصل ہشتم اسم نویسی گورنر جنرل ہندوستان اور عمدہ عہدہ داران وتعداد فوج سے متعلق ہے۔فصل نہم ودہم میں تذکرہ آمد انگریزوں اور مملکت انگریزی اور غدر سے متعلق ہے اور یازدہم فصل جو مصنف کے تذکرے سے متعلق ہے۔

'یادگارِ دربار' (۲) از مولوی فیروزالدین

یہ کتاب ۱۹۰۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی،اس میں ملکہ معظمہ کی سوانح عمری اور دربار ہائے تخت نشینی وتاجپوشی انگلستان وہندوستان کی مفصل کیفیت معہ مشاہیر گورنمنٹ اور والیان ریاست وامرائے ہند کے حالات کے ساتھ ان کی تصاویر منسلک ہیں۔

---

(۱) مملوکہ رامپور رضالائبریری۔

(۲) مملوکہ رامپور رضالائبریری۔

یہ کتاب ۶۵۹ صفحات اور دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل دو ابواب اور پانچ فصلوں پر مبنی ہے۔ باب اوّل شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم کی سوانح عمری سے متعلق ہے۔ اور باب دوم شہنشاہِ ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی و تاجپوشی انگلستان سے متعلق ہے۔ حصّہ دوم میں دربار دہلی کی مفصل و مشرح کیفیت کا ذکر شامل ہے۔ جس میں اکثر دیسی ریاستوں کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ حصّہ تین ابواب اور چودہ فصلوں پر مبنی ہے۔ اس حصّے میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں دربار تاجپوشی ہندوستان، تقریباتِ دربار، اختتام دربار و شاہی روانگی، مشاہیر دربار، فرمانرواں اور امرائے سلطنتِ آصفیہ، کشمیر، آگرہ، بلوچستان، بنگال، بہار، پنجاب، مدراس، سرحدی، راجپوتانہ کے مختصر حالات درج ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف بقول مصنف واقعات نہایت صحیح صحیح بلا مبالغہ درج ہیں جو یا تو اپنے چشم دید ہیں اور یا انگریزی اخبارات اور رسائل سے اخذ کئے گئے ہیں۔

'تاریخ عروج سلطنتِ انگلشیہ ہند' (۱) از مولوی ذکاءاللہ

یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو دو جلدوں پر مبنی ہے۔ جلد اوّل میں ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے ۱۸۴۷ء تک کے حالات درج ہیں، یہ جلد ۴۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم میں لارڈ ڈلہوزی کے عہد سے یعنی ۱۸۴۸ء سے ۱۹۰۱ء تک کے حالات و واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ ایامِ غدر ۱۸۵۷ء کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر کیا ہے، یہ کتاب عہد انگلشیہ سے متعلق تاریخوں میں اہم کتاب ہے۔

'کرزن نامہ' (۲) از مولوی ذکاءاللہ

یہ کتاب ۱۹۰۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۶۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں لارڈ کرزن گورنر جنرل وائسرائے ہند کے ہفت سالہ عہدِ حکومت کی

---

(۱) مملوکہ اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
(۲) مملوکہ اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

مفصل تاریخ درج ہے۔ خصوصی طور پر کرزن کی انتظامی صلاحیتوں اور جدّتوں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ نیز ان اعتراضات کے جواب بھی لکھے ہیں جو آج کل ہندوستان میں ایجی ٹیٹر عموماً گورنمنٹ پر خصوصاً لارڈ کرزن کے عہد حکومت پر کررہے ہیں۔

'تاریخ دربارِ دہلی' (۱) از سیّد ظہور الحسن

یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جارج پنجم کے جشن تاجپوشی ۱۹۱۱ء تک کی روداد درج ہے۔ اس کتاب میں اوّل سے آخر تک تمام دربار کے حالات نہایت تحقیق وچشم دید لکھے گئے ہیں۔ اس ضمن میں آراستگی شہر، آراستگی کیمپ کا نظارہ، سواری کا جلوس وتزک احتشام وغیرہ دربار کے دن کا نظارہ، روشنی وآتش بازی کی کیفیت، میلے کی تیاری ومیلوں کے جلوس، جو فرداً فرداً ہر مذہب کے نکلے ودیگر حالات، قلعہ کے اندر کا دربار وگارڈن پارٹی ودیگر رسومات جو ہر روز شاہی طور پر ادا ہوتے رہے۔ آخری دن شاہ کی دہلی سے روانگی غرض کہ اس کتاب میں دربار دہلی سے متعلق جملہ حالات قلم بند کئے گئے ہیں، جس میں ہر مقام کا نقشہ بھی دیا گیا ہے۔

'شوکتِ انگلشیہ' (۲) از فیروز الدین

یہ کتاب ۱۹۱۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو انگریزی سرکار کی وسعت وعظمت، انتظامات واصلاحات برکات وحسنات اور خاندان تاجدار کے خصائل پر مبنی ہے یعنی اس میں مغلیہ عہد حکومت کے مقابلے میں برطانوی عہد حکومت میں ہندوستان کی ترقی کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب دوسو صفحات اور پانچ ابواب پر منقسم

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال نیشنل میوزیم، نئی دہلی۔

(۲) مملوکہ: صولت پبلک لائبریری رامپور۔

ہیں۔ان ابواب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان میں دارالسلطنت لندن کے حالات، خاندانِ شاہی کی سوانح عمری (جس میں ملکہ وکٹوریہ، شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم اور شہنشاہ جارج پنجم کی سوانح حیات درج ہے۔)انگریزی حکومت کی وسعت وعظمت اور اس کے اصول وانتظام سے متعلق چند مضامین درج ہیں اور آخری باب میں انگریزی حکومت کی شان میں چند نظمیں بھی قلم بند کی ہیں۔اس کتاب کی ترتیب میں مؤلف مختلف سفرناموں اردو، انگریزی کتابوں اور میگزینوں سے استفادہ کیا ہے۔لندن سے متعلق حالات میں اگزبیشن ومیوزیم وغیرہ کئی مضامین ہزہائینس نواب سید حامد علی خاں بہادر مستعد جنگ کے سی۔ایس۔آئی۔جی۔سی۔وسی، او فرمانروائے ریاست رامپور کے سفرناموں سے لیے گئے ہیں۔

'یادگارِ تاجپوشی ۱۹۱۱ء' (۱) از منشی دین محمد

یہ کتاب ۱۹۱۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی، مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مستند انگریزی کتابوں واخبارات سے استفادہ کیا ہے، اس میں تاریخ انگلستان اور تاجپوشی انگلستان وہندوستان کے تفصیلی حالات درج ہیں۔

اس کے علاوہ ہندوستانی والیان ملک روساء وجاگیرداروں کے حالات درج ہیں۔جنہوں نے برٹش حکومت کے استحکام میں جان ومال سے مدد کی۔یہ کتاب دوحصّوں میں منقسم ہے، حصہ اوّل ۶۰۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں شہنشاہ جارج پنجم اور ان کے چار سابق ہم نام شاہان انگلینڈ، ملکہ وکٹوریہ، شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم، ملکہ میری، شہزادہ، ولی عہد بہادر کے باتصویر سوانحات، دربارِ لندن اور دہلی کے مکمل حالات درج ہیں یعنی انگلستان کے گذشتہ فرمانرواؤں اور موجود شہنشاہ کے تفصیلی حالات زندگی درج کرنے کے علاوہ تاجپوشی انگلستان اور ہندوستان کے مفصل حالات درج ہیں۔یہ حصہ سات ابواب اور کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔جن کی تفصیل

(۱) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری، بارڈنگ لائبریری۔

حسب ذیل ہیں۔ باب اوّل حضورِ ملک معظم جارج پنجم کے خاندان کے مشہور حکمرانوں کے احوال سے متعلق ہے۔ باب دوم حضورِ معظم جارج پنجم کی مفصل سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ باب سوم شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی انگلستان و ہندوستان و سفر تاجپوشی سے متعلق ہے۔ باب چہارم میں دہلی کی قدیم و جدید تاجپوشیوں کا ذکر ہے۔ باب پنجم دربارِ تاجپوشی سے متعلق ہے۔ باب ششم میں تقاریب دربارِ تاجپوشی ہندوستان کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب ہفتم میں دیئر مجٹیز کی سیاحت اور ان کی ہندوستان سے روانگی کا ذکر ہے۔ حصہ دوم ۸۲۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں برٹش ہائی نسیلیز والیان ریاست، ان کے چیدہ اہل کاروں، روساء امراء ممبران امپریل اور مدعو شدہ درباریوں کے تقریباً نو سو حالات (معہ تصاویر) صوبہ وار معہ صوبہ وار فہرست مہمانانِ دربار درج ہیں اور تقریباً سوا تین سو ہاف ٹون فوٹو اور نقشہ جات وغیرہ علاوہ بریں ہیں۔

'ہندوستان میں برطانوی حکومت کے بعض اقتصادی اور مالی پہلو'، از زین العابدین احمد

یہ کتاب ۱۹۳۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برطانوی حکومت کی اقتصادی اور مالی پالیسی کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا گیا ہے۔ ان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی اقتصادی حکمتِ عملی، ہندوستانی زراعت، تجارتی سانچے، صنعتی ترقی کو قصداً روک دینا، ہندوستان میں برطانوی سرمایہ، شہنشاہیت کی حکمت عملی کے بعض معاشی اثرات، ہندوستان کی مالی خود اختیاری، مالیات پر اختیار عامہ، صوبوں کی مالی خود اختیاری وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

(۱۷) ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخیں

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہندوستانی تاریخ کا نہایت اہم باب ہے۔اس موضوع پر اُردو میں خاصی تعداد میں تاریخیں لکھی گئیں ۔انگریز مورخین کے علاوہ ہندوستانیوں نے بھی تاریخ کے اس اہم ترین واقعہ کو روز ناموں، خودنوشت حالات، خطوط اور شہر آشوب (۱) کی شکل میں محفوظ کیا ہے۔اگر چہ ان میں حکومت کے عتاب کے خوف سے مکمل حق گوئی سے کام نہیں لیا گیا ہے لیکن پھر بھی اکثر مقامات پر سچائی ابھر آتی ہے، دراصل ان تاریخوں کے لکھنے کا مقصد انگریزوں کی نظر میں خود کو بے گناہ ثابت کرنا تھا۔غدر ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں لکھی ہوئی کتابوں میں روز ناموں کی بہت اہمیت ہے۔غالب کی " دستنبو" کے علاوہ تین اور روز ناموں کا حوالہ ملتا ہے۔معین الدین حسن خاں کی " خدنگِ غدر" عبداللطیف کا روز نامچہ، جیون لال (۲) کا روز نامچہ۔ اس طرح اُردو میں تحریک ۱۸۵۷ء پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد بڑی تعداد میں موجود ہے جو کہ ۱۸۵۷ء کے صحیح تاریخی حالات لکھنے کے لیے بہترین ماٰخذ ہیں جن میں بہادر شاہ ظفر، مغل شہزادوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں اور ۱۸۵۷ء سے قبل کے لال قلعہ اور دلّی کی تہذیبی زندگی کے مرقع پیش کئے ہیں، ذیل میں ۱۸۵۷ء پر لکھی گئیں چند تاریخیں درج ہیں۔

'تاریخ سرکشی ضلع بجنور' (۳) از سر سیّد احمد خاں

غدر ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخوں میں تاریخ سرکشی ضلع بجنور اہم ترین تصنیف ہے، جو ۱۸۵۸ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۱۸۵۷ء کی ضلع بجنور

---

(۱) غالب کے ایک شاگرد تفضل حسین کوکب نے ۱۸۵۷ء سے متعلق تمام شہر آشوب 'فغانِ دہلی' کے نام سے ۱۸۶۳ء میں شائع کرائے۔

(۲) جیون لال انگریزوں کا جاسوس تھا پھر بھی اس کے روز نامچے میں بہت اہم واقعات موجود ہیں، خواجہ حسن نظامی نے 'غدر کی صبح و شام' میں اس روز نامچہ کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

(۳) یہ نسخہ انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی، صولت پبلک لائبریری رامپور اور رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔اس کتاب کا سرورق ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

میں جدوجہد آزادی کی چشم دید تاریخ ہے۔ اس میں مئی ۱۸۵۷ء سے اپریل ۱۸۵۸ء تک کے واقعات غدر مندرج ہیں یعنی ان واقعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، جو اس ہنگامے کے دوران ضلع بجنور میں رونما ہوئے۔ اس کتاب کو جدوجہد آزادی کی ایک ایسی دستاویز کہا جا سکتا ہے، جس کا مصنف خود ان واقعات کا عینی شاہد تھا۔

'اسبابِ بغاوتِ ہند' (۱) از سر سیّد احمد خاں

یہ کتاب ۱۸۵۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۸۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سر سیّد نے سرکشی کے مختلف اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے غدر کو حکومت کی خامیوں اور خرابیوں کا نتیجہ ثابت کیا ہے اور تمام تدبیریں اور سختیاں گنوائیں ہیں۔ مؤلف نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ اہلِ ہند نے سرکشی کے لیے پہلے سے کوئی سازش نہیں کی تھی۔ مسلمانوں میں بھی جہاد کی سازش نہیں تھی اودھ کی ضبطی بھی اس عام فساد کا باعث نہ تھا۔ فوج میں باہم بغاوت کی صلاح بھی نہ تھی باغی فوج کی پہلے سے بادشاہ دہلی سے بھی سازش نہ تھی بلکہ بہت سی باتیں پہلے سے جمع ہوری تھیں جس سے ہندوستانی انگریزی حکومت کے خلاف ہو گئے تھے اور بقول مؤلف اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انتظامِ حکومت، قانون سازی اور مشورہ وتدبیر میں ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہ تھا اور حاکم اور رعایا کے درمیان تبادلۂ خیالات کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حکومت کے قوانین کی مصلحت کو اہل ہند نہ سمجھ سکتے تھے بلکہ برعکس سمجھتے تھے اور ان کو سمجھانے کا کوئی ذریعہ اختیار نہ کیا گیا تھا۔ حکومت نے جو قانون نافذ کئے اور انتظامات کیے ان سے ہندوستانیوں میں غلط فہمی پیدا ہوئی اور انہوں نے اس کے دو نتیجہ نکالے ایک یہ کہ سرکار ہندوستانیوں کو مفلس اور تباہ کرنا چاہتی ہے دوسرے یہ ہے کہ ان کے مذہب میں مداخلت اور عیسائی بنانا چاہتی ہے۔ یہ مسئلہ مدتوں سے چل رہا تھا۔ اس کے بھڑکنے کے لیے کارتوس کاٹنے کا حکم اور نافرمانی پر میرٹھ فوج کو

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

پابہ زنجیر کرکے رسوا کرنا بہانہ بن گیا۔ بہرحال غدر کی معلومات سے متعلق سرسیّد کا یہ رسالہ قابل مطالعہ ہے۔اس طرح مؤلف نے اس تاریخ کی ترتیب میں ان تمام عوامل کو پیش کیا ہے جو گذشتہ ایک صدی سے ہندوستانی عوام کو انگریزی حکومت میں پیش آرہے تھے۔

'تواریخ بغاوتِ ہند'(۱) از کشور لعل

غدر ۱۸۵۷ء سے متعلق تاریخوں میں کشور لعل کی "تواریخ بغاوت ہند" اہم ترین اضافہ ہے۔اس کا سنِ تالیف ۱۸۶۶ء ہے۔مخطوطے کی ابتداء میں دیباچۂ کتاب " تواریخ بغاوت ہند " ہے ،اس کے بعد فہرست مضامین ہے۔ اس مخطوطے میں ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جن شہروں کی سرکشی کی تھی ان کا ذکر بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے، یہ مخطوطہ ۱۲ حصّوں پر مشتمل ہے۔ان حصّوں میں جو عنوانات قائم کئے ہیں۔ان میں محاصرۂ دہلی، سرکشی روہیلکھنڈ، بقیہ سرکشی روہیلکھنڈ بجنور، سرکشی جونپور، سرکشی سیتاپور، سرکشی کان پور، سرکشی سلطان پور، لکھنؤ کو خلاص کرنے کی تیاریاں، وغیرہ شہروں پر انگریزوں نے جو ظلم وستم ڈھائے تھے، ان کا بیان مستند مآخذ کی روشنی میں قلمبند کیا ہے۔مؤلف نے اس میں دہلی دروازے کا نقشہ، قلعہ الہ آباد کا نقشہ شامل کیا ہے، علاوہ ازیں سر ہنری برنارڈ بریگیڈیر جنرل ولسن، سر ہنری لارنس صاحب بہادر، بہادر شاہ ظفر اور میجر جنرل مرجیمس اوٹرم صاحب بہادر کی شبیہ منسلک کی ہے۔

'تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی'(۲) از مولانا جعفر تھانیسری (۳)

یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں لکھنو سے شائع ہوئی، اس کا سن تالیف ۱۸۷۹ء مطابق

---

(۱) یہ مخطوطہ صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔اس کا نمبر شمار 637 ہے۔سطر:13 ،خط شکستہ، سائز:19x28 سینٹی میٹر ہے۔اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۲) مملوکہ سینٹرل لائبریری جامعہ ہمدرد، انجمن ترقی اُردو (ہند) اس کتاب کے سرورق کا عکس ضمیمہ سوم میں دیا گیا ہے۔

(۳) جعفر تھانیسری برطانوی فوج میں ملازم تھے ان پر الزام تھا کہ وہ افغانستان کی لڑائی میں انگریز فوج کے خلاف افغانیوں کو آدمی اور روپیہ فراہم کر رہے ہیں۔ ۱۸۶۳ء میں انہیں کالے پانی کی سزا دی گئی۔

ہے، جس کا ذکر مؤلف نے دیباچہ میں کیا ہے۔
اس کتاب کے بارے میں مؤلف کا کہنا ہے کہ

" میری پہلی کتاب تاریخ عجیب کا نام بھی تاریخی ہے اور اتفاق حسنہ سے فقط ایک حرف کے تغیر سے اس چھ برس کی کمی بیشی کو پورا کر کے اس کا بھی تاریخی نام "تواریخ عجیب" رکھا گیا۔ گو یہ وہی جلد ثانی ہے، جس کے مشتہر کرنے کا ہند میں پہونچنے کے بعد وعدہ تھا۔ میں نے اس کتاب کو بطور روز نامچہ روز مرہ بول چال میں لکھا ہے اور دوسرے لوگوں کے معتولوں اور قصص کو جہاں تک مجھے یاد تھے بعینہ ہو بہو نقل کیا ہے "(۱)

اس طرح مؤلف نے اس کتاب میں کالے پانی (انڈمان) میں اپنے قیام کے چشم دید واقعات نہایت دلچسپ انداز میں لکھے ہیں یعنی انہوں نے کالے پانی کے رہنے والوں کی سماجی اور معاشرتی زندگی، ان کے رہن سہن طور طریق اور ہندوستانی قیدیوں پر برطانوی حکومت کے ناقابل تصور ظلم وستم کی مکمل تفصیلات تحریر کی ہیں۔ اس کتاب سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے، یہ کتاب ۲۲۸ صفحات اور چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے ان فصلوں میں جو عنوانات قائم کئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

فصل اوّل	: ذکر موقع انڈمان مع ذکر آبادی سابق وحال و پیداوار سٹلمنٹ و دیگر حالات متعلقہ جغرافیہ
فصل دوم	: حالاتِ تاریخی عہد ہر سپر ٹینڈنٹ
فصل سوم	: حالاتِ قتل لارڈ میو صاحب بہادر
فصل چہارم	: دستور العمل سابق وحال انڈمان
فصل پنجم	: پورٹ بلیر کی زبانوں اور اوضاع واطوار کے بیان میں
فصل ششم	: فہرست چند اسماء عجائب قیدیان

(۱) تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی، جعفر تھانیسری، ص ۴

'بغاوتِ مالوہ' از نظام الدین

یہ کتاب ۱۸۵۷ء پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اہم ترین مآخذ ہے، جس سے بغاوت کے اہم واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ اس میں جہادِ حریت ۱۸۵۷ء میں مالوہ کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۴ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، جو ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

'خدنگ غدر' (۱) از معین الدین حسن خاں (۲)

غدر سے متعلق تاریخوں میں "خدنگ غدر" بہ حیثیت مجموعی کتاب قابل قدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کا سن تالیف ۱۸۸۷ء ہے۔ یہ تصنیف ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی ہے، جو بذاتِ خود اس قلزم خوں کا شناور تھا۔ مؤلف نے کتاب کی ابتداء میں جو تعریف کے کلمات انگریزوں کے لیے لکھے ہیں وہ اس زمانے کے دستور کے مطابق ہیں۔ انہوں نے حقائق کو نہایت ڈرتے ڈرتے اشارتاً لکھا ہے۔ مؤلف نے غدر کے واقعات کو اودھ کی ضبطی سے شروع کیا ہے۔ اس کے بعد ہنومان گڑھی کے فساد اور مولوی امیر علی امیٹھوی کی شہادت کا واقعہ درج ہے۔ اس کتاب میں مقدمۂ کارتوس کو بھی اہمیت دی گئی ہے، اس کے علاوہ بغاوت کے تمام اہم مرکزوں کی روداد تفصیل سے بیان کی ہے۔ مؤلف نے جابجا اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بغاوت میں صرف اہل لشکر شامل نہیں تھے بلکہ ان کی مدد عام لوگوں نے بھی کی تھی۔ اس کتاب میں جن طبقوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سکھ، پنجابی، لوہار، مہاجن، میواتی، دھنیے، جولاہے، کنجڑے، راجپوت، پنساری، حلوائی، صراف وغیرہ طبقوں کا ذکر کیا ہے۔

---

(۱) یہ کتاب ۱۹۷۲ء میں دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۹۸ء میں انگلستان میں شائع ہوا۔ دراصل مؤلف نے چارلس تھوفلس جان منکاف کے اصرار پر یہ کتاب لکھی تھی۔

(۲) معین الدین حسن خاں، نواب اشرف الدولہ قدرت اللہ بیگ خاں بہادر غالب جنگ کے بیٹے تھے۔ ان کے اجداد یارقند، سمرقند اور بخارہ شریف سے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے۔ ۱۸۰۳ء میں جب انگریزوں کی علمداری قائم ہوئی تو مؤلف کے بزرگانِ خاندان سرکار انگلشیہ میں بہ حسن خدمت کارگزاری، اچھی جاگیر کثیر پنشن اور اچھے مرتبے پر رہے۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جب بغاوت ہوئی تو معین الدین پہاڑ گنج دہلی کے تھانے پر بادشاہ کی طرف سے کوتوال تھا۔ اس پرآشوب دور میں اس نے منکاف کی جان بچائی لیکن انگریزوں کی فتح یابی کے بعد خود اس کا گھر بار مال و اسباب سب جو لٹ چکا تھا وہ دہلی سے بمبئی اور بمبئی سے حجاز مقدس چلا گیا۔ تحقیقات ہوئی اس پر مقدمہ چلا لیکن منکاف کی کوششوں سے بری ہو گیا۔

معین الدین خاں نے غدر سے قبل چپاتیوں کی تقسیم کا واقعہ لکھا ہے کہ

"چپاتی دہ بہ دہ تقسیم ہوتی ہوئی میرے علاقے میں بھی پہونچی"

علاوہ ازیں اسی طرح مؤلف نے اپنے اس تذکرے میں جابجا عورتوں کی غیرت ومحبت اور جانبازی اور بہادری کا ذکر کیا ہے۔ میواتی اور گوجروں کی بغاوت کے سلسلے میں انہوں نے تحریر کیا ہے۔

"جس قوم کا کوئی لڑائی سے بھاگتا تھا تو اس قوم کی عورتیں کہتیں کہ ہمارا لہنگا اور اوڑھنا تو لے جا چوڑیاں پہن لے، تلوار اپنی ہم کو دے بھاگ کر کہاں جاتا اور اس غیرت میں ہزاروں آدمی کٹ کر مر گئے ہزاروں کا ڈھیر ہوگیا"

اس کتاب میں ان انگریزی الفاظ کی بھی کثرت ملتی ہے، جو زبان زد خلائق ہوگئے تھے۔ ان میں سے بعض اُردو میں بہ جنسہ لے لیے گئے ہیں اور بعض مورد کر لیے گئے ہیں مثلاً سارٹی فکٹ، جرنیلی، گورمنٹ، رجمنٹ وغیرہ کتاب کے آخری حصے میں عبارت بے سر و پا اور کچھ مبہم سی ہوگئی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں کے کچھ حصے کاٹ دیئے گئے ہوں۔

سیّد اسمٰعیل حسین منیر، منشی احمد حسن عروج اور نواب مرزا خاں داغ کے قطعات تاریخ اس کتاب کے آخر میں درج ہیں۔

خاتمہ کتاب میں مؤلف رقمطراز ہیں۔

"الحمد اللہ یہ کتاب مسمیٰ خدنگ غدر حسب الحکم آقائے قدیم سر تھافلس چارلس مٹکف صاحب بہادر کمشنر پولیس کلکتہ بتاریخ پندرہویں ماہ مئی ۱۸۸۷ء مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ کو تمام ہوئی راقم نے حتی المقدور بے اور رعایت راست، راست تحقیق کر کے صحیح صحیح حالات مفصل ومجمل جو معلوم ہوئے ہیں درج کئے ہیں اکثر اس میں کے چشم دیدہ رقم ہیں۔ لکھنؤ، دہلی وغیرہ کی لڑائی بذات خود میں نے لکھی ہے۔ اس تحقیقات کے بعد بھی علاقہ جات لکھنؤ کا حال فساد سب نہیں لکھ سکا اور جہاں جہاں فساد خفیف ہوئے کوئی لڑائی یا مقابلہ نہیں اس کو قلم انداز کیا کہیں کچھ لکھ گیا ہوں"

بہت خیال وحفظ کیا گیا ہے کہ عبارت کتاب میں کوئی لفظ مشکل نہ آوے۔ نہ رنگینیٔ عبارت کی طرف توجہ دی گئی ہے بلکہ سیدھی سیدھی زبان کہ جس کو صاحبان انگریز وخاص وعام خوب سمجھ لیں اور محاورات کہ سب کی سمجھ میں آویں لکھے گئے ہیں۔

میرے مکرم عنایت فرما یگانۂ زماں سیّد اسمٰعیل متخلص منیرو منشی احمد حسن متخلص عروج وعزیز یگانہ نواب مرزا خاں متخلص داغؔ نے بھی اس کتاب کو ملاخطہ فرما کر پسند فرمایا اور جو حال ان کے چشم دید تھے راست راست پایا۔ دوستانہ ومحبانہ کرم فرمانے تاریخیں اس کتاب کی لکھی ہیں۔

تحریر تمام شد بتاریخ یکم نومبر ۱۸۸۷ء
بقلم مصنف بہ مقام رام پور بوقت شب اور شبنہ۔

'تاریخ غدر' (۱) از خواجہ حسن نظامی

۱۸۵۷ء کے غدر کے سلسلے میں خواجہ حسن نظامی نے بھی کافی تعداد میں تاریخیں شائع کیں۔ان میں " تاریخ غدر " اہم ترین کتاب ہے،جس سے غدر ۱۸۵۷ء کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔یہ کتاب ۱۲حصّوں پر مشتمل ہے،جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا حصّہ: بیگمات کے آنسو،دوسرا حصّہ: انگریزوں کی بپتا،تیسرا حصّہ: محاصرۂ دہلی کے خطوط، چوتھا حصّہ: بہادر شاہ کا مقدمہ، پانچواں حصّہ: گرفتار شدہ خطوط، چھٹا حصّہ: غدر دہلی کے اخبار، ساتواں حصّہ: غالب کا روزنامچہ غدر، آٹھواں حصّہ: دہلی کی جاں کنی،نواں حصّہ: دہلی کی آخری سانس، دسواں حصّہ: غدر کی صبح و شام، گیارہواں حصّہ: دہلی کی آخری شمع، بارہواں حصّہ: غدر کا نتیجہ " ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، ہارڈنگ لائبریری، نذیریہ کلیکشن، صولت پبلک لائبریری رامپور۔

'بیگمات کے آنسو'

اس کتاب میں وہ دردناک حالات درج ہیں۔ جو غدر ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر اور ان کی بیگمات اور بچوں کو پیش آئے۔ مؤلف نے "دہلوی تاجدار کے ایک کنبہ کا فسانہ" عنوان کے تحت ان بے کس عورتوں کی زبانی حالات مندرجہ ذیل عبارت میں درج کئے ہیں۔

"تقدیر ان کو ٹھوکریں کھلواتی ہے، جو تاجداروں کے ٹھوکریں مارتے تھے۔ قسمت نے ان کو بے بس کر دیا۔ جو بے کسوں کے کام آتے تھے ہم چنگیز کی نسل ہیں، جس کی تلوار سے زمین کانپتی تھی۔ ہم تیمور کی اولاد ہیں، جو ملکوں کا اور شہریاروں کا شاہ تھا۔ ہم شاہجہاں کے گھر والے ہیں، جس نے ایک قبر پر جواہر بہار دکھادی اور دنیا میں بے نظیر مسجد دہلی کے اندر بنادی۔ ہم ہندوستان کے شہنشاہ کے کنبے میں ہیں۔ ہم عزت والے تھے۔ زمین میں ہمیں کیوں ٹھکانہ نہیں ملتا وہ کیوں سرکشی کرتی ہے۔ آج ہم پر مصیبت ہے ہم پر آسمان روتا ہے" (۱)

اسی طرح مؤلف نے بہادر شاہ ظفر کی صاحبزادی کلثوم زمانی بیگم کو ۱۸۵۷ء میں جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا اس کی زبانی حالات اس طرح لکھے ہیں۔

"جس وقت میرے بابا جان کی بادشاہت ختم ہوئی اور تاج وتخت لٹنے کا وقت قریب آیا تو دلّی کے لال قلعہ میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ در و دیوار پر حسرت برستی تھی۔ اجلے اجلے سنگ مرمر کے مکان کالے سیاہ نظر آتے تھے۔ تین وقت سے کسی نے کچھ نہ کھایا تھا۔ زینت میری گود میں ڈیڑھ برس کا بچہ تھی اور دودھ کے لیے بلکتی تھی۔ فکر اور پریشانی کے مارے نہ میرے دودھ رہا تھا نہ کسی انا کے ہم سب اسی یاس وہراس کے عالم میں بیٹھے تھے کہ حضرت ظلِ سبحانی کا خاص خواجہ سرا ہم کو بلانے آیا آدھی کا وقت سناٹے کا عالم لوگوں کی گرج سے دل سہمے جاتے تھے لیکن حکم سلطانی ملتے

---

(۱) بیگمات کے آنسو، خواجہ حسن نظامی، ص۔ ۲۷

ہی حاضری کے لیے روانہ ہوگئے حضور مصلّے پر تشریف رکھتے تھے۔ تسبیح ہاتھ میں تھی۔ جب میں سامنے پہنچی جھک کر تین مجرے بجالائی۔ حضور نے نہایت شفقت سے قریب بلایا اور فرمانے لگے کہ کلثوم لو اب تم کو خدا کو سونپا قسمت میں ہے کہ پھر دیکھ لیں گے۔ تم اپنے خاوند کو لے کر فوراً کہیں چلے جاؤ۔ میں بھی جاتا ہوں۔ جی تو نہیں چاہتا کہ اس آخری وقت میں تم بچوں کو آنکھ سے اوجھل ہونے دوں۔ پر کیا کروں ساتھ رکھنے میں تمھاری بربادی کا اندیشہ ہے۔ الگ رہوگی تو شاید کوئی بہتری کا سامان پیدا کر دے "(۱)

'انگریزوں کی بپتا'

یہ حصّہ مارچ ۱۹۲۷ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انگریزوں کے ان مصائب کا حال درج ہے، جو غدر ۱۸۵۷ء میں ان کو باغیوں کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے۔

'محاصرۂ دہلی کے خطوط'

محاصرۂ دہلی کے خطوط ۱۹۲۵ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان خطوط کا ترجمہ ہے، جو انگریزی فوج کے افسروں نے دہلی کے محاصرہ کے وقت پنجاب کے انگریزی افسروں کو بھیجے تھے۔ ان خطوط میں بعض نہایت دلچسپ مخفی اور تاریخی مراسلات بھی شامل ہیں۔

'بہادر شاہ کا مقدمہ'

یہ "تاریخ غدر" کا چوتھا حصّہ ہے۔ اس میں اس مشہور مقدمہ کا حال درج ہے، جو مغلوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر پر بالزام بغاوت چلایا گیا تھا اور جس کی پیشیاں مدت تک ہوتی ہیں۔ ہندو اور مسلمانوں کی گواہیاں ہوئیں، خود بہادر شاہ ظفر کا بیان ہوا۔ دوران مقدمے میں ایسے عجیب و غریب خفیہ راز منکشف ہوئے جن کا کسی کو

---

(۱) بیگمات کے آنسو، ص ۳۲

معلوم نہیں تھا غرض کہ یہ حصّہ شروع سے آخر تک واقعات کا تاریخی سرمایہ ہے۔

'گرفتار شدہ خطوط'(۱)

یہ حصّہ ان خفیہ خط و کتابت پر مشتمل ہے، جو بہادر شاہ ظفر بادشاہِ دہلی اور غدر کرنے والوں کے درمیان ہوئے تھے۔جن کو غدر کے بعد انگریزوں۔ نے لال قلعہ سے گرفتار کیا تھا۔

'غدر دہلی کے اخبار'

یہ "تاریخ غدر" کا چھٹا حصّہ ہے۔اس میں ۱۸۵۷ء کے ان اخبارات کے مضامین ہیں، جو دہلی میں چھپ کر شائع ہوئے تھے اور جن پر غدر کی آگ بھڑکنے کا الزام لگایا تھا، اس میں اخبارات کے کچھ اقتباس بھی نقل کئے گئے ہیں۔ان اقتباسات میں صادق الاخبار کے وہ مضامین درج ہیں، جو عین غدر کے دن اور غدر کے چار مہینے بعد تک شائع ہوتے رہے، یہ حصّہ ۱۹۲۳ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۲۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

'غالبؔ کا روزنامچۂ غدر'

غالبؔ کا روزنامچہ غدر کے چشم دید حالات پر مشتمل ہے، جو غالبؔ نے زمانہ غدر کے حالات کی نسبت لکھا تھا۔اس میں دہلی کی عمارتوں، دہلی کی شخصیتوں، دہلی کی قدیمی معاشرت، دہلی کے پرانے احساسات کا اتنا بڑا تاریخی ذخیرہ موجود ہے۔

غالبؔ کے روزنامچہ کی اہمیت اس پہلو میں پوشیدہ ہے کہ غدر کی تاریخ لکھنے والے عموماً یا تو انگریز تھے یا انگریزوں کے زیر اثر مؤرخ اس وجہ سے ان میں واقعات کا ایک رخ دکھایا گیا ہے۔مگر غالب کے اس روزنامچہ سے واقعات کے اصلی حقائق پر روشنی پڑتی ہے۔اس طرح اس حصے میں غالبؔ کی تحریریں احوال غدر کے متعلق جمع کی

---

(۱) ۱۹۲۳ء میں دوسری بار شائع ہوا اور ۱۹۲۴ء میں یہی حصہ "غدر کے فرمان" کے عنوان سے شائع ہوا۔

گئی ہیں اور غالبؔ کی مشہور کتاب دستنبو(۱) کا اُردو ترجمہ بھی شامل ہے۔

'دہلی کی جاں کنی'

یہ تاریخ غدر کا آٹھواں حصّہ ہے، جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے ان تاریخی حالات کا تذکرہ درج ہے، جو دہلی میں شاہی خاندان، امراء اور تمام ہندو مسلمان باشندگانِ دہلی کو پیش آئے تھے مثلاً لوٹ مار، قتل عام، پھانسیاں، بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری کا قصّہ، ان کے لڑکوں کا قتل کیا جانا اور ہڈسن کا خون پینا، اس کے علاوہ اس میں بہادر شاہ ظفر، شہزادہ جواں بخت، مرزا فخر و ولی عہد، مرزا مغل، کمانڈر ان چیف، حکیم اسد اللہ خاں، نواب حامد علی خاں، مرزا الٰہی بخش، نواب محبوب علی خاں اور بادشاہ کے دربارِ عام کی تصاویر بھی ہیں، اور بہادر شاہ ظفر کی وہ دردناک تصویر بھی ہے، جو بحالت قید رنگون میں اس وقت لی گئی تھی جب کہ وہ جاں کنی میں مبتلا تھے اور جس کے چند منٹ بعد وہ مر گئے تھے۔

بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کو ہڈسن نے جس طرح سے قتل کیا تھا، اس کا منظر درج ذیل عبارت میں اس طرح بیان کیا ہے۔

> " مرزا الٰہی بخش کے ایک مصاحب نے میرے والد سے بیان کیا کہ مغل اور مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر بھی بہادر شاہ کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے اور جب قیدی موجودہ جیل خانے کے قریب پہنچے تو ہڈسن صاحب نے بادشاہ اور زینت محل اور جواں بخت کی پالکیوں کو ایک طرف ٹھہرایا اور مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ چار شہزادوں کو انہوں نے پالکیوں سے اتارا اور اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کر کے ایک چلو خون کا پیا اور کہا کہ اگر میں ان کا خون نہ پیتا تو میرا دماغ خراب ہو جاتا"(۲)

---

(۱) یہ کتاب اُن حالات و واقعات کے بیان پر مشتمل ہے، جو دہلی میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے لے کر ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء تک رونما ہوئے۔
(۲) دہلی کی جاں کنی، خواجہ حسن نظامی، ص ۵۳

'دہلی کا آخری سانس' (۱)

"تاریخ غدر" کا یہ نواں حصہ ۱۹۲۵ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ احسن الاخبار بمبئی کا فارسی اطلاعات کا ترجمہ ہے۔ بقول حسن نظامی

"اس میں یہ ثابت ہوگا کہ غدر ۱۸۵۷ء سے چند سال پہلے دہلی اور تیموری سلطنت کا آخری سانس کس قدر حسرت ناک تھا۔ اور اس منظر سے ہندوستانیوں کے دل پر کیسا اثر ہوتا ہے" (۲)

'غدر کی صبح وشام'

یہ "تاریخ غدر" کا دسواں حصہ جو ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا، یہ حصہ معین الدین حسن خاں اور جیون لال کے دو خفیہ روزنامچوں پر مشتمل ہے۔ اس کے ۲۷۲ صفحات ہیں۔

'دہلی کی آخری شمع'

یہ کتاب مرزا فرحت اللہ بیگ کی طبع زاد تصنیف ہے۔ جسے خواجہ حسن نظامی نے اپنے سلسلۂ تاریخ غدر کے گیارہویں حصے کے طور پر پیش کیا ہے۔ مصنف نے اس میں ۱۸۵۷ء کے انقلابِ دہلی کے بعد غدر سے پہلے کی آخری جھلک کی اس طرح عکاسی کی ہے کہ جیتی جاگتی محفل آراستہ ہوگئی۔ انہوں نے آزاد کی نیرنگِ خیال اور مولوی کریم الدین کے تذکرے "طبقات الشعرائے ہند" کی روشنی میں اس فرضی مشاعرے کی بنیاد رکھی۔ اس کتاب کی تصنیف سے متعلق مرزا فرحت اللہ بیگ نے دہلی کی آخری شمع کے پیش لفظ میں تحریر کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

"مجھے بچپن سے شعرائے اُردو کے حالات پڑھنے اور سُننے کا شوق رہا۔ مگر کبھی کوئی ایسی تحریک نہیں ملی جوان کے حالات کو ایک جگہ جمع کرنے کا

---

(۱) یہ حصہ ۱۹۳۲ء میں (پانچویں بار) بہادر شاہ کا روزنامچہ کے نام سے شائع ہوا۔
(۲) دہلی کا آخری سانس، خواجہ حسن نظامی، ص۔۲

خیال پیدا کرتی ۔۔۔ اتفاق دیکھئے۔ پرانے قدیم کاغذات میں مجھے حکیم
مومن خاں دہلوی کی ایک قلمی تصویر ملی۔ قلمی تصویر کا ملنا تھا کہ یہ خیال پیدا
ہوا کہ محمد حسین آزاد مرحوم کے نیرنگِ خیال کی محفلِ شعراء کی طرح ایک
مشاعرہ قائم کروں، مگران لوگوں کے کلام پر تنقید کرنے کے بجائے صرف
ان کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھیں۔ خیال میں رفتہ رفتہ پختگی ہوئی اور اس
پختگی خیال نے ایک مشاعرے کا خاکہ پیش کردیا"

'غدر کا نتیجہ'

یہ "تاریخ غدر" کا بارہواں حصہ ہے۔ اس میں تمہید وتشریح خواجہ حسن نظامی نے لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

'افسانۂ غم' (۱) از مولانا سیّد امیر احمد

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں غدر سے متعلق جن پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں غدر ۱۸۵۷ء کے اسباب و دردناک مصیبتیں، میرٹھ میں غدر کی ابتداء، شہزادوں اور بیگمات کا قتل، بہادر شاہ ظفر کی ہولناک پریشانیاں اور اس کی ہمایوں کے مقبرے میں پناہ وگرفتاری اور مقدمہ، دہلی سے آخری رخصت، رنگون میں نظر بندی بادشاہ کے آخری ایام اور ان کا کس مپرسی کے عالم میں ہونا وغیرہ دردناک واقعات درج ہیں۔ اس میں مؤلف کا اندازِ بیان عام فہم ہے البتہ کسی کسی فقرے میں غالب کا رنگ موجود ہے۔

'غدر کے چند علماء' (۲) از مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غدر ۱۸۵۷ء میں حصہ لینے والے چند علماء کے سوانح حیات درج ہیں۔ ان علماء میں

---

(۱) مملوکہ صولت پبلک لائبریری رامپور۔

(۲) مملوکہ سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی۔

مولانا امام بخش صہبائی دہلوی، دلاور جنگ مولوی احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا فضل حق خیر آبادی، مفتی صدرالدین خاں آزردہ دہلوی، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ دہلوی، منشی محمد اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی، مولانا محمد جعفر تھانیسری، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، شہزادہ فیروز شاہ (باغی شہزادہ، بریلی کا نواب اور مولانا پیر علی، سردار حمد خاں اہم ہیں) علماء وغیرہ کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں قیصر التواریخ، تاریخ بغاوتِ ہند، یادگارِ غالب، تذکرۂ مصنفین، تاریخِ شاہ جہاں پور وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

'سن ۱۸۵۷ء کا خونی غدر' (۱) از ٹھاکر سنگھ سود

یہ کتاب امرتسر سے شائع ہوئی، جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جنگ پلاسی سے لے کر ۱۸۶۱ء کے واقعات درج ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ہندوستان میں انگریزی راج کی قائمی، لارڈ ڈلہوزی اور میرٹھ میں غدر کا آغاز، بغاوت کے اسباب، ہندوستان پر انگریزوں کے ظلم وستم، غدر کے نتائج، رانی لکشمی بائی، نانا صاحب اور دیگر رہنماؤں کا کردار وغیرہ کے علاوہ جن علماء نے انگریزوں کے خلاف آواز اٹھائی ان میں فیض احمد اللہ شاہ نامی ایک مولوی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ دیسی راجگان نے انگریزوں کی مدد کی۔ غرض کہ تاریخی نقطہ نظر سے یہ کتاب غدر ۱۸۵۷ء کے مواد میں بیش قیمتی اضافہ ہے۔

مذکورہ بالا ان کتابوں کے علاوہ اور بھی تاریخیں لکھی گئیں، جن میں بہادر شاہ ظفر، مغل شہزادوں اور اس عہد کے سماجی و معاشرتی حالات درج ہیں علاوہ ازیں ۱۸۵۷ء سے قبل کے لال قلعہ اور دلی کی تہذیبی زندگی کے مرقع پیش کئے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں منشی فیض الدین کی "بزم آخر" (۲)، سیّد وزیر حسن دہلوی کی تالیف "دہلی کا آخری دیدار"، عرش تیموری کی "قلعہ معلّیٰ کی جھلکیاں" (۳) اس کے علاوہ

---

(۱) مملوکہ سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی۔

(۲) اس میں بطور مکالمہ محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد سے بہادر شاہ ظفر کے عہد تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

(۳) اس کے آخری حصہ میں قلعہ معلّیٰ کے حالات درج ہیں، یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

راشید الخیری کی "نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر"، سیّد ناصر نذیر فراق کی کتاب "لال قلعہ کی ایک جھلک"، منکد لال (۱) کی "تاریخ بغاوت ہند" اور سیّد ظہیر الدین دہلوی کی داستان غدر جو ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں اہم ترین ماخذ ہے۔ یہ کتاب ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے چشم دید حالات پر مشتمل ہے۔

'اس گھر کو آگ لگ گئی' (غداروں کے خطوط)

۱۹۹۳ء میں انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی نے اس گھر کو آگ لگ گئی کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ یہ کتاب ان خطوط کا مجموعہ ہے، جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہندوستانی غداروں اور جاسوسوں نے برطانوی افسران کو لکھے تھے۔ یہ سارے خطوط اور دستاویزات لندن کے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر خلیق انجم نے حرفِ آغاز میں لکھا ہے۔

> "اس گھر کو آگ لگ گئی پہلی باقاعدہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نام انقلاب پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اس میں انگریزی فوج کے افسروں کے نام ان ضمیر فروشوں اور ملک کے دشمن ہندوستانی جاسوسوں اور غداروں کے خطوط ہیں۔ جنہوں نے تھوڑی سی دولت کی تمنا اور ہوس جاہ و منصب کا شکار ہو کر وطن کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ جن زنجیر کو توڑنے کے لیے تقریباً سو سالوں تک آزادی کے ہزاروں مت والوں نے سینے پر گولیاں کھا کر پھانسی کے تختے پر لٹک کر جان عزیز کی قربانی پیش کی" (۲)

---

(۱) بہادر شاہ ظفر کا پرائیویٹ سکریٹری تھا۔

(۲) اس گھر کو آگ لگ گئی، سید عاشورہ کاظمی، مترجم سلیم قریشی، مطبع: انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی ۱۹۹۳ء، ص ۷

(۷) تحریکِ جنگ آزادی سے متعلق تاریخیں

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے بعد ایک اور بڑا واقعہ جو زمانۂ زیر بحث میں ظہور پذیر ہوا، وہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم اور اس کے نتیجے میں قیام پاکستان تھا۔ زیادہ تر مؤرخین نے اس ہنگامے کو اپنا موضوع سخن بنایا لیکن اس وقت فارسی کی جانب سے بے اعتنائی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کسی کو اس زبان میں کچھ لکھنے کا خیال تک نہیں آیا اور جتنی کتابیں ہندوستان کی تقسیم پر لکھی گئی ہیں وہ یا تو انگریزی میں یا پھر اُردو میں لکھی گئیں۔

۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک کے وقفے میں جنگ آزادی سے متعلق اُردو میں مختلف موضوعات جیسے انڈین نیشنل کانگریس، مسلم لیگ، تقسیم بنگال، سودیشی تحریک، تحریک خلافت، جنگ عظیم، رولٹ ایکٹ، جلیاں والا باغ، سائمن کمیشن، سوراجیہ، وہابی تحریک، آزاد ہند فوج اور مجاہدین آزادی وغیرہ موضوعات پر کثرت سے اُردو میں تاریخیں لکھی گئیں، ان میں سے بعض تاریخوں کا مفصل تعارف درج ذیل ہے۔

'انڈین نیشنل کانگریس اور مسلمانان ہند' از ملا عبدالقیوم

یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'خلافت اسلامیہ اور ترک' (۱) از ابوالحسنات ندوی

یہ کتاب ۱۹۱۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی، اس میں مسئلہ خلافت کی مذہبی، سیاسی اور تاریخی حیثیت اور ترکی حکومت کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'بیداری ہند: کارنامۂ مہاتما گاندھی' (۲) از لالہ متصدی لال ہندی

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں میرٹھ سے شائع ہوئی، جو ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مہاتما گاندھی کے ابتدائی حالات و واقعات کے علاوہ ان کے ذریعے

(۱) مملوکہ: ذاکر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۲) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

چلائی گئی تحریکات، عدم تعاون کی تحریک، سول نہ فرمانی کی تحریک وغیرہ کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

'مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ'(۱) از عبدالوحید خاں

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۴۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۸۵۷ء کے بعد جنگ آزادی میں مسلمانوں کی قربانیاں اور ملک کی مختلف سیاسی تحریکات کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دو حصّوں میں منقسم ہے۔ حصّہ اوّل میں پندرہ ابواب ہیں۔ ان ابواب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں ۱۸۵۷ء کا غدر اور اس کے تباہ کن نتائج، سر سیّد کی سیاسی رہنمائی، جنگِ عظیم کا آغاز اور زمانہ جنگ کی سیاست ہند، تحریکِ خلافت کے آغاز تک کانگریس کی برطانیہ نواز پالیسی، ترک موالات کا آغاز، التوا تحریک کے بعد شدھی اور سنگھٹن، سائمن کمیشن کا بائیکاٹ، نہرو رپورٹ اور کانگریس کے منصوبے، گول میز کانفرنس وغیرہ اہم ہیں۔

حصّہ دوم دس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی کمی، تحریکِ وطنیت، مسئلہ اقلیت اور کانگریس، آزاد ہندوستان میں آزاد اسلامی ریاست کا قیام، مسلم لیگ کی اہمیت، جمعیۃ العلماء ہند کی پالیسی پر ایک نظر وغیرہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کا مقصد صاف اور کھلے الفاظ میں حسبِ ذیل عبارت میں ظاہر کیا ہے۔

> "اس ملک میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر رہنا ہے۔ گذشتہ واقعات اور ہندوؤں کی بے وفائی پر آئندہ سیاست کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی، مگر واقعات کو پیش کرنے سے مسلمانوں کو آئندہ خطرات سے آگاہ کرنا مقصود ہے، جو اپنی بھیانک شکل میں وطنیت کا خوشنما لباس زیب تن کئے ہوئے سامنے آرہے ہیں"(۲)

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

(۲) مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ، عبدالوحید خاں، لکھنؤ، ۱۹۳۸ء، ص ۲۰

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں تاریخ کانگریس، تاریخ مہاراشٹر، اخبار ملاپ، مسلمانوں کا روشن مستقبل، مسلمانان ہند، مجموعہ لیکچر سر سیّد وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

مسلمانان ہند کی سیاست وطنی (۱) از محمد امین زبیری مارہروی

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی، جو ۱۲ ابواب اور ۲۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۸ء تک کے ان سیاسی حالات و واقعات کا تاریخی بیان درج ہے، جو ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تحریک، مسلم لیگ کے قیام اور اس کی جدو جہد انتخابات جداگانا اور کانگریس کے مذاکرات اور دیگر ضمنی امور سے متعلق ہیں۔

'عنایات عثمانی ستیہ گرہوں کی زبانی' از محمد اکبر اعلی

یہ کتاب ۱۹۳۹ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی، اس میں ریاست حیدر آباد دکن میں کانگریسی رہنماؤں کی ستیہ گرہوں کا پس منظر، ریاست کا رویہ اور نظام حیدر آباد کا فرمانِ عام معافی درج ہے۔

'سیاست ملّیہ'(۲) از محمد امین زبیری

یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۹ ابواب اور ۵۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مسلمانان ہند کی سیاسی تحریکات (۱۸۵۷ء تا آغاز ۱۹۴۱ء) کی مکمل و مفصل تاریخ درج ہے۔ اس کتاب میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۱ء تک جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں غدر ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں سے متعصبانہ انتقام، سر سیّد کی مدافعانہ جدو جہد، سر سید احمد خاں کی تحریک، کانگریس کی تاسیس اور اس کے مقاصد، بانی کانگریس کا نظریۂ قومیت، تقسیم بنگال، آل انڈیا مسلم لیگ کی تاسیس، مسلم لیگ کا مسلک، جنگ عظیم ۱۹۱۴ء کا آغاز، اجلاس مسلم لیگ ۱۹۱۵ء منعقدہ بمبئی، ہندو مسلم فسادات، تحریک خلافت کا اثر، ترک موالات کا خاتمہ، سائمن کمیشن، نہرو رپورٹ کی

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

ترتیب واشاعت، سول نہ فرمانی کی تحریک کانگریس اور لیگ میں مذاکرات، اقبال کا نظریۂ پاکستان، مسلم لیگ کا اجلاس لاہور ۱۹۴۰ء، کانگریس سے گاندھی کی سبکدوشی، کانگریس کا نظریۂ قومیت اور ایک وفادار کانگریسی مسلمان کی علیحدگی وغیرہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں مسلم اسٹورنٹ فیڈریشن اور مردم شماری درج ہے۔

'آزادی کی بھینٹ' از بی ۔ کے نارائن

یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہدِ آزادی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'مکمل تاریخ آزاد ہند فوج' (۱) از اسرار احمد آزاد

یہ کتاب ۱۷ ابواب اور ۵۶۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غدر ۱۸۵۷ء سے لے کر تمام انقلابی تحریکات کا تذکرہ شامل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، گذشتہ اور موجودہ صدی کی تمام انقلابی تحریکات، انقلابی تحریکات میں مسلمانوں کی شرکت، پنجاب کے سکھوں اور سکھ تارکانِ وطن کی انقلابی جدوجہد، غدر پارٹی اور ہندوستانی انقلاب پسندوں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں سبھاش چندر بوس کی ان تقریروں اور عارضی حکومتِ ہند کے ان فرامین اور اعلانات کو بھی شامل کیا گیا ہے، جنہوں نے آزاد ہند فوج نیز حکومت آزاد ہند کو زندہ حقیقت بنا دیا پھر اس میں اس فوج کی لڑائیوں اور اس کے انتظامی شعبوں کے حال کے علاوہ کپتان شاہنواز اور کپتان پریم سہگل کے مقدمے کے حالات بھی درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی۔

'تحریک ۱۹۴۲ء کی داستان' [1] از شری دھرم پال

یہ کتاب ۱۵۵ صفحات اور نو ابواب پر مشتمل ہے۔ان ابواب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان میں آغاز جدوجہد، ہندوستان چھوڑو تحریک، آزاد ہند فوج، مسلم لیگ، کمیونسٹ وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب میں خاص طور سے ہندوستان چھوڑو تحریک پر فوکس کیا گیا ہے اور اسے ہندوستان کی دوسری جنگ آزادی کی مکمل تاریخ بتایا ہے۔اس کتاب کا اشاعت سن ندارد ہے۔

'سی۔پی میں کانگریس راج' [2] از اسرار احمد کریوی

یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں ناگپور سے شائع ہوئی، جو ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں سی۔پی میں کانگریسی حکومت کے قیام (۱۹۳۵ء تا ۱۹۳۹ء) کے دوران مسلمانوں کے ساتھ حکومت کے جانبدارانہ رویے کی روداد درج ہے۔اس کتاب میں صرف صوبہ متوسط و برار [3] کے واقعات درج ہیں۔

'مسلم لیگ کیوں' از ذاکر حسین فاروقی

یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں بمبئی سے شائع ہوئی، جو ۲۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں مسلم لیگ کی تاریخ، نظریہ پاکستان کا سیاسی و تاریخی پس منظر اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'انقلابِ مشرق اور مسلمان' از مشتاق راندیری

یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی، اس میں انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی تحریکِ آزادی کے حالات درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: صولت پبلک لائبریری رامپور۔
(۲) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔
(۳) یہی وہ صوبہ ہے، جس کے ایک گاؤں سیواگرام کو گاندھی جی کی مستقل قیام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

فصل دوم

خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں تاریخیں

اس فصل کو حسب ذیل عنوانات میں منقسم کیا گیا ہے۔

(i) آثار قدیمہ سے متعلق تاریخیں

(ii) تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخیں

(iii) تعلیم وثقافت سے متعلق تاریخیں

(iv) فنونِ لطیفہ سے متعلق تاریخیں

(v) درسگاہوں سے متعلق تاریخیں

(vi) کتب خانوں سے متعلق تاریخیں

(ا) آثار قدیمہ سے متعلق تاریخیں

'آثار الصنادید' از سر سیّد احمد خاں

" آثار الصنادید " دہلی کے آثار قدیمہ کی تفصیلی تاریخ ہے، جو تاریخ اور فنِ تعمیر کا اہم ترین امتزاج ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب کا عنوان "شہر کے باہر کی عمارتوں کے حال میں" ہے۔ اس باب میں بیرونی شہر کی تقریباً ۱۳۰ عمارتوں کا مفصل بیان درج ہے۔ ان عمارتوں میں قلعہ تغلق آباد، مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ، مندر کالکا، اکاس مندر، روشن چراغ دہلی، درگاہ یوسف قتال، مسجد کھڑکی، درگاہ شیخ صلاح الدین، مسجد عیسیٰ خاں، مقبرہ عیسیٰ خاں وغیرہ

اس باب کے آخر میں روشن آراء اور سرہندی وغیرہ باغات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب کا آغاز حسب ذیل عبارت سے اس طرح کیا ہے۔

نمونۂ عبارت

"واضح ہو کہ سابق میں آبادی اس شہر کی جانب جنوب تھی اور جتنے قدیم مکان ہیں وہ اسی جانب واقع ہیں، جس بادشاہ نے اپنے عہد سلطنت میں قلعہ بنایا اور شہر بسایا وہ شمال کی طرف ہٹتا آیا۔ اس سبب سے اس شہر کے اور طرف مکانات قدیم بہت کم ہیں"(۱)

دوسرے باب کا عنوان "قلعہ معلٰی کی عمارتوں کے حال میں" ہے۔ اس میں لال قلعہ اور اس کی عمارتوں کا حال مذکور ہے۔ اس میں جزوی عنوانات قائم کر کے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، یہ عنوانات مندرجہ ذیل ہیں۔ دروازہ جنوبی قلعہ معلٰی، چھتہ لاہوری دروازہ، دیوانِ عام، امتیاز محل، جھروکہ، اسد برج، خواب گاہ مشہور بڑی بیٹھک، مثمن برج، شاہ محل معروف بہ دیوان خاص، تسبیح خانہ موتی محل وغیرہ عمارتوں کا حال درج ہے۔ تیسرے باب کا عنوان "خاص شہر شاہجہاں آباد کے حال میں" ہے۔ یہ باب شہر شاہجہاں آباد کے احوال پر مشتمل ہے۔ اس میں شاہجہاں آباد کی عمارتوں، مسجدوں، مدرسوں، حویلیوں، کنوؤں باولیوں، مندروں، بازاروں، مزاروں وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔ چوتھے باب کا عنوان (۲) "دلّی اور دلّی کے لوگوں کے حال میں" ہے۔ اس باب میں دہلی اور اہلِ دہلی کی تاریخ مرقوم ہے۔ یہ باب علماء، صوفیاء اور دوسرے فن کاروں کے احوال سے متعلق ہے۔

---

(۱) آثار الصنادید، سرسید احمد خاں، طبع سوم، ۱۹۰۰ء ص ۱۰، (باب اوّل)

(۲) اس باب کے صفحات کے چند عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

کتاب بہ اقامت انتساب مشتمل بیانات عمارات و مقامات باشندگان شہر دہلی مسمی بہ

آثار الصنادید

تصنیف جواد الدولہ سید احمد خان صاحب بہادر عارف جنگ سابق منصف دار الخلافہ شاہجہان آباد

بمطبع نامی منشی نولکشور بزیور طبع مزین

سرورق "آثار الصنادید" مؤلفہ سر سیّد احمد خاں (طبع سوم ۱۹۰۰ء)
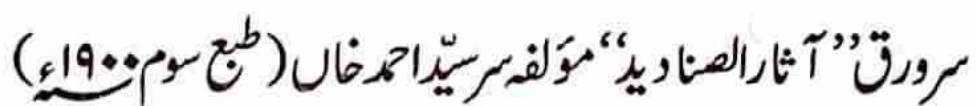
اس باب میں پہلے تو دلّی کے متفرق ناموں، اس کی آب وہوا اور اردو زبان کے ارتقاء سے بحث کی گئی ہے۔ پھر شاہجہاں آباد کے باشندوں کی بابت لکھا ہے۔

"اگرچہ لوگ یہ خیال ظاہر کریں گے کہ میں نے جو اس شہر کے لوگوں کا حال لکھا ہے۔ وہ بہ نظر حب الوطن ہوگا۔ لیکن جن لوگوں کے مزاج میں انصاف ہے۔ وہ میری اس ساری کتاب کو دیکھ کر جان لیں گے کہ میں نے جو حال لکھا ہے۔ وہ افراط وتفریط سے خالی ہے۔ حقیقت میں یہاں کے لوگ ایسے ہیں کہ شاید کسی اقلیم کے نہ ہوں گے۔ ہر ایک شخص ہزار ہزار خوبی کا مجموعہ اور لاکھ لاکھ ہنروں کا گلدستہ ہے۔ ہر ایک کو علم وہنر سے شوق اور دن رات لکھنے پڑھنے ہی سے ذوق ہے"(۱)

اس کے بعد انہوں نے دہلی کے تقریباً ۱۲۰ مشاہیروں کا تذکرہ پیش کیا ہے، جو کہ نہایت جامع ہے۔ جن میں مشائخ، علماء، فقراء، اطباء، شعراء، خوش نویس، مصور، موسیقی داں وغیرہ شامل ہیں۔ مشائخین کے زیرِ عنوان میں ان کے مختلف سلسلوں کا بھی الگ الگ ذکر ہے۔ مثلاً رسول شاہیوں وغیرہ کا سلسلہ۔ مشائخ میں جناب حضرت شیخ الشیوخ مولانا غلام علی قدس سرہ، جناب حضرت مولانا شاہ ابوسعید نوراللہ، جناب حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ، حاجی علاء الدین احمد سلمہ اللہ تعالیٰ، جناب مولانا قطب الدینؒ وغیرہ مشائخ کا ذکر کیا ہے۔ رسول شاہیوں کے عنوان کے تحت رسول شاہ صاحب، مولوی شاہ حنیف صاحب، شاہ فدا حسین صاحب، شاہ توکل حسین صاحب وغیرہ کے نسب ناموں اور ان کی مہمات پر روشنی ڈالی ہے۔ شاعروں میں بالخصوص ذوقؔ، غالبؔ، مومنؔ، شاہ نصیرؔ، شیفتہؔ وغیرہ کی شخصیت اور فن سے تفصیلی بحث کی ہے، اس کے علاوہ ان شاعروں کے مختصر حالاتِ زندگی وانتخاب کلام اور دیگر اُردو اور فارسی تصانیف کے نمونے اور ان پر تبصرے بھی شامل ہیں۔

---

(۱) آثار الصنادید، (باب چہارم) ص ۱۰

سیّد عبداللہ کا اس باب کے بارے میں کہنا ہے کہ

" کتاب کا چوتھا باب اپنے مطالب کے اعتبار سے بڑا قیمتی باب ہے۔ کیونکہ اس میں اس زمانے کے مشاہیر کا مستند حال درج ہے اور ایک لحاظ سے دہلی مرحوم کے آخری دور کی یہ زندہ یادگاریں، پرانے ایوانوں کے شکستہ در و دیوار اور قدیم مسجدوں اور عمارتوں کے بوسیدہ گنبدوں اور چبوتروں سے کچھ کم اہم نہیں کیونکہ دہلی کے زوال پذیر عظمت کی یہ چلتی پھرتی نشانیاں ہیں جن میں مرزا غالبؔ، نواب ضیاء الدین خاں، مفتی صدرالدین اور نواب مصطفٰے خاں شیفتہؔ جیسے مشاہیر شامل ہیں۔ شاہجہاں آباد کے اندر ماضی کا زندہ ثبوت مہیا کرتے ہیں "(۱)

غرض کہ یہ چوتھا باب اپنی نوعیت کے اعتبار سے اگر شاعروں اور مذہبی تذکروں سے الگ ہے تو سیر رجال سے بھی مختلف ہے اور اپنی گوناگوں عناصر کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس باب کے آخر میں مرزا غالبؔ کی فارسی نثر میں تقریظ اور امام بخش صہبائی کا فارسی میں تبصرہ شامل ہے۔ مولانا محمد صدرالدین خان بہادر کی منظوم فارسی تقریظ کے بعد اس کتاب کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس باب کو ۱۸۵۴ء میں دوسری اشاعت کے وقت نکال دیا گیا تھا، اس بارے میں سیّد عبداللہ کا کہنا ہے کہ

" بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز ایڈورڈ ٹامس کی تجویز سے کی گئی ہوگی جو اشاعت ثانی کے وقت سر سیّد کے مشوروں میں شریک تھے۔ اس میں مصلحت غالباً یہ تھی کہ یہ کتاب صرف آثار و عمارات کے بیان کے لیے مخصوص ہو جائے اور مشاہیر کا تذکرہ چونکہ ان میں بے جوڑ معلوم ہوتا ہے اس لیے کتاب سے خارج کر دیا جائے "(۲)

---

(۱) سر سید اور ان کے نامور رفقاء کی نثر کا فکری و فنی جائزہ، سید عبداللہ، ص ۵۶

(۲) سر سید اور ان کے نامور رفقاء کی نثر کا فکری و فنی جائزہ، سید عبداللہ، ص ۵۶

آثارالصنادید کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سیّد عبداللہ نے لکھا ہے۔

"آثارالصنادید انیسویں صدی میں شہر دہلی کے موضوع پر بہترین کتاب ہے، جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ سر سیّد کے معاصرین نے اس کو انتہائی وقعت کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ اس کو مختلف زبانوں میں منتقل کرنے کی ایک سے زیادہ کوشش ہوئیں گارسان دتاسی نے جس نے اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ کیا"(۱)

اس طرح تاریخ اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے آثارالصنادید اہمیت کی حامل ہے۔

پروفیسر عرفان حبیب کا اس کتاب کے بارے میں کہنا ہے کہ

"اپنی نوعیت کی یہ اتنی اہم تصنیف تھی کہ نہ صرف سر سیّد احمد خاں کی زندگی میں اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے (دوسرا ایڈیشن دہلی ۱۸۵۴ء، ۱۸۵۳ء اور تیسرا ایڈیشن لکھنؤ (۱۸۷۶ء) بلکہ اس کا ترجمہ فرانس کے مشہور مستشرق گارسان دتاسی نے ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۱ء میں شائع کیا"(۲)

آثارالصنادید کے مختلف ایڈیشن

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ آثارالصنادید ۱۸۴۶ء میں مکمل ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۷ء میں مطبع سیّد الاخبار سے شائع ہوا۔ اس ایڈیشن کے بارے میں ڈاکٹر خلیق انجم کا کہنا ہے کہ

"چار ابواب میں تقسیم یہ ایڈیشن ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر ایک باب کے صفحات نمبر الگ الگ ہیں۔ اس میں دلّی کی ۱۲۸ عمارتوں کے خاکے ہیں۔ جنھیں دو مصوروں مرزا شاہ رخ اور فیض علی خاں نے بنوایا تھا، ابتداء میں یہ کتاب تھیافلس طامس مٹکاف کے نام معنون کی گئی ہے مقدمے میں مٹکاف کی نثری مدح کے علاوہ ۸۷ اشعار کا فارسی قصیدہ بھی شامل ہے۔(۳)

---

(۱) سر سیّد اور ان کے نامور رفقاء کی نثر کا فکری و فنی جائزہ، سیّد عبداللہ، ص ۴۷ تا ۴۸

(۲) سر سیّد احمد خاں اور تاریخ نویسی، پروفیسر عرفان حبیب، فکر و آگاہی (علی گڑھ نمبر)، ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۳

(۳) آثارالصنادید، جلد اوّل، سر سیّد احمد خاں، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم، دہلی ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۸

جہاں تک اس ایڈیشن کے متن کا تعلق ہے تو اس کی عبارت رنگین ومقفّیٰ ہے۔ آسان اور عام فہم نہیں ہے۔

اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن جدید ترتیب و نظر ثانی کے بعد ۱۸۵۴ء میں شائع ہوا۔ اس ایڈیشن میں دہلی کے شعراء، علماء، صوفیاء اور دوسرے فنکاروں وغیرہ کے احوال کو اس کتاب سے نکال دیا گیا، جس کے نتیجے میں یہ کتاب دہلی کی مقامی تاریخ کی تحقیق کا اہم ماخذ بن گئی۔ ان ایڈیشن کے علاوہ آثار الصنادید کے اور مختلف ایڈیشن اور ریپرنٹ بھی شائع ہو چکے ہیں۔(۱)

۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر خلیق انجم نے آثار الصنادید کا تین جلدوں میں نیا ایڈیشن شائع کیا۔ یہ ایڈیشن پہلی بار مستند اور بہت ہی سائنٹفک انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ سر سیّد نے جن عمارتوں کے بارے میں بتایا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے بھی ان عمارتوں کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال گذر جانے کے بعد ان عمارتوں کی کیا حالت ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان عمارتوں کی بہت اچھی کتابیات بھی تیار کی ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ فارسی، انگریزی اور اُردو میں متعلقہ عمارتوں کا ذکر کس کس کتاب میں کس کس صفحہ میں ملتا ہے۔ یہ کام اُردو میں پہلی بار کیا گیا ہے۔ سر سیّد نے دہلی کی جن اہم شخصیتوں کے حالات لکھے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے حواشی میں ان شخصیتوں کے حالات میں اہم اضافے کیے ہیں۔ یہ ایڈیشن ان تمام ایڈیشنوں سے مختلف ہے جنھیں محققین نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ اس ایڈیشن میں انہوں نے ہندو مسلم فن تعمیر پر پونے دو سو صفحات کا مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بارے خورشید پرویز صدیقی صاحب نے اپنے ایک مقالے " آثار الصنادید ایک جائزہ" میں لکھا ہے کہ:

> "تقریباً پونے دو سو صفحات کا گراں قدر مقدمہ اردو ادب میں منفرد ہے۔ مقدمہ کیا ہے۔ ایک مکمل تصنیف ہے۔ علم کا خزینہ ہے معلومات کا

---

(۱) ۱۹۰۰ء میں مطبع نولکشور سے آثار الصنادید کے پہلے ایڈیشن کا ایک اور ریپرنٹ شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ۱۸۷۶ء، ۱۹۰۶ء، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء میں مختلف ایڈیشن شائع ہوئے۔

ایک دفتر اردو زبان میں غالباً اپنی نوعیت کے لحاظ سے اوّلین کوشش ہے۔
اس بسیط اور پُر مغز مقدمے کے لیے اُردو ادب انجم صاحب کا ممنون رہے گا"(۱)

اس طرح یہ کتاب آثارِ قدیمہ سے متعلق تاریخوں میں اہم کتاب ہے۔

'تحقیقات چشتی' (۲) از نور احمد چشتی (۳)

"تحقیقات چشتی" لاہور کے آثار قدیمہ سے متعلق اہم ترین مآخذ ہے، جو لاہور کے تاریخی آثار کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے یعنی اس میں لاہور کی عمارتوں، باغات، مسجدوں اور قبروں کا ذکر بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۸۶۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۷۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں دیباچہ مؤلف ہے اس کے بعد پس منظر کے طور پر ہندوستان کی تاریخ عہدِ قدیم سے بہادر شاہ ظفر تک لکھی ہے۔

اس میں نہ صرف بزرگان سلف کے مزارات ومقابر کا ذکر ہے۔ بلکہ ان کے حالات آغاز سے انجام تک درج ہیں۔ ان میں صوفیاء، بزرگان کے مقابر کے علاوہ سلاطین اور روساء کے مقابر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں مزارات قطب الدین ایبک، مقبرۂ انارکلی مقبرۂ نورالدین جہانگیر، مقبرۂ آصف جاہ، مقبرۂ نور جہاں وغیرہ سلاطین وبادشاہ کے مقابر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں نور احمد چشتی نے عربی وفارسی کی بہت سی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جن میں کتاب روضۃ الحباب، معارج الولایت، تذکرۃ العارفین، حقیقۃ الفقرا، حقیقۃ الفواد، قصص الاولیاء، محبوب الواصلین، تذکرۃ العاشقین، مرات الہند،

---

(۱) زبان وادب، پٹنہ سہ ماہی، جلد ۲۱ شمارہ ایک، ص ۶

(۲) یہ کتاب مسٹر ولیم کولڈ سٹریم اسسٹنٹ کمشنر کے حکم سے لکھی گئی۔ جو صولت پبلک لائبریری (نمبر شمار ۸۸۴) اور ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ میں محفوظ ہے۔

(۳) ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ حضرت علی سے جاملتا ہے۔

جام جم، سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، حق نما، حبیب السیر، شاہ جہاں نامہ، تزکِ جہانگیری، اکبرنامہ وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

جیسا کہ بتایا چکا ہے کہ اس کتاب میں وہ بزرگانِ اسلام جو لاہور میں مدفون ہیں، ان کا ذکر ہے۔ لاہور کی تاریخی عمارات کے متعلق اس کتاب میں بہت کچھ ملتا ہے۔ معابد و مراسم اہلِ ہنود پر تبصرہ کیا ہے۔ روئے زمین کے اولیاء اللہ اور حتیٰ الامکان ہر ایک خانوادے کا حال لکھا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مسموع شواہد کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ مؤلف نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ یہ اطلاع بھی دی جائے کہ صاحبِ مقبرہ کس زمانے میں اور کہاں تولد ہوئے، ان کی شہرت کا باعث کیا تھا، آخر کب اور کہاں وفات پائی، صحیح تاریخ وفات کیا تھی۔ کون کون ان کے خلیفہ، مرید اور معتقد ہوئے، ان کی وفات کے بعد ان کے سجادہ نشین کون کون تھے اور اب ان کی اولادوں میں سے کون زندہ ہیں اور کس مقام پر سکونت پذیر ہیں۔ کیا وہ مقبرہ رجسٹر نزول سرکاری میں درج ہے یا نہیں۔ اس مکان یا مقبرہ یا شوالہ گوردوارہ وغیرہ کے ساتھ کیا کیا معافی ہے۔ زمین ہے یا گاؤں یا نقدی اور اس تقرر کا باعث کیا ہے۔ یہ معافی کس قدر ہے اور کس کے حکم اور کس وجہ سے یہ پہلے پہل مقرر ہوئی۔ وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بزرگان سلف کے شجرہ ہائے سلسلہ بھی درج ہیں۔ جہاں تک اسلوب کا تعلق ہے۔ تو عام فہم ہے، کہیں کہیں اشعار کا بھی استعمال ہے۔ یہ کتاب لاہور کے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور رسم و رواج کے بارے میں جاننے کا اہم ماخذ ہے۔

'عجائبات روزگار' از ماسٹر رام چندر

یہ کتاب ۱۸۷۳ء میں مطبع نول کشور واقع لکھنؤ سے شائع ہوئی، اس میں دنیا کی مشہور عمارتوں اور ہندوستان کے اہم تاریخی مقامات کے حالات درج ہیں۔

'آثار قدیمہ' (۱) از منشی محمد فیروز شاہ خاں فیروز رامپوری

یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں مطبع افتخار عالم پریس رامپور سے شائع ہوئی، جو ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں جن آثار قدیمہ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں مسجد قرطبہ، دمشق کی جامع مسجد، مسجد ابا صوفیہ واقع قسطنطنیہ، مسجد جہاں نما عرف جامع مسجد دہلی، روضۂ تاج گنج، اسپین کا طلسم گھر، مدینہ زہرا اور اس کا قصر، قصر نمرود، قصر کسری اور شہر مدائن، دخمہ، نوشیروانِ عادل غار بامیاں کے عجائبات، دیوار چین، اہرام مصری، روی زمین کے بلند مینار، چینی قبرستان قابل مطالعہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں قطعۂ تاریخ درج ہے جس سے ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۹۱۰ء سن تصنیف برآمد ہوتا ہے۔

'ہفت عجائبات عالم' از دینا ناتھ حافظ آبادی

یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۲۱۷ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں دنیا کی سات مشہور عمارتوں، مندروں کی تاریخ درج ہے۔

'نقد رواں' (۲) از محمد عباس شیروانی (۳)

یہ کتاب دنیا کے سکہ جات پر مبنی ہے، اس میں نہ صرف سکہ جات کا حال لکھا گیا ہے بلکہ سکوں کے نقش بھی ہیں۔ ایک مقدمہ اور پانچ فصلوں میں یہ کتاب منقسم ہے۔ مقدمہ میں سکہ کی لغوی اور اصلاحی تعریف کی گئی ہے۔ پہلی فصل میں شاہان یونان و مصر اور روم کے قدیم سکوں کا بیان ہے۔ چربے بھی پیش کئے ہیں۔ دوسری فصل میں یورپ کے ان چاندی کے سکوں کا بیان ہے، جو بھوپال کے خزانے میں محفوظ ہیں، صرف چربے دیئے گئے ہیں اور سنہ اجرائی اور مقام کا نام بھی لکھا

---

(۱) صولت پبلک لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ یہ کتاب بے حد ضعیف ہے سرورق سے پہلے قلمی تین صفحات کے اقوال زریں درج ہیں۔

(۲) یہ کتاب بیگم صاحبہ بھوپال شاہجہاں بیگم کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ صولت پبلک لائبریری رامپور میں اور اس کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد میں ہے۔ اس کتاب کے صفحات کے چند عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۳) مصنف کا پورا نام ابوالفضل محمد عباس۔

گیا ہے۔ تیسری فصل میں سکہ جات فرمارو ایان اسلام اور شاہان ہندوستان کا ذکر ہے اور سکوں کا وزن بھی لکھا گیا ہے۔ چوتھی فصل میں راجگان ہندوستان میں مروجہ سکوں کا ذکر ہے، ان کا وزن لکھا گیا ہے۔ پانچویں فصل میں ان قدیم اور کہنہ سکوں کا ذکر ہے، جو مؤلف کی نظر سے گزرے ہیں۔ کتاب کے آخر میں چند تاریخی قطعے درج ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب سنہ ۱۲۹۱ھ/ سنہ ۱۸۹۵ء تا سنہ ۱۳۰۱ھ/ سنہ ۱۹۰۵ء کے درمیان لکھی گئی، اس کے ۲۴۰ صفحات ہیں۔

'آثارِ اکبری یعنی تاریخ فتح پور سیکری'[1] از سعید احمد مارہروی

یہ کتاب سنہ ۱۹۰۶ء میں مطبع اکبر واقع آگرہ سے شائع ہوئی۔

اس میں فتح پور سیکری اور دیگر مقامات ملحقہ قصبہ روپ بانس، خانواں چریاری، ڈھاکر وغیرہ کی مفصل تاریخ اور وہاں کی قدیم عمارتوں کی تفصیل وار پیمائش درج ہے۔ ضمیمہ میں حضرت شیخ الاسلام چشتیؒ، نواب اسلام خاں چشتیؒ، نواب قطب الدین خان کوکلتاش نواب محتشم خاں، نواب مکرم خاں، نواب ابراہیم خاں، شیخ احمد وغیرہ کے حالات مندرج ہیں، کتاب کے آخر میں ضمیمہ اور فہرست نقشہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عمارات کی عکسی تصاویر بھی منسلک ہیں۔

یہ کتاب نو ابواب اور ۲۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان ابواب کی تفصیل درج ہے۔ باب اوّل کا عنوان "فتح پور سیکری" ہے۔ اس باب میں جن پہلوؤں پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ ان میں اکبر کی پیدائش، اکبر کی تخت نشینی، فتح پور سیکری کی آبادی کی ابتداء، پیدائش جہانگیر و شہزادہ مراد، فتح پور کا آباد ہونا، جشن اکبری، فتح پور کی نسبت فیضی کی تحریر، اکبر کی وفات، فتح پور کی حالت جہانگیر کے عہد میں۔ باب دوم کا عنوان "درگاہ شریف مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ" ہے۔ اس باب میں درگاہ شریف، بلند دروازہ، کتبہ بیرونی بلند دروازہ، بلند دروازے کی

(۱) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری، صولت پبلک لائبریری رامپور، بارڈنگ لائبریری، اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
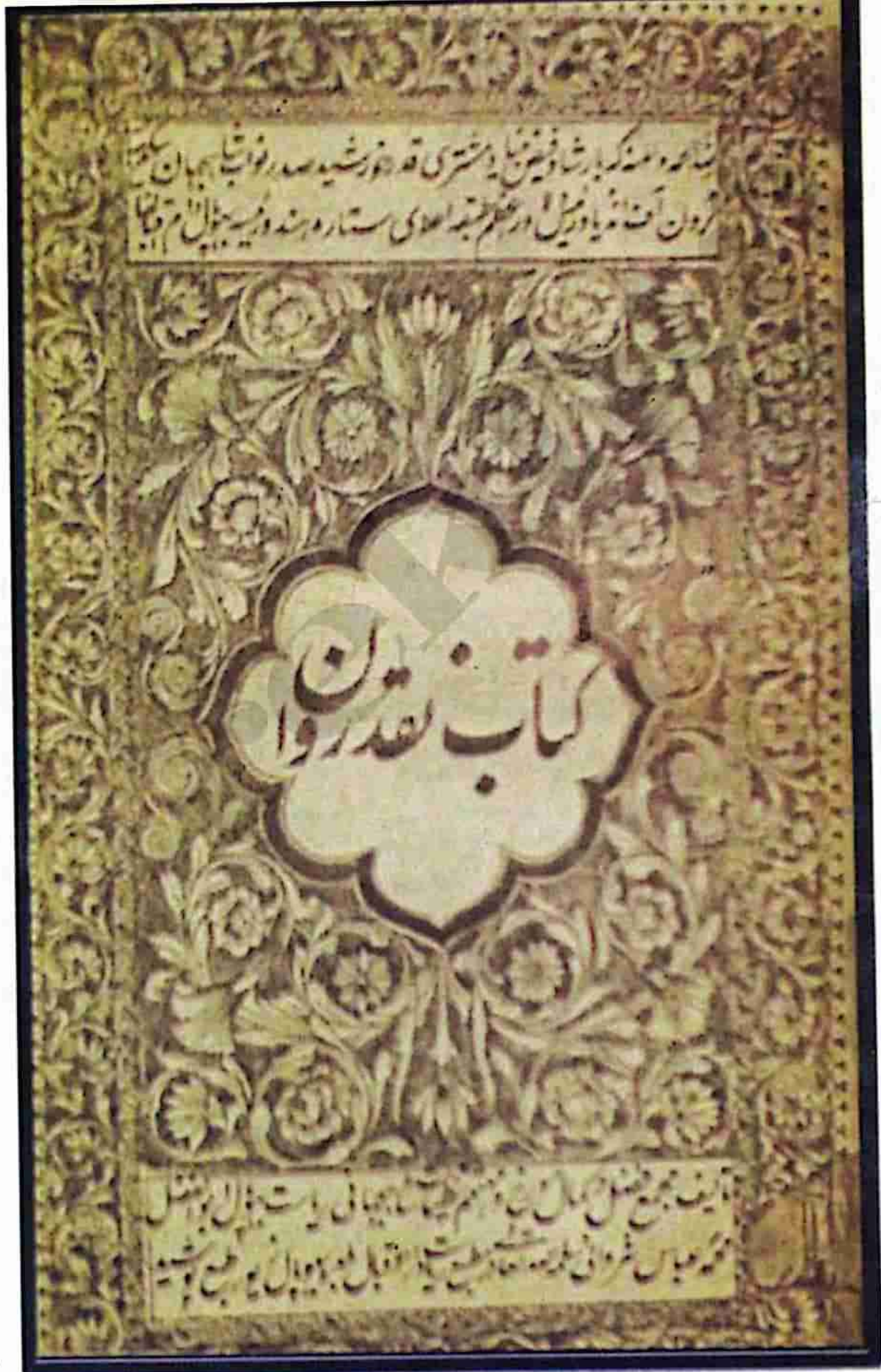
سرورق ''نقدِ رواں'' مؤلفہ محمد عباس شیروانی

بلندی، بادشاہی دروازہ، زنانہ روضہ، جامع مسجد، کتبہ پیش طاق مسجد، روضہ عالی حضرت شیخ سلیم چشتیؒ، مقبرہ نواب اسلام خاں، مزار نواب مکرّم خاں، مزار نواب محتشم، مزار شیخ فضل الدین حسین سجادہ نشین، مزار بالے خاں، مکان شیخ فیضی و ابوالفضل، سموسہ محل، جوگی پورہ، رنگ محل، بدیع محل وغیرہ۔ باب سوم کا عنوان "محلاتِ شاہی مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ" ہے۔ اس باب میں دولتِ خانہ خاص یا محل خاص، بیربل کا مکان، اصطبل، شتر خانہ، عبادت خانہ یا چار ایوان، دفتر خانہ، جوہری بازار، مثمن برج، ہاتھی پول وغیرہ عمارتوں کا ذکر شامل ہے۔ باب چہارم کا عنوان "عمارتِ جانب شمال" ہے۔ اس میں بارہ دری، کارخانہ آبرسا گی، حرم مینار، قوشخانہ، بارہ دری، اجمیر دروازہ وغیرہ عمارتوں کا ذکر شامل ہے۔ باب پنجم کا عنوان "عمارات جانب جنوب" ہے۔ اس میں جن عمارتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں مزار فتح خاں ونور خاں شہید، مسجد شاہ قلی، بارہ دری راجہ ٹوڈرمل، مقبرہ بہاء الدین وغیرہ۔ باب ششم کا عنوان "عماراتِ قربِ وجوار" ہے۔ اس میں عیدگاہ، قبرستان، مزار بی بی عائشہ وبی بی زیبا مع گنبد ہائے ملحقہ مقبرہ نواب ابراہیم خاں، گونگا محل، مسجد ڈھاکر وغیرہ عمارتوں کا ذکر ملتا ہے۔ باب ہفتم کا عنوان "سیکری اور اس کی عمارتیں" ہے۔ اس ضمن میں جن عمارتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں قصبہ سیکری، راجہ بلرام، میواتیوں کی مسجد، موسیٰ گنبد وغیرہ۔ ہشتم باب کا عنوان "روپ بانس اور وہاں کی عمارتیں" ہے۔ اس باب میں محلاتِ شاہی، شاہی مسجد، قرولوں کی مسجد، کارخانہ وغیرہ کا ذکر شامل ہے اور باب نہم کا عنوان "خانواں" ہے۔ اس باب میں رانا سانگا اور بابر کی لڑائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کتبوں پر کندہ قرآنی آیات کو بھی نقل کیا گیا ہے اور ان کی تشریح کی گئی ہے۔ فنِ تعمیر کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

'روضتہ الاقطاب' از رونق علی(۱)

یہ کتاب روضۂ خلد آباد اور اس کے اطراف کی درگاہوں اور قدیم آثار کی تاریخ پر مشتمل ہے۔اس مخطوطے کا سن تالیف تقریباً ۱۹۰۶ء ہے۔اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مصنف نے قدیم کتابوں اور خود مقامی باشندوں نیز اس زمانے کے صاحبان علم و فضل اور مؤرخین سے استفادہ کیا ہے۔ذیل میں اس مخطوطے کا نمونہ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"ناظرین کے سامنے تالیف کے یہ چند اجزاء پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اسباب و تالیف بھی تھوڑے سے بیان کردیں۔اگرچہ اس کے تحریر کرنے میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کسی قسم کی دلچسپی۔لیکن اس قدر ضرور ہے کہ بزرگوں کے نام نامی کے ساتھ ان سر پرست احباب کے نام بھی یادگار رہ جائیں گے جو کتاب کے مسبب ہیں"

اختتام

"حاجی صاحب کے گنبد کے علاوہ کاغذی پورے اور اوس کے حدود میں ہیں اور بھی بزرگواروں کے مزارات ہیں اور وہ سب برہان الدین صاحب غریب کے اصحاب مشہور ہیں۔فہرستِ ذیل سے اون کے اسمائے گرامی کا علم ہوجائے گا"(۲)

اس کے بعد چودہ اصحاب کی فہرست معہ تاریخ عرس و وضاحت مدفن درج ہے۔یہ قلمی نسخہ کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد میں محفوظ ہے۔اس مخطوطے کی عبارتیں قدیم املا پر ملتی ہیں مثلاً بعض الفاظ کا املا اس طرح ہے۔اس (اوس) وغیرہ۔

---

(۱) رونق علی بارہ بنکی کے باشندے تھے وہ مدرسۂ خلدآباد عرف روضہ کے مدرس تھے۔

(۲) بحوالہ تذکرۂ اردو مخطوطات (کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو)، جلد اول، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ص ۳۰۴

'ارض تاج' (۱) از واحد یار خاں

یہ کتاب ۱۹۱۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۶۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں آگرہ کی عمارات اور آگرہ کے مسلمانوں کے حالات معہ چند دیگر قومی مضامین درج ہیں۔

اس کتاب کی تدوین میں بقول مؤلف آگرہ گزیٹر، انسائیکلوپیڈیا، برٹینکا، معین الآثار، دربارِ اکبری، امپریل گزیٹر، رپورٹ مردم شماری ۱۹۱۱ء، رپورٹ سالانہ محکمۂ تعلیم، ایجوکیشنل کوڈ ممالک متحدہ آگرہ واودھ، آگرہ اخبار وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب کی ابتداء میں دیباچہ ہے۔ اس کے بعد آگرہ کا جغرافیہ، آگرہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آگرہ کی عمارتوں میں جامع مسجد، قلعہ، تاج محل، اعتمادالدولہ کا مقبرہ، سکندرہ، فتح پور سیکری کی عمارتوں کی تعمیری خصوصیت پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح مؤلف نے ان عمارتوں کی پوری طرح سے وضاحت کی ہے۔ آگرہ کی عمارتوں کے تذکرے کے بعد آگرے کے مشہور اشخاص جن میں فیضی، ابوالفضل، عبدالقادر بدایونی، میر تقی میر، شیخ ولی محمد نظیر، اسداللہ خان غالب (آگرے میں پیدا ہوئے) وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آگرہ کی مردم شماری، اقتصادی حالت، مسلمان تاجر تعلیمی حالت، انجمن، مذہبی، محرم وغیرہ پہلوؤں پر نظر ثانی کی ہے۔

'مزارات حرمین' (۲) از علی شبیر

"مزارات حرمین" مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے مشہور مزارات و مقابر کی جامع تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۲۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کی متعدد کتابوں سے استفادہ کیا ہے، جن کے حوالے مؤلف نے موقع بہ موقع دیئے ہیں اور ان میں سے بعض کی صراحت علیحدہ بھی کر دی ہے۔ اس طرح مؤلف نے حرمین کے مزارات اور مقابر کا یہ تذکرہ نہایت قابلیت سے مؤرخانہ انداز میں لکھا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: نذیریہ کلیکشن جامعہ ہمدرد۔

(۲) مملوکہ: صولت پبلک لائبریری رامپور، ہارڈنگ لائبریری، سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی۔

اس خاکِ پاک میں جتنے مزار، قبرستان تاریخی و مذہبی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سب کو جستہ جستہ دیکھا اور ان کی موجودہ و سابقہ حالت کو لکھا ہے سابقہ حالت کو موصوف نے عربی، فارسی، انگریزی یورپ اور ایشیا کے سیاحوں اور حاجیوں کے سفر ناموں سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، ہر ایک باب کئی فصلوں پر مبنی ہے۔ بابِ اوّل کا عنوان مکہ معظمہ کے مشہور قبرستان ہے۔ یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل جنّت المعلی سے متعلق ہے اور دوسری فصل مکہ کے بعض دوسرے قبرستان سے متعلق ہے۔ دوسرے باب کا عنوان مدینے کے مزارات ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مبنی ہے۔ فصلِ اوّل میں مرازِ قدس سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے۔ دوسری فصل کا عنوان فصل جنت البقیع مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان ہے۔ فصل سوم میں مدینے کے بعض دوسرے قبرستان کا تذکرہ ہے۔ اس طرح یہ مسلمانوں کے مقدس مقامات سے متعلق تاریخی معلومات کا مفید ذخیرہ ہے۔

'مآثر دکن' (۱) از سیّد علی اصغر بلگرامی آصف جاہی

یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی، جو ۱۲۴ صفحات پر مبنی ہے اس میں دکن کے آثار و عمارت کا زمانہ قدیم سے ۲۰ویں صدی تک کا حال درج ہے۔ اس میں جن آثار و عمارات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ حدود بلدہ یا حوالی بلدہ میں واقع ہے، مؤلف نے عمارات کی تقسیم تین اقسام (۲) میں کی ہے۔ اس کتاب میں جن عمارات کا حال درج ہے۔ ان کی ترتیب میں حتی الامکان سنہ تعمیر وغیرہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عمارات کی تصاویر بھی دی ہوئی ہیں، یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں بلدہ مضافات کا حال درج ہے۔ باب دوم میں گول کنڈہ اور اس کے ملحقات کا بیان درج ہے۔

(۱) مملوکہ: ذاکر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ، انجمن ترقی اردو ہند، صولت پبلک لائبریری رامپور۔

(۲) قسم اول: وہ قدیم عمارات جو اپنی موجودہ حالت اور تاریخی صنعتی یا اثری حیثیت کے لحاظ سے اس بات کی مستحق ہیں کہ وہ دواما قائم یا وقتاً فوقتاً صورت ترمیم لبذ حالت میں رکھی جائیں۔ قسم دوم: وہ کہنہ عمارات جن کے لئے اب صرف یہی ممکن یا مناسب ہے کہ معمولی تدابیر مثلاً نباتات کے استیصال اور دیواروں کو پانی کے اثرات سے محفوظ رکھ کر یا اسی قبیل کی دوسری تدابیر سے وہ مزید بربادی سے بچائی جائیں۔ قسم سوم: وہ خستہ عمارات جن کی حفاظت اس وجہ سے ناممکن یا غیر ضروری ہوگئی کی امتداد ایام یا کس مپرسی سے ان پر بوسیدگی کے آثار غالب ہو گئے ہیں۔

معین الآثار المعروف بہ تاریخ تاج محل (۱)

از

معین الدین احمد اکبر آبادی

یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں تاج محل کی تعمیر کے حالات، ممتاز محل کی سوانح عمری اور آگرہ کی تاریخ درج ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے جن مستند ماخذات استفادہ کیا ان میں تزکِ بابری، تاریخ فرشتہ، تاریخ جہانگیری، بادشاہ نامہ، عالمگیر نامہ، آئینِ اکبری، عمل صالح منتخب اللباب، مآثر الامراء، مفتاح التواریخ، تاریخ عالم آرا، دربار اکبری وغیرہ ان کے علاوہ قلمی رسالوں اور تحریروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تمہید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اس کتاب کے مضامین کو پانچ حصّوں میں منقسم کیا ہے۔ ذیل میں ان کی تفصیل درج ہے۔

حصہ اوّل: تاج محل کے تاریخی اور اثری حالات سے متعلق ہے۔

حصہ دوم: اس حصے میں بابر بادشاہ اور اس کے مقبرہ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ مقبرہ اعتماد الدولہ، مقبرہ علامی افضل خاں جو چینی کے روضہ کے نام سے موسوم ہے اور نیز دیگر مقابر و مساجد و باغات کا ذکر ہے جو دریائے جمنا کے مشرقی سمت میں واقع ہے۔

حصہ سوم: اس حصے میں سکندرہ یعنی اکبر بادشاہ کے مقبرے کے تاریخی حالات و واقعات درج ہیں۔ اس ضمن میں مقبرہ کے ہر جزو کی کیفیت، مرصع کاری و مینا کاری اور کتبہ جات وغیرہ کا ذکر ہے۔

حصہ چہارم: یہ حصہ فتح پور سیکری کی تاریخ اور اس کی عمارتوں سے متعلق ہے۔

حصہ پنجم: یہ حصہ آگرہ کے قلعہ کی تاریخ اور اس کی عمارتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

---

(۱) مملوکہ: نیشنل آرکائیوز اور نذیریہ کلیکشن جامعہ ہمدرد، رامپور رضا لائبریری، صولت پبلک لائبریری رامپور۔

اس کتاب کا پہلا حصّہ تاج محل کی تاریخ سے متعلق ہے۔اس میں روضۂ تاج محل کی تاریخ اور ممتاز محل کی سوانح عمری کے علاوہ دیگر عمارات ملحقہ کے حالات درج ہیں۔کتاب کی ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں شام، دمشق، مصر، قاہرہ، اندلس، ترکی، فارس، غزنی اور ہندوستان کی بعض بے مثل عمارتوں کا تذکرہ کیا ہے۔اس کے بعد طرزِ تعمیر کے بعض اصطلاحات پر بحث کی ہے۔ مقدمے کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔روضۂ ممتاز محل معروف بہ تاج محل کے عنوان کے تحت مؤلف نے ممتاز محل ارجمند بانو کی سوانح حیات قلمبند کی ہے۔اس ضمن میں اس کے خاندانی حالات ،ممتاز محل کی شادی ،شاہ جہاں کی تخت نشینی ،ممتاز محل کی وفات ،ممتاز محل کی نعش سپرد امانت ،شاہ جہاں کا سوگ اور ماتم ،ممتاز محل کی اولادوں کا ذکر کیا ہے۔اس کے بعد تاج محل کی تعمیر کے واقعات ،اخراجات کی تفصیل ،معماروں کے نام ،کاریگروں کی اجمالی تعداد ،کاریگروں کی فہرست ہے اس ضمن میں اسماء کاریگران ،کارِ خدمت ،سکونت اور تعدادِ تنخواہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد مؤلف نے یورپین مؤرخین کے اس الزام کی تردید کی ہے کہ تاج محل کی تعمیر کے دوران معماروں اور مزدوروں کو فاقہ کشی کرنی پڑ رہی تھی۔اس بارے میں مؤلف نے لکھا ہے کہ

> "یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ صفحاتِ تاریخ صاف بتاتے ہیں کہ معماروں کی اس زمانہ کے لحاظ سے بہت زیادہ تنخوائیں مقرر تھیں۔پھر کوئی وجہ نہیں کہ انہوں نے شدّت گرسنگی میں کام کئے۔شاہجہاں خود فیاض تھا اور تعمیر کے موقعوں پر اس کی زرفشانی اور جود وسخا کی تو انتہا ہی نہیں تھی۔اس کے ساتھ خزانہ شاہی خالی نہ تھا"(۱)

اسی طرح کے اس کتاب میں بعض تاریخی مباحث ملتے ہیں۔مؤلف نے اس خیال کی بڑے وثوق سے تردید کی ہے کہ تاج محل کا نقشہ کسی یورپین انجینیرٔ نے بنایا تھا۔اس کو محض غلط ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی تعمیر میں کسی یورپین کی رائے شامل نہیں تھی بلکہ تمام عمارت ایشیائی معماروں کی محنت کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) معین الآثار المعروف بہ تاریخ تاج محل ،معین الدین احمد اکبرآبادی ،دہلی ۱۹۲۸ء، ص ۵۳
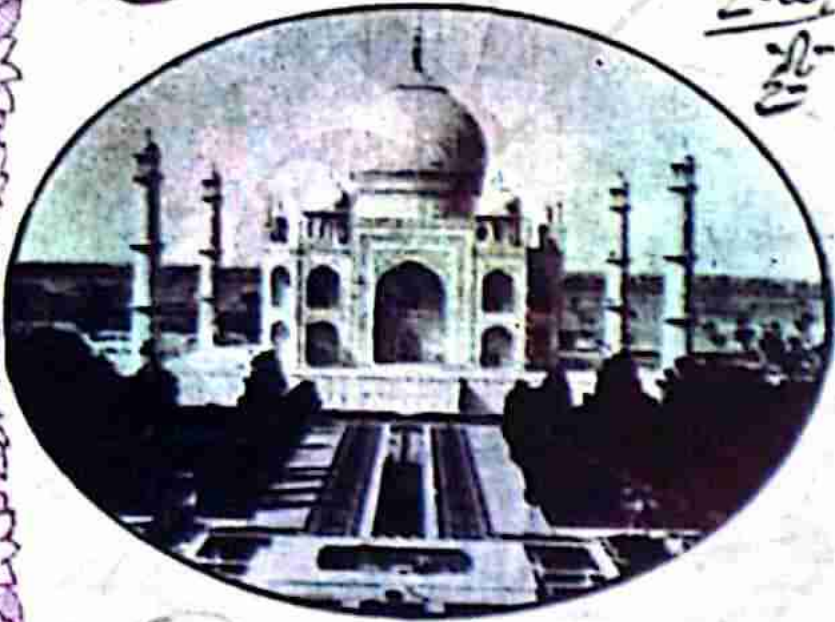
سرورق ”معین الآثار“ مؤلفہ معین الدین

اس بیان کی تائید میں یورپین سیّاح، مؤرخین اور ماہرانِ فن تعمیر کے جو آرا نقل کیے ہیں وہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ذیل کی عبارت میں مؤلف نے سفرنامہ پیٹر منڈے سے اپنے بیان کی تردید کی ہے۔

"پیٹر منڈے (ایک محقق وباوقعت سیّاح) نے جس کو ویرونیو سے ذاتی واقفیت تھی اور چند مرتبہ اس سے آگرہ میں جب کہ تاج محل زیرِ تعمیر تھا ملاقات کر چکا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ ویرونیو نے نقشہ عمارت یا تعمیر کے کام میں کوئی حصّہ لیا ہو۔ منڈے کے سفرنامہ کی ورق گردانی سے ہم کو معلوم ہوا کہ اوّل مرتبہ منڈے کی ملاقات ویرونیو سے مابین ۳۰ و ۶ جنوری ۱۶۳۰ء۔ ۱۶۳۱ء بمقام آگرہ انگلش ہوس ہوئی"(۱)

مؤلف نے بادشاہ نامہ کے حوالے سے اس بات کی تردید اس طرح کی ہے کہ

"اگر اہلِ یورپ سے کوئی نقشہ نویس یا کاریگر طلب کیا جاتا تو صاحبِ "بادشاہ نامہ" صاف طور پر تحریر کر دیتا کہ اہل فرنگ بھی طلب کیے گئے تھے۔ اس سے بھی صاف عیاں ہے کہ یورپ سے کوئی کاریگر نہیں آیا"(۲)

اس کتاب میں میناروں کی پیمائش، خاص روضہ کی پیمائش، کلس کی پیمائش، چبوترے کی پیمائش اور دیگر عمارتوں کی پیمائش بھی درج ہے، جو اس کتاب کی اہم خصوصیت ہے۔ مؤلف نے اس میں روضۂ تاج کی عام خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے۔ ذیل کی عبارت سے اس عمارت کی خصوصیات نمایاں ہوتی ہے۔

"تاج کے گنبد میں ایک عجیب خوش آیند آواز بازگشت سنائی دیتی ہے۔ جب کوئی لفظ زبان سے نکالو تو وہ آواز گنبد سے ٹکراتی ہے اور بڑی دیر تک ایک سُریلے سر میں اوپر گونجا کرتی ہے اور رفتہ رفتہ کمزور ہو کر نیلگوں سقف آسمان میں غائب ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس قسم کی آواز اور بہت سی عمارتوں میں سنائی دیتی ہے لیکن یہاں قابل الذکر خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہایت درجہ موثر ہوتی ہے اور اس کے سننے سے دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے"(۳)

---

(۱) معین الآثار المعروف بہ تاریخ تاج محل، معین الدین احمد اکبرآبادی، دہلی ۱۹۲۸ء، ص ۵۵
(۲) ایضاً .... ص ۵۷
(۳) ایضاً .... ص ۱۳۱

اس کتاب میں ان عمارتوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے جو تاج محل سے ملحق ہیں۔ان میں حویلی اسلام خاں رومی ،مزار سیّد جلال الدین بخاری ،باغ خاں عالم،مقبرہ دیوانجی بیگم،حویلی خاں دوران نصرت جنگ ،مہتاب باغ وغیرہ۔مؤلف نے اس کتاب میں عمارتوں کی تصاویر اور نقشہ جات بھی منسلک کئے ہیں ۔ان میں روضۂ ممتاز محل ،صدر دروازہ روضۂ ممتاز محل،حوض سنگ مرمر سے تاج کا منظر،مسجد روضۂ ممتاز محل ،روضۂ تاج محل ،مجر جس کے اندر ممتاز محل اور شاہجہاں کی قبریں ہیں۔جلوخانہ،نظارہ تاج معہ مسجد وجماعت خانہ اور دو نقشہ جات بھی ہیں ۔اس میں تاریخی واقعات، ہر کتبہ،سنہ وسال اور تمام عبارت وآیات قرآن جو ثبت ہیں ۔ان کی نقل کی گئی ہے اور بعض آیات کا اُردو ترجمہ بھی درج ہے۔

اس طرح آثارِ قدیمہ سے متعلق کتابوں میں یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

'مرقع اکبر آبادی یعنی تاریخ آگرہ' (۱) از سعید احمد مارہروی

اس کتاب میں آگرہ اور ضلع آگرہ کی مفصل تاریخ اور جملہ عمارتوں اور دیگر آثار قدیمہ کا بیان درج ہے۔کتاب کی ابتداء دیباچہ سے کی گئی ہے۔جس میں عربوں کے فنِ تعمیر، ہندوستان کا اسلامی طرز تعمیر،عماراتِ عہد لودھی ،عمارات عہدِ بابری، عمارات عہدِ ہمایونی ، پٹھانی طرز کی عمارتیں ، مغلیہ طرز کی عمارتیں ، اکبری، جہانگیری، شاہجہانی اور عالمگیری طرز کی عمارتیں ، انگریزی عہد کی عمارتیں وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔دیباچہ کے علاوہ یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں جن پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، ان میں تاریخ آگرہ ،عماراتِ متصل تاجگنج ، عمارات قلعہ اکبر آباد ، عمارات لب دریا جانب مشرق، آثارات قدیم دریائے جمنا جانب مغرب، عمارات خاص، شہر آگرہ، آگرہ کی شمالی جانب کی عمارتیں ، سکندرہ اور اس کے قریب وجوار کی عمارتیں ، عمارات جانب علہ نائی منڈی چھاونی وغیرہ، آگرہ کا ضلع اور اس کے تاریخی مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب میں عمارتوں کی تصاویر بھی منسلک ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ، رامپور رضا لائبریری، صولت پبلک لائبریری۔

۲۸۹

مُرقعِ اکبرآباد

یعنی

تاریخ آگرہ

جس کا

تاریخی نام گنجینۂ تاریخ ہے

اور جس میں

شہر آگرہ اور ضلع آگرہ کی مفصل تاریخ اور مجملہ

عمارات شاہی اور دیگر آثار قدیمہ وغیرہ کا بیان ہے

مؤلفہٗ

خاکسار سعید احمد - مارہروی

سنہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۳۱ء

باہتمام کمترین ایس ریاض الدین مینیجر

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپا
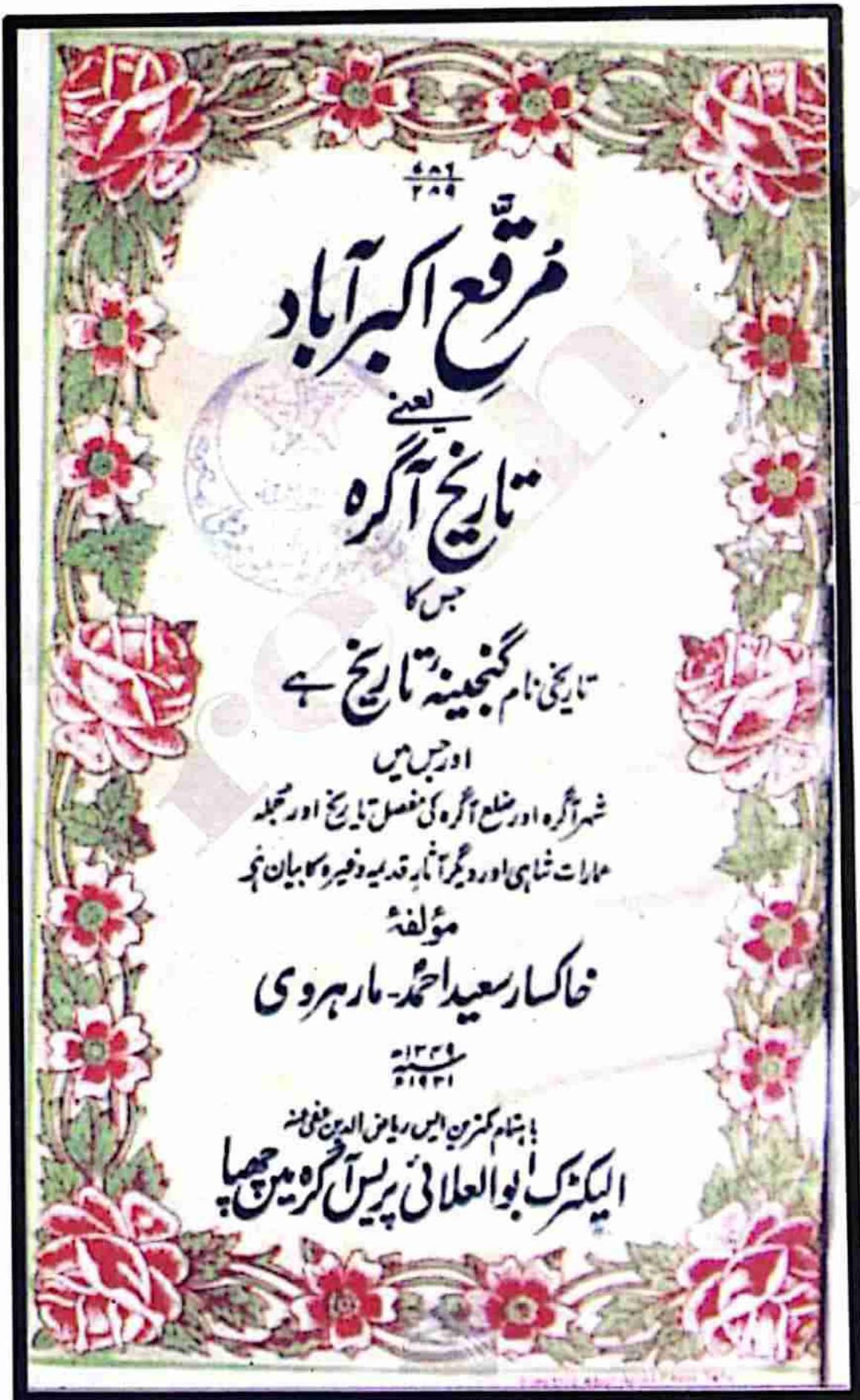
سرورق ''مرقع اکبرآباد یعنی تاریخ آگرہ'' مؤلفہ سعید احمد مارہروی

'مزارات اولیاء دہلی' (۱) از مولوی محمد عالم شاہ فریدی دہلوی

یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو ان بزرگوں کے مزارات کی تحقیقات میں لکھا ہے۔ جو ابتدائے اسلام سے آخر زمانہ تک دہلی ونواح دہلی میں دفن ہوتے رہے یعنی اس میں مزارات دہلی معہ مضافات درج ہیں۔ اس میں مختصر حالات ہر ایک کے سن وفات اور مزار کا پورا پتہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صوفیاء کے تاریخ ولادت وسنہ وفات دیا گیا ہے، نیز بتایا گیا ہے کہ فلاں ولی فلاں بادشاہ کے عہد میں تھے اور فلاں سن میں فوت ہوئے۔ مزارات کا ذکر سلسلہ وار بیان کیا گیا ہے جس ترتیب سے مزار بنے ہوئے ہیں اسی ترتیب میں کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ حصّہ اوّل میں مزارات دہلی کہنہ معہ مضافات درج ہیں، حصّہ دوم میں مزارات دہلی شاہجہاں آباد معہ ملحقات درج ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب میں اسرار الاولیاء، راحت القلوب، فوائد الفواد، سیر الاولیاء، خیر المجالس، سیر العارفین، اخبار الاخیار، کلمات الصادقین، روضۃ الاقطاب، تذکرۃ اولیائے دہلی، انیس العارفین، آثار الصنادید، تاریخ فرشتہ، تاریخ مراۃ آفتاب نما، تاریخ یادگارِ دہلی، ہفتِ قلزم، برکات الاولیاء سے استفادہ کیا۔ کتاب کے آخر میں ۴ صفحات کی فہرست مضامین ہے۔

'تاریخ عمارات شاہان مغلیہ' (۲) از منشی کالے خان اکبرآبادی

یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نہایت اختصار کے ساتھ آگرہ میں شاہانِ مغلیہ کے عہد میں تعمیر ہوئی عمارتوں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان میں عمارات سکندرہ، عمارات روضئہ تاج محل، عمارات قلعہ معلیٰ آگرہ، عمارات فتح پور سیکری، مقبرہ اعتماد الدولہ،

---

(۱) مملوکہ: ذاکر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ، رامپور رضا لائبریری، صولت پبلک لائبریری۔

(۲) مملوکہ نذیریہ کلیکشن جامعہ ہمدرد۔

چینی کا روضہ، آرام باغ، جامع مسجد وغیرہ عمارتوں کا تذکرہ فن تعمیر کے نقطۂ نظر سے کیا گیا ہے۔ عمارتوں کے تذکرہ کے علاوہ شاہان مغلیہ اوران کی بیگمات کے سوانح حیات بھی درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں فرمانروایان شاہانِ مسلمین کی فہرست درج ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ان مشہور اور معروف عمارات و کتبات فارسی، عربی معہ اردو ترجمہ بصراحت درج ہیں۔

'آثارِ قدیمہ پر ایک اجمالی نظر' (۱) از مولانا غلام یزدانی

۱۹۳۹ء میں مولانا غلام یزدانی کی تالیف" ہندوستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک اجمالی نظر" دہلی سے شائع ہوئی، جو ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اشوک کے عہد سے لے کر شاہجہاں کے عہد تک کے آثارِ قدیمہ یعنی فن تعمیر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'عجائبات ہندوستان' (۲) از خاں صاحب خاں محمد حسین

۱۹۴۰ء میں خاں صاحب احمد حسین خاں کی تالیف "عجائبات ہندوستان" لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر عہد کے فنون لطیفہ علی الخصوص فن عمارات کے نمونوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں ۴۵ آثار قدیمہ کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے، ان میں خانقاہ حضرت داتا گنج بخش، درگاہ اجمیر شریف، تاج محل، اجنتا کے غار، فتح پور سیکری، دہلی کے مقبرے، اکبر کا مقبرہ، احمد آباد کی عمارتیں، قلعہ آگرہ، لال قلعہ دہلی، لکھنؤ کے امام باڑے، لاہور کی بادشاہی مسجد قطب مینار، قلعہ گول کنڈہ وغیرہ آثار قدیمہ پر نظر ثانی کی ہے۔

'ہڑپہ اور موہن جوداڑو کے دفنیہ خزانے' از سیتارام کوہلی

یہ کتاب ۱۹۴۵ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، جو ۷۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں وادئ سندھ کی تہذیبی، علمی، اور مذہبی تاریخ کے علاوہ، ہڑپہ اور موہن جوداڑو کے آثارِ قدیمہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال

(۲) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(ii) تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخیں

اُردو میں لکھی جانے والی تاریخوں میں تہذیبی وتمدنی عناصر کی عکاسی جا بجا دیکھنے کو ملتی ہے حالانکہ اُردو تاریخ نگاری کے ابتدائی دور میں تہذیب وتمدن سے متعلق رجحان کبھی نہیں رہا۔ان تاریخوں سے علوم وفنون اور ادبیات نیز تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی زندگی کا کوئی بھی پہلو اُبھر کر سامنے نہیں آتا۔ یہ اس عہد کی تاریخ نگاری کی اہم ترین خصوصیات تھی اور بیشتر تاریخیں اسی طرز پر لکھی گئیں لیکن زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون کی طرح تاریخ نگاری کے تصورات میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی اور اس میں رفتہ رفتہ ان سبھی عناصر کی شمولیت ضروری قرار پائی جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے، چنانچہ سرسیّد تحریک کے زیر اثر لکھی گئیں تاریخی کتابوں میں تہذیبی عناصر کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔

اس ضمن میں سرسیّد کی آثار الصنادید کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا حالانکہ یہ کتاب آثارِ قدیمہ سے متعلق ہے، لیکن اس کا چوتھا باب دہلی کے ۱۱۸ مشاہیر کے مختصر مگر کسی قدر جامع تذکرہ پر مشتمل ہے۔ان مشاہیر میں عالم، صوفی، طبیب، خوش نویس، شاعر، موسیقار کے علاوہ دوسرے فنون سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی شامل ہیں۔ان افراد کے تذکرے سے اس زمانے کی دہلی کی تہذیبی وتمدنی جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

اس کے علاوہ محمد حسین آزاد کی" دربارِ اکبری" کا شمار تہذیب وتمدن سے متعلق میں کیا جا سکتا ہے۔اس کتاب میں آزاد نے اکبر کے عہد کے ہر پہلو کو دھیان میں رکھا انہوں نے نہ صرف سیاسیات، معاشیات بلکہ اخلاق وآداب، علوم وفنون، تعمیرات، مذہب، مذاقِ سخن، رزم وبزم و دیگر موضوعات کا احاطہ کیا ہے۔ اُردو میں مختلف ممالک کے تہذیب وتمدن پر جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں سے بعض تاریخوں کا مفصل تعارف اس فصل میں پیش کیا گیا ہے۔

'بزم آخر' (۱) از فیض الدین (۲)

یہ کتاب ۱۸۸۵ء میں مطبع ارمغان دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شہر دہلی کے دو آخری بادشاہوں کا طریق معاشرت جس میں بطور مکالمہ ابونصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی کے عہد سے ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر بادشاہ کے عہد تک روزمرہ کے ظاہر و مخفی برتاؤ، عادتیں، رسمیں، خانگی، معاملات، قلعے کی طرزِ معاشرت دربار اور قاعدے جشن، میلوں کے رنگ تماشوں کے ڈھنگ وغیرہ حالات مع تصاویر درج ہے۔

مؤلف نے اس کتاب میں جن عنوانات کا احاطہ کیا ہے وہ اس طرح ہیں محل کی سواری، کھانوں کے نام، عدالت کا دربار و نقول مواہیر شاہی، جلوس سواری، تورے بندی، رت جگہ صحنک، نوروز، محرم، بارہ وفات، عرس حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ، حضرت خواجہ غوث الاعظم کی گیارہویں، حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی سترہویں، مدار کی چھڑیاں، رجب، شب برات، رمضان، الوداع، عید، سلونو، دسہرہ، دیوالی، ہولی، پھول والوں کی سیر وغیرہ۔ اس طرح اس کتاب کے مطالعہ سے ۱۸ ویں صدی کی طرز معاشرت پر بہ خوبی روشنی پڑتی ہے۔

'حالات چین' از غلام قادر فصیح

چین کی تہذیب وتمدن پر لکھی جانے والی کتابوں میں "حالات چین" اہم ترین تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۰ء میں سیالکوٹ سے شائع ہوئی، جو ۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چین کے تہذیبی و معاشرتی حالات درج ہے۔ یہ کتاب ہارڈنگ لائبریری میں محفوظ ہے۔

---

(۱) مملوکہ نذیریہ پبلک لائبریری جامعہ ہمدرد، صولت پبلک لائبریری رامپور، اس کتاب کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۲) مؤلف قلعہ میں پرورش پا کر چھوٹے سے بڑے ہوئے اور نیز صاحب عالم بہادر یعنی حضرت والد مغفور کی خدمت میں رہے۔ مؤلف نے صاحب مطبع ارمغاں دہلی واقع ترکمان دروازہ کی فرمائش سے اس کتاب کو لکھا۔

عکس از ''بزمِ آخر'' مؤلفہ فیض الدین

'تاریخ طرزِ معاشرت ہند وانگلینڈ موسوم بہ تاریخ تراب' از تراب علی

یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں گوالیار سے شائع ہوئی، جو ۳۵۰ صفحات کی ضخامت رکھتی ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اکرم ﷺ تک کے معاشرتی امور کا تذکرہ اور ہند وانگلستان کے معاشرتی واقعات درج ہیں۔اس کتاب میں دو مقدمے ہیں۔مقدمہ اوّل کا عنوان "ہندوستان میں منجملہ ہنود کی سلطنت کا زمانہ" ہے۔ اس میں آغاز ظہور حضرت آدم علیہ السلام سے آخر الزماں کے عہد تک جو ایجادیں دنیا میں ہوئیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے مقدمے کا عنوان "طلوع نیز اسلام ہندوستان میں" ہے۔اس میں قبل تاریخی زمانہ ہندوانگلینڈ کے حالات اور مختصر واقعات کل یورپ کی سلطنتوں کی مسطور ہیں اور چند ابواب میں تاریخی واقعات درج ہیں جو کہ ہندوستان میں بکر ماجیت اور انگلینڈ میں جولیس قیصر سے شروع ہوتا ہے۔ان ابواب میں ہندوستان وانگلستان کا طرزِ معاشرت یعنی لباس، تعلیم، خوراک وغیرہ تہذیب وتمدن سے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'گذشتہ لکھنؤ' از عبدالحلیم شرر

تہذیب وتمدن سے متعلق تاریخوں میں "گذشتہ لکھنؤ" اہم ترین تہذیبی تاریخ ہے۔اس کا مکمل نام مشرقی تمدن کا آخری نمونہ یعنی گذشتہ لکھنؤ ہے۔مؤلف نے اس کتاب میں نہ صرف لکھنؤ کی تہذیب وتمدن کو زندہ جاوید کیا ہے بلکہ تاریخ اور ادب کا امتزاج بھی پیش کیا ہے۔شجاع الدولہ کے عہد سے لے کر آصف الدولہ کے عہد تک اور اس کے بعد کے نوابوں کے دور میں لکھنؤ اپنی شاہی اور شہرت کے اعتبار سے کس طرح بنتا بگڑتا رہا، اس کی ایک متحرک تصویر اس کتاب میں ملتی ہے۔اس میں تاریخ، ناول، افسانے، انشائیے اور کہانی کے عناصر اس طرح آمیز ہو گئے ہیں کہ ان کو الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

عبدالحلیم شرر نے اپنے مؤرخانہ بیان میں جگہ جگہ روایتوں کا بھی سہارا لیا ہے۔انہوں نے بہت سی روایتوں کو جوں کا توں نقل کردیا ہے۔مؤلف کا اسلوب اپنے اس تاریخی تعارف میں فی الجملہ سنجیدہ اور عالمانہ ہے لیکن جگہ جگہ ان کے اسلوب بیان میں عامیانہ خصوصیت بھی پائی جاتی ہے۔اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جذباتی اندازِ نظر بھی ہے اور تاریخی حقیقت پسندی کے نقش بھی ہیں۔لکھنؤ کے امتیازات میں شرر نے اردو کی خدمات کو بھی شامل کیا ہے اور اس ضمن میں انہوں نے اردو زبان کے آغاز وارتقاء پر بھی روشنی ڈالی ہے اور اسی کے ساتھ لکھنوی تہذیب کی جھلکیاں، ملبوسات ، زیورات آلات ، کھیل (بانک بنوٹ، پٹہ) اور اسی طرح کے قدیم فنون حرب کے بارے میں جو اطلاعات درج کی ہیں ان کا رشتہ صرف اپنے مشاہدے سے نہیں قائم کیا۔بلکہ یہ بتایا ہے کہ یہ معلومات جن افراد سے حاصل ہوئی ہے وہ علمی دیانت کی ایک اچھی مثال ہے۔

اس طرح اس میں لکھنوی معاشرت کی نفاستوں اور لطافتوں میں شرر نے جو اضافہ کیا ہے وہ ہر طرح سے قابل تعریف ہے۔اس اعتبار سے " گذشتہ لکھنؤ " ایک اہم تاریخی تصنیف اور تہذیبی دستاویز ہے۔

'ہندوستان کی قدیم تہذیب' از مظہر الحسن زبیری

یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۱۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندوستان کی قدیم تہذیب وتمدن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'مسلمانوں کی تہذیب' از نواب محسن الملک مہدی علی خاں

یہ کتاب ۱۹۰۹ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔مؤلف نے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب پہلے کیسی تھی اور اب کیسی ہے۔ کتاب کی ابتداء میں لفظِ تہذیب کے مختلف معنی پر روشنی ڈالی ہے۔

مسلمانوں نے کس کس میدان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مؤلف نے ان میں ناول، ڈراما، کتب خانہ، فلسفہ، علم ہیت، ترجمہ نگاری، طبعیات، علم نباتات ومعدنیات، علم جغرافیہ، فنون ودستکاری وغیرہ کے علاوہ مسلم ممالک کے رسم ورواج طرز معاشرت، لباس، تمدن، علم وفنون، تعلیم وتربیت وغیرہ کے میدان میں مسلم ممالک کی نمایاں کامیابیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

'حالات برہما' از حفیظ اللہ خاں مہندرزئی

یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برمیوں کی وضع قطع اور رسوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'قدیم تہذیب' از عبدالمجید سالک

دنیا کی قدیم تہذیبوں پر مشتمل عبدالمجید سالک کی یہ تالیف "قدیم تہذیب" ۱۹۲۷ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۱۲۷ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں مصر، بابل، واسوریا، ایران، یونان، رومتہ الکبریٰ اور کارتھیج کی چند پرانی تہذیبوں کا مختصر تذکرہ درج ہے۔

'تمدن ہند میں دکن کا حصہ' از محمد عبداللہ چغتائی

یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں عہد قدیم سے جدید عہد تک دکن کی تہذیبی، تمدنی، معاشرتی، علمی، ادبی، فنی اور تعمیری تاریخ درج ہے۔ اس کتاب میں دکن کے تمدن سے متعلق جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں اقوام ومذاہب، ہندو تعمیرات، مصوری، اسلامی تعمیرات ومصوری، سپاہ گری، پارچہ بافی، علمی ادارے، زیارت گاہیں وغیرہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

'تمدن عتیق' از ابوعبدالواحد عطاء الرحمٰن

یہ کتاب دنیا کے قدیم تمدن کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۹۳۶ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی۔ اس کے ۲۳۴ صفحات اور ۲۲ ابواب ہیں۔ اس میں مؤلفین نے جن پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان میں آغا گیتی، کرشمۂ حیات نیانڈرٹالی

انسان قدیم عصر الحجر، جدید عصر الحجر، ابتدائی تخیلات تمدن کے اوّلین نقوش، ہندوستان، سامرستان اور مصر (مذہبی اور ادبی رجحان) سامرستان و مصر اوّلین فرمانروا، طبقاتی نظام، سامرستان و مصر علوم وفنون اور کاروباری زندگی، سامرستان و مصر (قوانین اور اقتدارِ شاہی) قدیم آوارہ گرد اوّلین بحر پیما، اوّلین مملکت (مصر) قدیم سلطنتیں (سامرستان) مصر کا عروج (پہلا دور دوسرا دور) الشوریہ کا عروج، الشوریہ کا آخری عروج، ایرانی اور ان کی قلمرو اس کے علاوہ قدیم تمدن کے متعلق نقشہ اور شجرۂ نظام نسلی اور تصاویر بھی منسلک ہیں۔ یہ تصاویر قدیم مصری محرر ابتدائی زندگی، نیانڈرٹالی انسان، قدیم عصر الحجری انسان جدید عصری انسان، ایک قدیم ہندی حمام، ایک مصری جنازہ قدیم قریطی بادشاہوں کی تخت گاہ سے متعلق ہیں۔

'انگریزی عہد میں انقلاب' از یوسف علی، عبداللہ

یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں الہٰ آباد سے شائع ہوئی، جو ۳۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برطانوی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ ۱۷۷۳ء سے ۱۹۰۷ء تک درج ہے۔ یہ کتاب چھ حصّوں پر مبنی ہے۔

'قلعہ معلّٰی کی جھلکیاں' (۱) از عرشی تیموری (۲)

"قلعہ معلّٰی کی جھلکیاں" آخری عہدِ مغل میں مغلوں کے محلات کی رسوم پر مشتمل ہے، جو ۱۹۳۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی، یہ ایک مختصری کتاب ہے، اس میں مغل سلطنت کے آخری دور کی جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، جس کی حیثیت اکبر شاہ ثانی اور اس کے بعد آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں چراغ سحری کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس اعتبار سے اس کتاب میں لال قلعے کی تاریخ اور تہذیب دونوں کی جھلکیاں ہیں اس میں تہذیبی جھلکیوں کے ساتھ ساتھ بہت سے تاریخی واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

---

(۱) مملوکہ سینٹرل سکریٹریٹ لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

(۲) بہادر شاہ ظفر کے پڑ پوتے ہونے کے باوجود دہلی کی تہذیب اور اس کے روزمرہ میں رچے بسے ہوئے نہیں تھے جیسے خود اس دور کے دہلی والے تھے، دہلی کی زندگی سے ہزاروں دور دکن میں پرورش پا رہے تھے۔

'دنیا کی کہانی' [1] از محمد مجیب

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں جید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی، جو دنیا کی پیدائش، قدیم تہذیبوں، مذاہب اور ممالک پر چند نشری تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کی ضخامت ۲۲۷ صفحات ہیں۔

'ازمنہ وسطیٰ میں ہندوستان کے معاشرتی حالات' [2] از عبداللہ یوسف علی

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، جو مؤلف کے تین لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ اس میں پہلا لیکچر تمہیدی ہے، جس میں تاریخ ہند کے ادواروں ازمنہ کی تقسیم اور قرونِ وسطیٰ کے آغاز و اختتام پر مدلل مباحث مذکور ہیں اس کے بعد معاشرتی اور اقتصادی حالات کو عہد وار بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا لیکچر ساتویں صدی سے متعلق ہے۔ تیسرے میں دسویں، گیارہویں صدی اور چوتھے میں چودہویں صدی کے حالات درج ہیں، ان لیکچروں میں ازمنہ وسطیٰ کے، معاشرتی، اقتصادی، انتظامی اور ادبی حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور ہر عہد سے متعلق اس کے سفر ناموں اور تاریخی کتابوں سکوں اور کتبوں سے استفادہ کیا ہے۔

'ہندوستانی تمدن' از ایشور ٹوپا

یہ کتاب ۱۹۴۳ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی، جو ۳۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندوستانی تمدنی ترقی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

'تہذیب جدید' از مسعود احمد عباسی

یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۲۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نئی تہذیب کے رجحانات اور ہندوستان پر ان کے اثرات کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۲) اس کتاب کا خلاصہ فصل اول میں عہد وسطیٰ سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

(III) تعلیم وثقافت سے متعلق تاریخیں

'آثار خیر' (۱) از سعید احمد مارہروی

تعلیم وثقافت سے متعلق تاریخوں میں "آثار خیر" اہم ترین تالیف ہے۔ یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہندوستان کے اسلامی عہد حکومت کے رفاع عامہ یعنی مدرسوں، کتب خانوں، سڑکوں، سراؤں، تالابوں، پلوں، لنگر خانوں، خیرات خانوں وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان بادشاہوں کی علمی فیاضیوں کے حالات وواقعات درج ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں اردو فارسی ماخذات سے استفادہ کیا۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں غلام خاندان سے لے کر عہد اکبری تک جو تعلیمی ترقیاں ہوئیں اور اس عہد میں بنوائے جانے والے مدارس، تصانیف، کتب خانہ اور بادشاہوں کی علمی فیاضیوں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ باب دوم میں محکمہ طب اور شفا خانے کا مفصل تذکرہ ہے۔ اس ضمن میں التمش، محمد شاہ تغلق، فیروز شاہ تغلق، شیر شاہ سوری اور مغلوں کے عہد میں بنوائے جانے والی سڑکوں، سراؤں، نہروں، پل، تالابوں اور باولیوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ پل جونپور، سرائے نور محل، جہاں آرا بیگم کی کاروان سرا، فرمانروایان، صوبہ مالوہ کی رفاہ عامہ کی عمارتیں، محمد عادل شاہ کی نہر، کشمیر کی نہر اور پل، فرخ آباد کی سرائیں، خدا گنج

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

اور یا قوت کی سرائیں ، دایم خاں کا پل اور باولی ، حکیم مہدی علی خاں کے پل اور سراؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں لنگر خانوں اور خیرات خانوں کا بیان درج ہے۔ شیر شاہ سوری ، سلیم شاہ سوری ، جہانگیر ، شاہجہاں ، داود شاہ بہمنی ، برہان نظام شاہ ، ابراہیم قطب شاہ محمد عادل شاہ اور شاہان مالوہ کے عہد میں جاری کئے گئے لنگر خانوں اور خیرات خانوں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔

'سلسلۂ کوثر از شیخ محمد اکرام

تہذیبی و تعلیمی ثقافتی تاریخوں میں شیخ محمد اکرام کی تالیف "سلسلۂ کوثر" اہم ترین تاریخ ہے۔ اس میں ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی وثقافتی تاریخ اور علماء، مفکرین کی سیرت وحیات (۷۱۱ء تا ۱۹۴۷ء) کو تاریخی ترتیب سے تین جلدوں میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نام بالترتیب آبِ کوثر ، رودِ کوثر اور موج کوثر ہیں، جو سلسلۂ کوثر کے نام سے یادگار ہے۔

'آبِ کوثر' (۱)

یہ "سلسلۂ کوثر" کی پہلی جلد ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۰ء میں لاہور سے شائع ہوا، اس میں ہندوستان میں عربوں کی آمد سے سلطنت عہد تک علمی وثقافتی تاریخ درج ہے یعنی یہ جلد ۷۱۱ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک مسلمانوں کی دینی علمی تہذیبی اور ثقافتی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس طویل عرصے میں ہندوستان میں جو علماء و فقہا اور صوفیا و اولیاء پیدا ہوئے اور انہوں نے جو علمی و دینی خدمات انجام دیں، اس کتاب میں ان کا مفصل تذکرہ ہے۔ اسلامی تہذیب کے اس تشکیلی دور کے مختلف پہلوؤں سے وضاحت کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی اور تمدنی تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

'رودِ کوثر'

رودِ کوثر" سلسلۂ کوثر" کی دوسری جلد ہے۔ اس میں عہد مغلیہ سے لے کر ہندوستان پر انگریزوں کے قابض ہونے تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اکبر سے پہلے عہد مغلیہ کے حالات شیر شاہ سوری اور خاندان سوریہ کے دیگر حکمرانوں کے واقعات اور ان کی اسلامی اور علمی خدمات، عہد اکبری میں مذہب اسلام کی صورت حال، عہد مغلیہ میں علماء اور صوفیاء نے آلام ومصائب برداشت کر کے جو علمی اور دینی خدمات انجام دیں اور ان سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا تجزیہ اور سلاطین چغتائیہ کی انفرادی کوشش نیز ان کی اسلامی وعلمی خدمات کا تذکرہ درج ہے۔

'موجِ کوثر'

" موج کوثر" سلسلۂ کوثر کی تیسری جلد ہے، جو بنیادی طور پر تہذیبی تاریخ ہے۔ اس میں ۱۹ویں صدی کے اوائل تک کی اہم ترین مذہبی فکری، علمی ادبی اور قومی وملی تحریکات اور ان کے زعما وقائدین کے احوال وآثار پر تحقیقی وتنقیدی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی اور علمی تاریخ ۱۹ویں صدی کے آغاز سے موجودہ زمانے کے حالات پر مشتمل ہے۔

'ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت' (۱) از

مولانا مناظر احسن گیلانی

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی، جو دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ اس کا مجموعی حجم ۷۱۴ صفحات ہیں۔ اس میں ہندوستان میں قطب الدین ایبک کے عہد سے لے کر زمانۂ تصنیف تک تاریخ کے مختلف دوروں میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم وتربیت کیا رہا ہے۔ اس کے ساتھ جگہ جگہ اہم اور معرکۃ الآراء مباحث بھی درج کئے گئے ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

نصابِ تعلیم میں کن کن علوم وفنون کا درس شامل ہوتا تھا۔ طریق تعلیم کیا تھا، طلباء کے قیام کا کیا انتظام ہوتا تھا۔ اساتذہ اور طلباء کے درمیان تعلقات کس نوعیت کے ہوتے تھے۔ عام لوگ امراء واعیان ملک ان طلباء کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کا بھی کتنا اہتمام ہوتا تھا۔ مؤلف نے اس وقت ملک میں دو مستقل تعلیمی نظامات کے برخلاف وحدت نظام کی تجویز پیش کی ہے۔ وحدت تعلیم کے نفاذ سے پہلے عربی کے غیر سرکاری آزاد مدارس میں غیر مقابلاتی صناعات اور معاشی فنون کے اضافہ کا مشورہ دیا ہے۔

مؤلف کا کہنا ہے کہ حکومت مسلّط سے قبل مسلمان ہند میں تعلیم کا جو نظام قائم تھا وہ درس نظامیہ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ انہوں نے لوگوں کے اس خیال کو غلط ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کے صرف دینی تعلیم کا نظام تھا۔ اس بارے میں مؤلف کا کہنا ہے۔

"درحقیقت اس نصاب میں اس عہد کی دفتری زبان فارسی کی نظم ونثر و انشاء وغیرہ کی بیسوں کتابوں کے ساتھ ساتھ خطاطی وغیرہ کی مشق کرانے کے بعد اعلیٰ تعلیم عربی زبان کی کتابوں کے ذریعہ دی جاتی تھی۔ ابتداء سے آخر تک اس زمانے کے تعلیمی نصاب کے ختم کرنے کی مدت پندرہ سولہ سال سے کم نہ تھی اور اس پوری مدت تعلیم میں درس نظامیہ سے فارغ ہونے والے علماء صحیح معنوں میں خالص دینیات کی کل تین کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی چند مختصر فقہی متون کے سوا قرآن کے متعلق جلالین (جو عربی زبان میں قرآن کا ترجمہ اور مختصر حل ہے) حدیث کے متعلق مشکوٰۃ اور فقہ کے سلسلہ میں گو بظاہر نام دو کتابوں کا لیا جاتا تھا"۔

غرض کہ اس کتاب میں تعلیم اور تعلیم سے متعلق بحث کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو تشنہ رہ گیا ہو۔

(IV) فنون لطیفہ سے متعلق تاریخیں

'تاریخ حسن کاری' [1] از امجد علی

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو مشرق و مغرب کے مختلف ممالک کے مصوری اور فنِ تعمیر کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں مشرقی آرٹ کا محض تذکرہ کیا گیا ہے۔اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے مغربی ماخذوں سے استفادہ کیا ہے۔دیباچہ اور اشتہار میں ساری دنیا کے آرٹ پر مختصر تبصرے کا ارادہ مؤلف نے ظاہر کیا ہے۔مگر غالباً مواد اور وسائل کی کمی اس میں مانع ہوئی جس کی وجہ سے اس میں ایشیا اور خصوصاً ہندوستان کی بہت سی صناعیاں نظر انداز ہوگئیں۔اس کتاب میں خاص کر آگرہ کے تاج محل کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ نہ ہی مغل فنِ تعمیر اور فنِ مصوری پر کوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔کتاب میں بیشتر تعمیری آرٹ کا ذکر ہے۔مصوری پر برائے نام توجہ کی گئی ہے، بہرحال اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہونے کے لحاظ سے ان کوتائیوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

(الف) فنِ کوزہ گری سے متعلق تاریخ

'اسلامی کوزہ گری' از محمد عبداللہ چغتائی

فن کوزہ گری پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے، جو ۱۹۳۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی، یہ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں اسلامی کوزہ گری کے فن کے مراکز اور عہد بہ عہد ترقی کا حال درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(ب) فنِ مصوّری سے متعلق تاریخ

'اسلامی مصّوری' از محمد عبداللہ چغتائی

یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اسلامی مصوری کی تاریخ کا حال ساتویں صدی ہجری تک کا درج ہے۔

(ج) فنِ تعمیر سے متعلق تاریخ

'عربوں کا فنِ تعمیر' از سیّد علی بلگرامی

عربی فنِ تعمیر پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں عربوں کے فنِ تعمیر کی خصوصیت نیز عرب و دیگر ممالک میں عربی فنِ تعمیر کی مشہور عمارتوں کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں جن پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں عربوں کی تعمیر کی خصائص، عربی طرز کی تعمیر کی تقسیمیں یعنی اس عنوان کے تحت مؤلف نے عربی طرز کی تعمیر کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا ہے، جیسے طرزِ عربی قبل اسلام، طرزِ شرقی عربی، خالص عربی طرز، ملی جلی عربی طرز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں عربی طرز کی عمارتوں میں قطب صاحب کی لاٹ، مقبرہ التمش، بندرابن کا مندر، اکبر کا مقبرہ سکندرہ، آگرہ کا روضۂ تاج محل، آگرہ کی موتی مسجد، جامع مسجد دہلی، دہلی کا بادشاہی قصر کا ذکر کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں ایران میں عربی طرز کی عمارتیں، بغداد کی عربی عمارتیں، شام کی عربی عمارتیں، (ان میں مسجد حضرت عمرؓ مسجد اقصیٰ وغیرہ) کا ذکر ملتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی طرزِ تعمیر ہر ملک میں بدلتی رہی ہے اور ان سب میں مختلف الہیت عمارتوں کو ایک تعریف کے تحت اسی قدر ناممکن ہے، جیسا کہ فرانس کی عمارات رومی اور گاتھک اور عمارات اور نشاۃ لثانیہ کو فرانسیسی طرز کا بیان کرنا محال ہے۔

(V) درسگاہوں سے متعلق تاریخیں

'کتاب سررشتہ تعلیم' (۱) از محمد سخاوت حسین

اس مخطوطے کا سن تالیف تقریباً ۱۸۸۳ء ہے، اس میں ممالک مغربی وشمالی اور بنگال کے شہری اور دیہاتی مدرسوں کا حال اور قدیم وجدید تعلیم کا تبصرہ درج ہے، جو ۱۸۵۷ء سے قبل تھا۔ ذیل میں اس رسالے کی نمونہ عبارت درج ہے۔

نمونہ عبارت

آغاز

"پہلے حصہ میں گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں سے متعلق بحث ہے۔ جہاں تعلیم علوم بزبان انگریزی ہوتی ہے اور نیز دوسری زبان اردو، فارسی، عربی، سنسکرت بھی سکھائی جاتی ہے"

اختتام

"عرض کہ گو بالاتفاق واکثر لوگ علماء اور عملاً اکثر اطباء ہندوستان سے زیادہ ہیں۔ لیاقت میں مگر اطباء ہندو ومسلمان بھی بعضے بعضے علماء تجربہ میں اون سے زیادہ ہیں"

خاتمہ

"نام مصنف محمد سخاوت حسین ساکن بدایوں وکیل عدالت دیوانی ضلع شاہجہاں پور وارد شاہ جہاں پور کمشنری روہیلکھنڈ" (۲)

---

(۱) مملوکہ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد

(۲) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۱۷

'ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں'(۱) از مولوی ابوالحسنات ندوی

یہ کتاب ۱۹۲۳ء میں امرتسر سے شائع ہوئی، جو ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولوی ابوالحسنات ندوی نے نہایت تحقیق کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد مدارس اجمیر، مدارس دہلی، مدارس پنجاب، مدارس آگرہ، مدارس اودھ، مدارس بہار، مدارس دکن، مدارس مالوہ، مدارس ملتان، مدارس کشمیر، مدارس گجرات اور مدارس سورت کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اشاعت تعلیم کے دیگر طریقوں پر روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کی ابتداء میں ہندوستان میں مسلم حکمراں کی آمد کی تاریخ درج ہے بعد ازاں اجمیر، دہلی، پنجاب، آگرہ، بنگال، اودھ، دکن، مالوہ، ملتان، کشمیر، گجرات، سورت کے مدرسوں اور ان کے بانیوں، ان کی عمارتوں اور ان مدرسوں میں ہونے والی تعلیم و تربیت اور اساتذہ کا بھی ذکر شامل ہے علاوہ ازیں چند خانقاہوں اور مسجدوں کے بارے میں اس کتاب میں ذکر ملتا ہے۔ عربی کے قدیم نصابِ درس کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں نہ صرف عربی نصابِ تعلیم کی خصوصی موضوعات پر لکھی گئیں کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ ان کے نظامِ تعلیم اور درس تدریس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد فارسی زبان اور فارسی کے چند شعراء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فارسی نصاب درس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب درسگاہوں پر لکھی جانے والی کتابوں میں اہم ترین کتاب ہے۔

'مسلمانان مدراس' از محی الدین بہمنی، سیّد سلطان

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو مدراس کے مسلمانوں کی مذہبی، تعلیمی، سیاسی، اقتصادی، تمدنی و معاشرتی حالات پر مشتمل ہے۔

'علی گڑھ' از محمد امین زبیری

یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں یونیورسٹی کے قیام سے ۱۹۴۷ء تک کی تاریخ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(VI) کتب خانوں سے متعلق تاریخیں

'کتب خانہ اسکندریہ' از شبلی نعمانی

یہ کتاب ۱۸۹۴ء میں مطبع مفید عام پریس آگرہ سے طبع ہوئی،(۱) اس میں کتب خانے کی تاریخ وتعارف اور مسلمانوں پر اس کے جلائے جانے کے الزام کی تردید کی گئی ہے۔

'دکن کے کتب خانے' (۲) از شیخ محمد (۳)

اس مقالے کا سنِ تالیف ۱۹۴۲ء ہے، یہ مقالہ دکن کے کتب خانوں سے متعلق ہے۔ اس میں تقریباً اسی کتب خانوں کی تاریخ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن میں تقریباً دو لاکھ پچاس ہزار کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس مقالے کو حسب ذیل کئی ابواب میں منقسم کیا گیا ہے۔

(۱) دکن کے قدیم کتب خانے

(۲) دکن کے کتب خانوں کی تباہی

(۳) حیدرآباد کے کتب خانوں کی تباہی اور منتقلی

(۴) حیدرآباد کے کتب فروشوں کے کتب خانے

(۵) السنہ ملکی کے کتب خانے

(۶) مساجد اور درگاہوں کے کتب خانے

---

(۱) یہ مقالہ پہلی بار ۱۸۹۲ء میں طبع ہوا۔

(۲) مملوکہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد۔

(۳) مصنف کتب خانہ آصفیہ میں ملازم تھے، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد سے ایک انعامی اعلان ہوا تھا، انہوں نے یہ مقالہ اس اعلان کے سلسلے میں پیش کیا تھا۔

(۷) مختلف اداروں کے کتب خانے

(۸) پبلک کتب خانے جن کو سرکار سے امداد ملتی

(۹) خانگی پبلک کتب خانے

(۱۰) جامعات اور کالجوں کے کتب خانے

(۱۱) دفاتر کے کتب خانے

(۱۲) امراء کے کتب خانے

(۱۳) اہل علم کے کتب خانے

(۱۴) ضمیمے

دکن کے کتب خانے کا یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔

'دکن کے کتب خانے' از عبدالحفیظ خاں

اس مقالے کا سنِ تالیف ۱۹۴۲ء ہے، یہ حیدر آباد کے کتب خانوں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس مقالے میں جن کتب خانوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں سے بعض کتب خانوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) کتب خانہ سرامین جنگ

(۲) کتب خانہ دفتر دیوانی و مال

(۳) کتب خانہ سعیدیہ

(۴) کتب خانہ دارۃ المعارف

(۵) کتب خانہ دفتر آثارِ قدیمہ

مؤلف نے ان کتب خانوں کے بعض نوادرات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے اس مخطوطے کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اُردو مخطوطات، جلد اول، نصیرالدین ہاشمی، ص ۲۶۰

'دکن کے کتب خانے' از سیدہ احمد النساء ثریا[۱]

اس مقالے میں حیدر آباد کے چند کتب خانوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ان میں کتب خانہ آصفیہ، دائرۃ المعارف، کشتی کتب خانہ اور بعض مدارس کے کتب خانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا سن تالیف ۱۹۴۲ء ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ میں آصفیہ محفوظ ہے۔ اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"کسی ملک کا صحیح مذاق وہاں کے کتب خانوں
سے ہوتا ہے۔ حیدر آباد فرخندہ بنیاد میں جہاں تمدن و
معاشرت کی ہر شاخ بار آور ہے۔ سب سے زیادہ
شعبۂ تعلیم ثمر ور دکھائی دیتی ہے"

اختتام

"خدا کرے حیدر آباد کی علمی سرگرمیوں اور اس کے
ذوق میں میرا مضمون تازیانہ کا کام دے آمین" (۲)

---

(۱) مصنفہ کے والد سید ظہور الحق دائرۃ المعروف کے منتظم تھے۔ یہ مقالہ انہوں نے انعامی اعلان کے سلسلے میں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں پیش کیا۔

(۲) بحوالہ کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، نصیر الدین ہاشمی، ص ۲۶۱

فصل سوم

ہندوستان پر حملوں اور جنگوں سے متعلق تاریخیں

'غزانامہ مسعود' (۱) از عنایت حسین بن شیخ غلام عباس

یہ کتاب ۱۸۷۶ء میں کان پور سے شائع ہوئی، جو ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں محمود غزنوی کے حملے اور سالار مسعود غازی کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کی ابتداء نعت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد رباعی، قصیدہ در تہنیت درج ہے۔ اس میں جن موضوعات پر غور و فکر کیا گیا ہے وہ ہیں اہل اسلام کا ہندوستان میں آمد کا بیان، حسب و نسب سلطان محمود، حملات سلطان محمود، ولادت حضرت سالار مسعود، روانگی سالار محمود، فتح قنوج، جنگ سومنات، فتح سومنات، بت سومنات، روانگی سالار مسعود، سمت ہندو فتح جودہن، رحلت سلطان محمود، سلطان الشہداء کا دہلی فتح کرنا، کتاب کے آخر میں حال حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حال بی بی زہرہ، حکایت سلطان فیروز شاہ دہلی درج ہے۔

'غزنوی جہاد' (۲) از خواجہ حسن نظامی

یہ کتاب محمود غزنوی کی جنگوں اور ہندوستان پر حملوں کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۳ء میں دہلی سے شائع ہوئی، اس کے ۶۴ صفحات ہیں۔ اس کتاب میں جن پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ان میں غزنوی جہاد بدست سلطان محمود غزنوی،

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

سلطان محمود کے جنگی کارنامے ،سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر جہاد،لاہور کی فتح،سومنات کا جہاد،سومنات پر راجاؤں کی لڑائی وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں' (۱) از محمود خاں محمود

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی ،جو ۱۹۱ صفحات مبنی ہے۔اس میں آٹھ فیصلہ کن جنگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے،جوحسب ذیل ہیں۔

(۱) جنگ ترائن (تھانیسر)--------۱۱۹۲ء

(۲) پانی پت کی پہلی جنگ--------۱۵۲۶ء

(۳) قنوج کی جنگ--------۱۵۴۰ء

(۴) پانی پت کی دوسری جنگ--------۱۵۵۶ء

(۵) جنگ تالی کوٹہ--------۱۵۶۴ء

(۶) جنگ پلاسی--------۱۷۵۷ء

(۷) پانی پت کی تیسری جنگ--------۱۷۶۱ء

(۸) سرنگاپٹم کی جنگ--------۱۷۹۹ء

اس کتاب میں مصنف نے مذکورہ بالا جنگوں کے اسباب،واقعات اور مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے،یہ کتاب تاریخی نقطۂ نظر سے اہمیت کی حامل ہے۔

---

(۱) مملوکہ اردو گھر لائبریری ،انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

فصل چہارم

اسلام کی تاریخ سے متعلق چند مخصوص تاریخیں

اس فصل میں اسلام سے متعلق چند مخصوص تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اسلام پر بڑی تعداد میں تاریخیں لکھی گئیں، کچھ کتابیں تو بہت ضخیم ہیں اور کچھ بہت مختصر۔ اسلام سے متعلق تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس فصل میں صرف ان کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہم ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کا تعارف درج ہے۔

'طلائع المقدور من مطالع الدھور' از علی حسن خاں، ابوالنصر سیّد

یہ کتاب ۱۸۸۵ء میں بھوپال سے شائع ہوئی، جو ۲۰۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں آں حضرت ﷺ و دیگر انبیا علیہم السلام کے حالات نیز خلافت راشدہ کے عہد کے تاریخی واقعات درج ہیں۔

'جمیع تاریخ المعروف بہ عماد سالار جنگی' از محمد اسماعیل

اس کتاب میں آں حضرت ﷺ سے میر عثمان علی نظام حیدر آباد کے عہد تک کی اسلامی تاریخ درج ہے، اس کا سن تالیف ۱۹۱۲ء ہے۔ اس کے ۱۵۶ صفحات ہیں۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ ذیل میں اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

حمد بیحد اوس خدائے پاک کو — نورِ ایمان جس نے بخشا خاک کو
خاک پر نور سر تاپا کیا — قطرۂ ناچیز کو دریا کیا

سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ ذات مستجمع صفات اوس کی ہے۔شرک اور زوال اور الوہیت اور صمدیت اوس کی پاک ہے۔

اختتام

"۲۲ صفر ۱۳۲۴ مطابق ۱۴ خورداد ۱۳۱۵ اف موافق ۹/اپریل ۱۹۰۶ء روز سہ شبہ کو حسب الحکم سرکار عالی بہ نظر خوشنودی عقد خوانی ولی عہد شہزادہ کا جریدہ غیر معمولی میں ہوئی کہ دفاتر بلدہ کو ایک یوم کی تعطیل عام دیگئی اور جس روز ممالک محروسہ کے اضلاع میں جویدہ پہونچا اوس روز تعطیل عام کل دفاتر کو ایک یوم کی ہوئی"

خاتمہ

"گزرانیدہ غریب الدیار خاکسار احقر العباد محمد اسمعیل اوستاد اوّلین نواب سالار جنگ بہادر ثالث حال مددگار مہتمم کتب خانہ مرقوم ۲۶/ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ روز دوشبنہ "(۱)

'خون حرمین'(۲) از الحسامی وارثی سیّد غفور شاہ

یہ کتاب ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی، جو جنگِ عظیم اوّل کے دوران خانۂ کعبہ پر ترکوں کے حملے کی تاریخ پر مبنی ہے۔اس کے ۶۸ صفحات ہیں۔

'تاریخ الامّت' از مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری

یہ کتاب اسلام کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو حسب ذیل کئی حصّوں میں منقسم ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصّہ اوّل)

یہ حصّہ ۱۹۲۲ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا، جو ۱۸۱ صفحات پر مشتمل ہے۔اس حصّے کا عنوان "سیرۃ الرسول ﷺ" ہے، اس حصّے میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے،

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست۔نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۲۲

(۲) اس کتاب کا خلاصہ باب چہارم میں عرب وحجاز سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

وہ حسب ذیل ہے۔

اسلامی تاریخ کی خصوصیت، اہلِ عرب، حضری اور بدوی، تجارت، صنعت حرفت، عربی کتبہ، عرب جاہلیت کا نظام سیاسی، ملوک یمن، ملوک حیرہ، ملوک شام طب، شاعری، ولادت حضرت محمد ﷺ، حالاتِ نبوت، قیامِ مدینہ، غزوۂ سویق، جنگِ اُحد، غزوۂ خندق وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصہ دوم)

یہ حصہ ۱۹۳۲ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس حصے کا عنوان "خلافت راشدہ" ہے۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے دورِ حکومت کے اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصہ سوم)

اس حصہ کا عنوان "خلافت بنی اُمیہ" ہے۔ اس حصے میں جن پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ان میں خلافت نبی امیہ، امیر معاویہؓ، یزید اوّل، معاویہ ثانی، عبدالملک بن مروان، ولید اوّل، حضرت عمر بن عبدالعزیز، یزید ثانی، ہشام، ولید ثانی، مروان ثانی، خلافتِ نبی اُمیہ کے زوال کے اسباب، فوج، تعلیم وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصہ چہارم)

اس حصے کا عنوان " خلافتِ عباسیہ " ہے، جو ۱۹۲۳ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس میں خلافتِ عباسیہ کی بنیاد اور اس کے نو خلفاء کے عہد کے حالات درج ہیں۔ ان خلفاء میں سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون، امین، مامون، معتصم، واثق کے عہد کے انتظامِ سلطنت، فوج، محاصل، وزارت وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصہ پنجم)

اس حصہ کا عنوان "عباسیہ بغداد" ہے، جو ۱۹۲۴ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا۔

اس کے ۲۳۵ صفحات ہیں۔ اس میں بقیہ خلفائے عباسی اوران کے عہد کی تاریخ درج ہے۔ ان خلفاء میں متوکل، مستعین، معتز، مہتدی، معتمد، مکتفی، راضی، مطیع، طائع، قادر، مستعصم وغیرہ خلفاء کے عہد کے انتظامِ سلطنت کے مختلف شعبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصّہ ششم)

اس حصّے کا عنوان "عباسیہ مصر" ہے۔ یہ ۱۹۳۸ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ جو ۲۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جن پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں اقوام مصریہ کے دینی عقائد و رسوم، دولتِ قدیمہ، دولتِ وسطیٰ، دولتِ اخیرہ، دولتِ عباسیہ، دولتِ طولونیہ، دولتِ عباسیہ ثانیہ، دولتِ اخشیدی، دولتِ فاطمیہ، دولتِ ایوبی، چرکسیہ، خلافتِ عباسیہ وغیرہ کے حکمرانوں کے عہد حکومت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصّہ ہفتم)

اس حصّے کا عنوان آلِ عثمان ہے۔ یہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا، جو ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سلاطین وخلفاء عثمانیہ کے ابتداء سے لے کر مصنف کے زمانۂ تصنیف تک کے واقعات درج ہیں۔ اس میں جن حکمرانوں کے عہد پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان میں کچھ کے نام حسبِ ذیل ہیں۔

آلِ عثمان، ارطغرل، غازی عثمان، مراد اوّل، مراد ثانی، محمد ثانی فاتح، شاہ اسماعیل، مراد خاں ثالث وغیرہ حکمرانوں کی فتوحات اور دیگر پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں تاریخ عثمانیہ پر ایک نظر " عنوان کے تحت رواداری، ترقی ادب اور اسبابِ زوال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ الامّت' (حصّہ ہشتم)

اس حصّے کا عنوان "تاریخ اسلام اور قرآن" ہے۔ اس میں جن پہلوؤں پر

روشنی ڈالی گئی ہے۔ان میں اسلامی نظام، رسالت، عہدِ رسالت، ہجرت، مدنی زندگی، طبقاتِ صحابہ، خلافتِ راشدہ، بنی عباس، خوارج، امیر معاویہ، علوم اسلامیہ وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

'شرعتہ الحق' (۱) از مولوی حافظ سیّد محبّ الحق عظیم آبادی کان اللہ

یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں پٹنہ سے شائع ہوئی، جو ۳۹۶ صفحات پر مبنی ہے۔اس میں 'شریعت' قرآن مجید کی صریح آیتوں کے حوالے سے بیان کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید مکمل اور مفصل ہے اور یہ بھی کہ خدائی کتاب انسانی رائے کی پابند وماتحت نہیں ہے۔اس میں مختلف مسائل کو قرآنی آیتوں کے حوالے دے کر بتایا گیا ہے۔مصنف نے اس کتاب کی فہرست میں جن مسائل کو قلم بند کیا ہے۔وہ درج ذیل ہیں۔

نمونۂ عبارت

مسئلہ (۱): خداوند عالم نے سارے رسولوں کے ذریعہ سے ایک ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت کی اور ایک ہی دین بھیجا یا مختلف اور اپنے بھیجے ہوئے دین اور اس کے پیرووں کا نام اس نے کیا رکھا ہے۔

مسئلہ (۲): دین الٰہی ایک دوسرے کا ناسخ ہے یا ایک دوسرے کا مصدق، ناسخ ہے تو ہر ایک دین دوسرے ماسبق دین کا یا ہر ایک دین کے بعض بعض احکام دوسرے دین کے بعض بعض احکام کے ناسخ ہیں یا قرآن مجید ہی سارے ادیان کا ناسخ اور قرآن مجید کی آیتیں آپس میں ایک دوسرے کی ناسخ ہیں اور اگر ہر ایک دین دوسرے دین کا مصدق ہے تو بالکل ہے یا صرف دین الٰہی کا دین الٰہی ہونے کا مصدق ہے۔

"دعوۃ الی اللہ" عنوان کے تحت مصنف نے مندرجہ ذیل مسائل کو پیش کیا ہے۔

مسئلہ (۳): وحی نزول کی حقیقت کیا ہے اور اس کا عنوان کیا رہا اور ما یوحیٰ اور ما انزل اللہ کیا ہے۔؟اس ضمن میں مؤلف نے ما انزل اللہ اور ما یوحیٰ کی آیتوں کے حوالے دیئے ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

مسئلہ (۴): بعد اس کے کہ احکام و ہدایات کی راہ بذریعہ وحی، نزول کھولی گئی۔ دینِ الٰہی میں خدا ہی کا واجب التعمیل ہے یا کسی اور کا بھی ہے۔

مسئلہ (۵): جو کوئی بما انزل اللہ حکم نہ دے تو اس کے لیے کوئی تہدید بھی ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۶): اگر کوئی اطاعت ما انزل اللہ یعنی قرآن مجید ہی فرض ہے تو اطاعتِ رسول کے معنی کیا ہیں اور من حیث رسالت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ کی کون سی منزلت ہے؟

مسئلہ (۷): نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ دین الٰہی میں متبع قرآن مجید ہے یا اپنی رضا و خواہش سے بھی حکم دیتے تھے۔

مسئلہ (۸) نبی معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ یا آپؑ کے خلفائے دین الٰہی کی تبلیغ کس کتاب کے ذریعہ سے کی اور کون سی کتاب ان کی دستور العمل ہے اور ان کی یہ تبلیغ ناقص تھی یا کامل، اگر تبلیغ کامل کرنے کے لیے حدیث کی بھی تبلیغ کی گئی تھی تو صحابہ کو کل حدیثیں پہونچی ہوئی تھیں یا نہیں۔

مسئلہ (۹): حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا یا منع فرمایا تھا۔ اگر حکم دیا تھا تو خود آپؑ کے زمانۂ باسعادت میں اس کی تعمیل کیوں نہ کی گئی اور اگر منع فرمایا تھا تو یہ بدعت کس نے کھڑی کی اور کب کھڑی کی اور حدیث کے ساتھ خلفائے راشدین اور صحابہ کا کیا سلوک رہا اور ان کی حقیقت کیا ہے۔

مسئلہ (۱۰): کس قسم کی حدیثیں رسول معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ کی حدیث کہی جانے کی حیثیت رکھتی ہیں، کس کس قسم کی حدیثیں حدیث ہی نہیں ہیں مگر حدیث سمجھی جاتی ہیں۔

"احقاق حق" اس عنوان کے تحت مندرجہ ذیل مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔

مسئلہ (۱۱): جو اقوال و افعال حضرت رسول معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ثابت ہو جائیں وہ حدیث ہے یا جو مشتبہ ہیں وہ بھی یا جو صحابہ تک سلسلۂ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی جو تابعین تک سلسلۂ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی، جو تبع تابعین تک سلسلۂ نسبت رکھتے ہوں وہ بھی یا جن کو علماء نے حدیث تسلیم کرلیا ہو وہ بھی یا حدیث کے معنی کتاب حدیث کے ہیں۔

مسئلہ (۱۲): قرآن مجید مجمل ہے یا مفصل، کامل ہے یا ناقص۔
مسئلہ (۱۳): تفاسیر موجود ہیں ان کی حقیقت کیا ہے اور اگر کوئی ان تفسیروں کے خلاف کوئی تفسیر بیان کرے تو چونکہ وہ تفسیروں کے خلاف ہے اگر چہ وہ عربی زبان کے مطابق ہے کیوں نہ۔ کیا وہ تفسیر بالرائے ہوگی اور تفسیر بالرائے کس آیت کی رو سے ممنوع ہے اور ممنوع ہے تو تفسیروں میں اختلافات کیوں پائے جاتے ہیں۔
مسئلہ (۱۴): قرآن وحدیث اور فقہ تینوں کی کیا کیا منزلتیں ہیں اور خدا ورسول کے ساتھ تینوں کی کیا کیا نسبتیں ہیں اور تفقہ رسول معصوم ﷺ کی کیا منزلت ہے۔
مسئلہ (۱۵): قرآن مجید عربی زبان اور اصطلاح عرب میں نازل ہوا ہے یا اپنی مخصوص اصطلاح میں یا فرشتوں کی اصطلاح میں یا کوئی خاص خدائی اصطلاح میں اگر عربی زبان اور اصطلاح عرب میں نازل ہوا ہے تو اس کی اصطلاح کے کھولنے اور واضح کرنے کا کوئی فرشتہ مجاز و مستحق ہے یا مصطلحات عرب؟

مندرجہ بالا ان پندرہ مسائل کو مؤلف نے قرآن کی آیتوں کے حوالوں کی روشنی میں حل کیا ہے۔

ان پندرہ مسائل کو بیان کرنے کے بعد اس کتاب میں عبادت، طہارت، وضو، تیمم، اذان، صوم صلوٰۃ، حج، عمرہ، اسراف، صدقہ، زکوٰۃ، قرض وغیرہ پہلوؤں پر تبصرہ کیا ہے۔

'سیرِ انصار' (۱) از مولوی سعید انصاری

یہ کتاب ۱۹۲۵ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انصار اور خلفائے انصار کے سوانح حیات اور ان کے فضائل و کمالات مستند ماخذات سے بہ ترتیب حروف تہجی درج ہیں۔ اس ضمن میں حضرت سعدؓ بن ربیع، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت سعدؓ بن زید

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

الشہلی، حضرت سلمہؓ بن سلامہ، حضرت عبادہؓ بن صامت، حضرت عثمانؓ بن حنیف، حضرت عمرؓ بن سعد، حضرت کعبؓ بن مالک، حضرت قطبہؓ بن عامر، حضرت نعمانؓ بشیر وغیرہ کے نسب نامے، سوانح حیات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں صحیح بخاری جلد دوم، فتح الباری، اسد الغابہ کتاب الانساب وغیرہ ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔

'اسلامی خلافت کا کارنامہ' از حاجی محمد موسیٰ رئیس دتاولی

یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۳۵۱ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں حضرت محمد ﷺ کی ہجرت کے واقعات درج ہیں۔ یہ کتاب آپؐ کے ایسے بعض اقوال اور اعمال پر مشتمل ہے، جس سے اسلامی خلافت کی جھلک نمودار ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام کے احکام کس درجہ مکمل اور کس درجہ مستحکم ہیں۔ یہ کتاب گیارہ ابواب اور کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں جن پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا باب: "ہجرت سے مسجد نبوی کی تعمیر تک" کے واقعات پر مبنی ہے۔ اس باب کو درج ذیل تین فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل: اس فصل میں اجازت لے کر رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکرؓ کے مکان میں تشریف لے جانا، محمد رسول ﷺ کی مکہ سے یثرب کو ہجرت، قبا میں مسجد کی تعمیر، تقویٰ، تقویٰ پرہنرگاری اور پاکیزگی کی اخلاقی ہدایت۔

دوسری فصل: اس فصل میں سن ہجری کا آغاز اور دنیا کے بڑے بڑے واقعات سے تاریخی فرق، قبا سے مدنیہ کو روانگی، آپؐ کی سواری کا جلوس مدینہ میں داخلہ پر رسول اللہ ﷺ کی نصیحت، مسجد نبوی کی تعمیر اور مزدوروں میں رسول ﷺ کا کام کرنا۔

تیسری فصل: اس فصل میں مسجد نبوی میں اسلام کی سب سے پہلے دار العلوم کی تعمیر، صُفّہ اور اصحاب صُفّہ کا ذکر ہے۔

دوسرے باب کا عنوان: " کتاب العلم " ہے۔اس باب کو حسب ذیل کئی فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

پہلی فصل: محمد ﷺ کو تعلیم ، دوسری فصل: علم کی فضلیت اور اس کے حاصل کرنے کی تاکید سے متعلق ہے۔ تیسری فصل: کتاب اور حکمت ، چوتھی فصل: حضرت رسول ﷺ اور تعلیم کا انتظام ، پانچویں فصل: مکہ سے باہر تعلیم ، چھٹی فصل: حضرت خدیجہ الکبریٰؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نسیبہ بنتِ کعب امّ عمارہ ، رفیدہ انصاریہ وغیرہ کی سوانح حیات سے متعلق ہے۔

تیسرے باب میں نماز اور اذان ، مذہبی اور اخلاقی اصلاح ، تحویل قبلہ اور عمیق مذہبی اصلاح پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

چوتھے باب کا عنوان: " کتاب الجہاد " ہے۔اس میں مذہبی جہاد دنیا کے زندہ مذہبوں میں ، رسول ﷺ کے مدنیہ پہنچنے پر کفار کی چڑھائی کا کھٹکا ، مذہبی فرائض میں رخنہ ، دفاعی جہاد کا حکم ، غزوۂ الکبریٰ ، بدر کی لڑائی کا اہم نتیجہ ، مدنیہ میں یہود کی آبادی پر نظر ، غزوۂ سویق وغیرہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

پانچواں باب بعض رسومات سے متعلق ہے۔اس باب میں حضرت رقیہ کا انتقال ، حضرت فاطمہؓ کی شادی ، روزہ کی فرضیت ، عید الفطر کا صدقہ وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چھٹے باب کا عنوان: " کتاب الغزوات " ہے۔اس باب میں کعب ابن اشرف یہودی کا قتل ، احد کی لڑائی ، رجیع کا واقعہ وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ساتویں باب میں رسول ﷺ کا حضرت حفصہ سے نکاح ، حضرت امام حسنؓ کی پیدائش ، آپؐ کی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح ، رسول اللہ کا حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہؓ سے نکاح اور حضرت امام حسینؓ کی پیدائش وغیرہ واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

آٹھواں باب چند اہم اخلاقی اصلاح سے متعلق ہے۔اس ضمن میں جوئے کی حرمت اور شراب کی حرمت جیسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نواں باب بعض جنگی واقعات پر مبنی ہے۔اس میں افک کا واقعہ،غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔

دسواں باب دین فطرت سے متعلق ہے۔اس میں متبنیٰ کی قدیم رسم کی انقلاب نما اصلاح، زید ابن حارثہ اور حضرت زینبؓ کے نکاح میں اخلاقی اصلاح، حجاب یا پردے کی اہمیت پر ڈالی گئی ہے۔

گیارہواں باب بعض اخلاقی اصلاحوں اور بعض انتظامی احکام سے متعلق ہے۔اس ضمن میں زنا کی حرمت اور اس جرم کی سزا کا تعین، ظہار جیسے پہلوؤں کا تبصرہ کیا گیا ہے۔

'تمدن اسلام' از خواجہ کمال الدین

یہ کتاب ۱۹۳۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی،اس کتاب میں اقتصادی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی مشکلات کا حل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔
بقول مؤلف کہ

> "یہ کتاب اس سوال کا جواب ہے کہ اہلِ مغرب اور ان کے مقلدین خصوصاً ہندوستانی جن میں کافی حصّہ مسلمانوں کا بھی ہے۔مذہب سے کیوں بیزار ہوتے جاتے ہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ دانایان مغرب نے فلسفہ حیات کے لیے جن حقائق عالیہ کی تلاش عیسائیت میں کی وہ وہاں نہ تھے۔اس وجہ سے وہ لوگ اوّل عیسائیت سے بعد ازاں خود مذہب سے دست بردار ہو گئے"

اس کتاب میں جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ان میں تمدن اسلام زمین پر خلافت الٰہیہ، آسمانی بادشاہیت، خلافت الٰہیہ علی الارض۔اس ضمن میں مؤلف نے تمدن کی تکمیل اور اس کے دو ضروری اجزاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے بعد تمدن اور توحید کے عنوان کے تحت اسماء الٰہیہ، سیرت یا کیریکٹر پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

'تاریخ افتراق اسلام' از عزیز محمدی، حافظ یوسف علی خاں

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں جے پور سے شائع ہوئی، جو ۲۰۲ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت کے حالات اور افتراق اسلام کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تابعینؒ' (۱) از شاہ معین الدین احمد ندوی

یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۵۳۸ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں چھیانوے اکابر تابعینؒ کے سوانح حیات اور ان کے مذہبی، اخلاقی، علمی، اصلاحی اور مجاہدانہ کارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کا مقدمہ ہے۔ اس کے بعد دیباچۂ مصنف ہے پھر اصل کتاب کا آغاز ہے۔ اس کتاب میں جن اکابر تابعین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں

ابراہیم بن یزید تیمیؒ، احنف بن قیسؒ، اسمٰعیل بن ابی خالد احمسیؒ، اسود بن یزیدؒ، ایاس بن معاویہؒ، ایوب بن ابی تمیمہؒ، جابر بن زیدؒ، خالد بن معدانؒ، محمد بن منکدرؒ، نافع بن کاؤسؒ، وہب بن منبہؒ، ہشام بن عروہؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، یونس بن عبیدؒ، ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ، ابوعثمان مہندیؒ وغیرہ تابعینؒ کے نسب ناموں اور ان کے تاریخی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ اسلام' (۲) از مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

اس کتاب میں عہدِ رسالت سے لے کر خلافتِ عباسیہ کے خاتمہ تک کی تاریخ درج ہے، جو چار جلدوں پر مبنی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

(۲) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

ذیل میں "تاریخ اسلام" کی ان جلدوں کا مفصل تعارف درج ہے۔

'تاریخ اسلام' (جلد اوّل)

یہ جلد ۱۹۳۹ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ اس میں عہدِ رسالت اور خلافتِ راشدہ کے عہد کی علمی، تمدنی، سیاسی اور مذہبی تاریخ درج ہے۔ کتاب کے شروع میں مقدمہ ہے، جس میں حضور اکرم ﷺ کی سوانح زندگی (ولادت سے وفات تک) درج ہے۔ یہ جلد کئی ابواب میں منقسم ہے، جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے سوانح حیات کے علاوہ ان کے عہد کی سیاسی، علمی، ان کی فتوحات اور ان کے نظامِ سلطنت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ اسلام' (جلد دوم)

یہ جلد بنی اُمیہ کے دورِ حکومت کی تاریخ پر مشتمل ہے، جس میں حضرت امیر معاویہؓ سے لے کر آخری حکمراں مروان ثانیؒ تک کے عہد کی سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ علمی تہذیبی اور تمدنی تاریخ درج ہے۔

'تاریخ اسلام' (جلد سوم)

یہ جلد ۱۹۴۴ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو خلافتِ عباسیہ کے دورِ حکومت کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں عباسی حکمراں ابوالعباس سفاح سے ابواسحاق متقی باللہ تک عباسی حکمرانوں کی تہذیبی، تمدنی اور سیاسی تاریخ درج ہے۔

'تاریخ اسلام' (جلد چہارم)

یہ جلد بھی عباسی دورِ حکومت پر مشتمل ہے۔ اس میں مستکفی باللہ سے آخری عباسی حکمراں معتصم باللہ تک کے عہدِ حکومت کی تہذیبی، تمدنی اور سیاسی تاریخ درج ہے۔

'غلامانِ اسلام' از مولانا سعید احمد ایم۔اے۔ فاضل دیوبند

یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں جید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان مقتدر ہستیوں کے سوانح حیات اور کمالات و فضائل کا ذکر شامل ہے۔ جن کو غلام ہونے کے باوجود اسلامی سوسائٹی میں باوقار سمجھا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں مقدمہ ہے۔ اس میں اسلام میں غلامی کا تصور، آزاد کردہ غلام کی حیثیت، آزاد کردہ غلام کے مدنی حقوق، تحصیل علم و فضل اسلام کی عام اخلاقی تعلیم وغیرہ پہلوں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے عہد صحابہ کے غلاموں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر تابعینؒ اور اس کے بعد اتباع تابعینؒ وغیرہم کا۔ یہ تقسیم طبقہ وار ہے۔ تاکہ سنین کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔

اس کتاب میں صحابہ کرام میں حضرت ثوبانؓ، حضرت بلال بن ابی ریاح، حضرت صہیب بن سنانؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت شقران صالحؓ، حضرت جناب بن ارتؓ، حضرت ابو کبشہؓ، حضرت زید بن بولیؓ، وغیرہ کی حالاتِ زندگی اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تابعینؒ میں حضرت عکرمہؒ، نافع بن کاوسؒ، طاوس بن کیسانؒ، حضرت سلمہ بن دینارؒ، حضرت عبداللہ بن عونؒ، حضرت عمرو بن دینارؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت محمد بن سیرینؒ، حضرت زید بن اسلمؒ، حضرت محمد بن اسحاقؒ وغیرہ۔

اتباع تابعینؒ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ، عبداللہ بن ذہیبؒ، عبدالرحمٰن، ولید بن مسلم، حماد بن زید وغیرہ کا ذکر شامل ہے۔

اربابِ کشف و کرامات میں ابو یحییٰ مالک بن دینا البصری، ابو محفوظ معروف بن فیروز کرخی، ذوالنون مصری، ان کے علاوہ مؤلف نے علماء، شعر و ادب میں ابودلامہ زند بن الجون احمد بن محمد عبدربہ، ابوعبداللہ یاقوت الحموی، ابوالدر یاقوت الرومی کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'تاریخ ملت' از زین العابدین میرٹھی

یہ کتاب ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی، جو مندرجہ ذیل گیارہ جلدوں پر مبنی ہے۔ پہلی جلد عہدِ رسالت سے متعلق ہے۔ دوسری جلد خلافتِ راشدہ سے متعلق ہے۔ تیسری جلد بنی اُمیہ سے متعلق ہے، چوتھی جلد ہسپانیہ، پانچویں جلد بنی عباس سے متعلق ہے، چھٹی جلد نامعلوم، ساتویں جلد مصر و مغربِ اقصیٰ سے متعلق ہے، آٹھویں جلد عثمانیہ سے متعلق ہے۔ نویں جلد صقیلہ میں اسلام کی تاریخ پر مشتمل ہے، دسویں جلد اور گیارہویں جلد سلاطین ہند سے متعلق ہے۔

'عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ' از محمد حمید اللہ

یہ کتاب ۱۹۴۵ء میں انتظامی پریس حیدر آباد سے شائع ہوئی، جو ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں عہدِ نبوی کی جنگوں کے وجوہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں جنگِ بدر، اُحد، خندق، فتح مکہ اور یہودیوں کی لڑائیوں کا تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مصنف نے سیرۃ ابن ہشام، تاریخ الطبر ی، تفسیر الطبر ی، البداویہ والہنایہ لابن کثیر، طبقات ابن سعد، مغازی الوقدی، مرآۃ الحرمین وغیرہ کے علاوہ انگریزی ماخذات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب میں فوٹو اور نقشاجات بھی منسلک کئے گئے ہیں۔ تصاویر میں غارِ حرا، غارِ ثور، طائف، حمراء، حدود حرم، حدیبیہ، بیعت گاہ عقبہ اور نقشاجات میں نقشہ میدانِ بدر، حالیہ بدر، حالیہ اُحد، نقشہ میدانِ اُحد، نقشہ اُحد و خندق، آثار خندق، نقشہ فتح مکہ، نقشہ حدود حرم وغیرہ۔

'تاریخ اسلام' از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

یہ کتاب تین حصّوں پر مبنی ہے۔ حصّہ اوّل میں عہدِ رسالت سے خلافت امام حسنؓ کے اختتام تک کے واقعات درج ہیں۔ حصّہ دوم میں عہد بنوامیہ، بنوعباس اور دیگر اسلامی حکومتوں کی تاریخ پر مبنی ہے۔ حصّہ سوم میں اندلس، ایران، مصر، شام، وغیرہ ممالک میں اسلامی حکومتوں کی تاریخ درج ہے۔

'اہلاک الوہابین' از مولوی حافظ سیّد امیر

"اہلاک الوہابین" مطبوعہ صوفی پریس اجمیر سے شائع ہوئی۔ یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں قبور کا چومنا، قبہ جات و پکی قبریں بنانا، مقابر میں روشنی کرنا، زیارتِ قبور، گل ریزی وغیرہ مسائل کو حدیثِ نبوی اور افعالِ اکابر، اقوال علماء وفقہا کے مطابق مدلّل ثبوت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

'اسوۂ حسنہ' از حافظ محمد یوسف علی خاں

یہ کتاب جید برقی پریس بلیماران سے طبع ہوئی، جو ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات اور آپؐ کے اقوال و اعمال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں آپؐ کی حالاتِ زندگی سے متعلق مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ کی تعلیمات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ آپؐ کی تعلیمات کو بیان کرتے ہوئے درج ذیل عبارت میں مصنف نے اس طرح لکھا ہے۔

"اُستاد کی ہدایتوں پر دل سے توجہ اور عمل کرنا چاہیے۔ کسی کے ماں باپ کو برا نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ جواب میں تمہارے ماں باپ کو برا کہے گا۔ اس صورت میں تم خود اپنے ماں باپ کو برا کہنے والے ٹھہرو گے۔ آدمی کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ روحانی، جسمانی پس ظاہری عبادات کے بغیر خیالات کی تربیت نہیں ہوسکتی اور دلی پاکیزگی کے بغیر ظاہری عبادتیں فائدہ نہیں دے سکتیں"

'تاریخ خلافت موسوم بہ خلافت الہٰیہ' از مولانا عبدالماجد قادری

یہ کتاب عہدِ رسالت سے خلافتِ عثمانیہ ترکیہ تک خلافتِ الہٰیہ کی تاریخ نیز خلافت ترکیہ کے حفظ و بقاء کے لیے ہندوستان میں جدو جہد اور تحریکِ ترکِ موالات کی تاریخ پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا حجم ۲۲۸ صفحات ہیں۔

'تاریخ اسلام' از مرتضٰی احمد خاں

یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں لاہور سے شائع ہوء، جو عہدِ رسالت سے خلافتِ بنو عباس تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

فصل پنجم

امراء ورؤساء سے متعلق تاریخیں

'ریاض الامراء '[1] از رحمان علی خاں

امراء ورؤساء سے متعلق تاریخوں میں رحمان علی خاں کی تالیف "ریاض الامراء" اہم ترین تاریخ ہے، جو ۱۸۷۳ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انگریزی دورِ حکومت کے ہندوستانی نوابوں، راجاؤں اور ریاستوں کے حالات درج ہیں۔

'دربارِ اکبری'[2] از محمد حسین آزاد

یہ کتاب اکبری عہد کے امراء، وزراء اور علماء کے سوانح حیات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اکبر اور اس کے اہل دربار کے حالات مرقوم ہیں۔ ان امراء وزراء میں بیرم خاں، امیر الامراء، خاں زماں علی قلی خاں شیبانی منعم خاں، مہیش داس، راجہ بیربل، فیاضی، فیضی، عبدالقادر بدایونی، ابوالفضل، راجہ ٹوڈرمل، عبدالرحیم خانخاناں، راجہ مان سنگھ وغیرہ امراء وزراء کے سوانح حیات درج ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آزاد نے اس کتاب میں اکبر کے عہد کے دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

'کیفیت وحالات روسائے بگین پلی' از محی الدین شہیار

کیفیت وحالات روسائے بگین پلی ریاست بگین پلی علاقہ مدراس کے روساء کے احوال پر مبنی ہے۔ اس کا سن تالیف ۱۹۰۸ء ہے۔

---

(۱) اس کتاب کی تفصیل باب دوم میں "عہد انگلشیہ" سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

(۲) اس کتاب کا خلاصہ باب دوم میں "عہد وسطی" سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

اس مخطوطے کا ذکر کرتے ہوئے افسر صدیقی امروہوی نے لکھا ہے کہ:

"اس کتاب میں محی الدین شہیار خلف غلام حیدر شہوار نے ریاست بگین پلی علاقہ مدراس کے روساء کے حالات و کوائف جمع کئے ہیں۔ ابتداء میں مؤلف نے بگین پلی اور اس کے قرب و جوار کی عام تاریخ لکھی ہے۔ اس کے بعد اس ریاست کے حاکموں کی تفصیل ہے متعدد قطعات تاریخ ہیں جو مختلف تقریبات کے لیے لکھے گئے ہیں۔ زیادہ تر قطعات غلام حیدر شہوار اور شہیار الملک کی تصنیف ہیں۔ آخر میں بگین پلی کے نوادر اور وہاں کی خاص مصنوعات کا بیان ہے"(۱)

'امرائے ہنود' (۲) از محمد سعید احمد مارہروی

"امرائے ہنود" مغلیہ سلطنت کے ہندو امراء کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۱۰ء میں کانپور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۳۹۱ صفحات اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان ابواب کی تفصیل درج ہے۔

باب اوّل کا عنوان: ہندوستان میں ہندو آریہ فاتحین کا اپنے مفتوحین سے برتاؤ
باب دوم کا عنوان: اسلامی عہد میں مذہبی آزادی
باب سوم کا عنوان: مال و جائیداد اور قانونی اور دیگر معاشرت کے حقوق
باب چہارم کا عنوان: ملکی حقوق

مندرجہ بالا ابواب جملہ مباحث واضح، مدلل اور مستند واقعات پر مبنی ہیں۔ پہلا باب اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں آریوں کی اپنے مفتوح ہندوؤں کے ساتھ بد سلوکی ظاہر کی گئی ہے۔ اس تناظر میں اسلامی ہند کے سربراہان مملکت کی مذہبی رواداری بے تعصبی اور کشادہ دلی اور بھی اہم ہو جاتی ہے، جسے باقی تین ابواب میں

---

(۱) مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد سوم، افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۹، اس کا مخطوطہ قومی عجائب گھر، کراچی میں محفوظ ہے، جس کا ذکر مشفق خواجہ نے جائزہ مخطوطات اردو میں ص ۱۷۶ تا ۱۷۷ پر کیا ہے۔

(۲) دہلی یونیورسٹی، کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی۔ اس کتاب کو سلسلہ انجمن ترقی اردو کے تحت ایم اے او کالج بک ڈپو علی گڑھ نے نامی پریس کانپور سے مئی ۱۹۱۰ء میں طبع کرا کے شائع کیا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے شائع ہوا۔

مؤلف نے پیش کیا ہے۔اس ضمن میں جزیہ سے متعلق مؤرخین کی غلط فہمیوں اور بد گمانیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے آخر میں ۱۷۳ ایسے ہندو امراء کی فہرست ہے۔جن کے حالات علاحدہ علاحدہ مفصل طور پر تحریر ہیں۔اسی طرح مزید ۱۲۱ امراء کی فہرست بھی درج ہے۔جن کے حالات دوسرے امراء کے حالات میں لکھے گئے ہیں۔ان دونوں فہرستوں کا میزان ۲۹۴ ہے۔کتاب میں دو ضمیمے بھی شامل ہیں چونکہ بہت سے ہندو امراء اور ان ارکان سلطنت کے مفصل حالت دستیاب نہ ہو سکے۔اس لیے انہیں ضمیمہ نمبر۔ا میں شامل کر دیا گیا ہے۔اس ضمیمہ میں عہدِ اکبری سے عہد بہادر شاہ تک کے ۱۷۰ ہندو اکابرین کے نام، منصب اور اختیارات کی تفصیلات درج ہیں۔ضمیمہ نمبر۔۲ سے ہر منصب دار کی ماہانہ تنخواہ نیز اس میں گیارہ بڑے بڑے راجپوت خاندان کے شجرے بھی درج ہیں۔ماخذات کی فہرست میں مؤلف نے تاریخ کی ۲۱ مستند کتابوں (مطبوعہ و قلمی) کے حوالے دیئے ہیں۔اس طرح یہ کتاب اپنے موضوع اور اس کے جملہ متعلقات کا احاطہ کرتی ہے۔

امراء روساء اور سرکاری ملازمین سے متعلق انفرادی تاریخیں

'تاریخ رشید الدین خانی' [1] از مولوی غلام امام خاں

یہ کتاب نواب شمس الامراء رئیس اعظم حیدر آباد کی عمومی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۸۷۹ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی۔یہ ۷۶۵ صفحات پر مبنی ہے۔اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین دفتر ہیں۔دوسرے دفتر کے آخر میں ایک خاتمہ ہے اور تیسرا دفتر دو مقالوں پر مشتمل ہے۔دراصل یہ کتاب تاریخ دکن ہے۔مگر آغاز میں تاریخ ہند بھی شامل کر دی گئی ہے۔لہٰذا اس کتاب کو رشید الدین خاں اقتدار الملک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

---

(۱) اس کتاب کا مخطوطہ 'کتب خانہ سالار جنگ' میں محفوظ ہے۔اس کا سال تصنیف ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء اور کتابت ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء ہے۔مصنف انگریزی فوج میں منشی تھے۔ایک انگریز افسر کی مدد سے اس کتاب کو لکھا۔

'البرامکہ' از عبدالرزاق کانپوری

یہ کتاب ابوالفضل یحییٰ بن خالد برمکی کے سوانح حیات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۹۷ء میں کانپور سے شائع ہوئی۔ یہ ۴۳۰ صفحات پر مبنی ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کا آغاز بڑے سائنٹفک اور تحقیقی انداز سے کیا ہے۔ لفظ برمک کی تحقیق اور خاندانِ برامکہ کی وجہ تسمیہ کے لیے عربی و فارسی ماخذوں سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

البرامکہ کا پہلا حصہ یحییٰ برمکی کی سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ اس میں یحییٰ برمکی کے حالات سیرت و کردار سلطنت عباسیہ کی شان و شوکت کے نقوش جھلکتے ہیں۔ مؤلف نے یحییٰ برمکی کی سیرت، علمی بصیرت، سخاوت اور فہم وفراست سے متعلق دلچسپ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

دوسرے حصے میں فضل برمکی کے حالات درج ہیں جس میں برمکی کی علمی خدمات، علماء کی قدردانی سے متعلق قابل قدر واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

تیسرا حصہ جعفر برمکی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ کمزوریوں پر بھی نظر روشنی ڈالی ہے۔ ان کی شان وشوکت بیان کرنے کے بعد ان کے زوال وتباہی کے واقعات درج کیے ہیں۔

'حیات راجہ بیربل' از عبدالعلی برلاس

۱۹۰۴ء میں راجا بیربل کے سوانح حیات پر مشتمل عبدالعلی برلاس کی تالیف "حیات راجا بیربل" لاہور سے شائع ہوئی، جو ۸۴ صفحات پر مبنی ہے۔

'سوانح عمری راجہ بیربل' از مفتی ہادی حسن ہادی

۱۹۰۸ء میں مفتی ہادی حسن ہادی کی تالیف سوانح عمری راجہ بیربل بنارس سے شائع ہوئی، جو ۱۵۲ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں بھی اکبر کے مصاحب راجا بیربل کے حالات درج ہیں۔

'آغائی صاحب' از عبدالحلیم شرر

یہ کتاب مرزا آغا علی خاں بہادر رئیس لکھنؤ کی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۰۹ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، یہ ۱۴۴ صفحات پر مبنی ہے۔

'حالاتِ نواب دبیر الدولہ' از محمد الدین فوق

یہ کتاب سر سیّد احمد خاں کے نانا فرید الدین احمد خاں وزیر اعظم محمد اکبر شاہ ثانی کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۱۲ء میں لاہور سے شائع ہوئی، یہ ۵۴ صفحات پر مبنی ہے، اس میں ان کی علمی و سیاسی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سر سیّد نے بھی نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر کی سوانح حیات پر مبنی "سیرت فریدیہ" تالیف کی۔

'سیرۃ المحمود' از مولوی محمد عزیز مرزا

یہ کتاب محمود گاواں وزیرِ سلطنت بہمینہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۷ء میں بدایوں سے شائع ہوئی، یہ ۱۱۸ صفحات پر مبنی ہے، اس کتاب میں محمود گاواں کی سوانح حیات کے علاوہ اس عہد کے حالات جیسے دکن کی خود مختار سلطنتوں کی تاریخ، محمود گاواں کا خاندان اور ابتدائی حالات، دکن کے بیرونی و اندرونی حالات محمود شاہ خلجی کی چڑھائی، محمود گاواں کی قدر و منزلت، فوج وغیرہ کے حالات درج ہیں بقول مؤلف

> "اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ عماد الدین محمود گاواں وزیر سلطنت بہمینہ اور اس عہد کی سچی تصویر دکھا کر مسلمان نوجوانوں کے لیے عموماً اور دکن کے لیے ایک نمونہ پیش کیا جائے"

مؤلف نے سلاطین بہمینہ خواجہ محمود گاواں کی اصلاحات نے سلاطین بہمینہ خواجہ محمود گاواں کی اصلاحات اور کارناموں پر زیادہ زور دیا ہے۔

'خواص خاں ولی' از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

۱۹۲۸ء میں اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی تالیف "خواص خاں ولی" دہلی سے

شائع ہوئی، جو ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں لودھی عہد حکومت کے ایک سردار کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔

'خاں جہاں لودھی' از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

یہ کتاب پیر خاں ابن دولت خاں المعروف بہ خاں لودھی (۱) کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۸ء میں نجیب آباد سے شائع ہوئی، یہ ۴۷ صفحات پر مبنی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے فارسی کی مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ زیادہ تر واقعات خافی خاں کی منتخب اللباب سے ماخوذ ہیں۔

کتاب کے شروع میں خاں جہاں لودھی کی ابتدائی زندگی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اس میں خاں جہاں لودی کی شجاعت و بہادری اور فوجی کارنامے درج ہیں۔

'محمد بیرم خاں ترکمان' از کوثر چاند پوری

۱۹۳۱ء میں حکیم علی کوثر چاند پوری کی تالیف "محمد بیرم خاں ترکمان" آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کے اتالیق بیرم خاں کے حالات زندگی درج ہیں، مؤلف نے اس کتاب کو متعدد قدیم اور معتبر تاریخوں کے مطالعہ سے مرتب کیا ہے۔ جن میں مآثر رحیمی، تاریخ فرشتہ، مآثر الامراء، منتخب التواریخ، اکبر نامہ، خزانۂ عامرہ، تزک جہانگیری، دربارِ اکبری قابل ذکر ہیں۔

اس کتاب میں مؤلف نے بیرم خاں اور اس عہد سے متعلق جن پہلوؤں پر غور و فکر کیا ہے۔ ان میں بیرم خاں کا نام و نسب، شکل و شباہت، مذہب عادات، خصائل و شاعری، بیرم خاں اور مرزا عسکری سپہ سالاری، اکبر کی اتالیقی، بیرم خاں کی جنگی قابلیت، عمارات، تصانیف، بیرم سے اکبر کا انحراف، بیرم کی معزولی، بغاوت اور وفات وغیرہ پہلوؤں پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

---

(۱) خاں جہاں لودھی جو ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۲ء میں شہزادہ دانیال کی مصاحبت میں تھا۔ جہانگیر نے پیر خاں ابن دولت خاں کو خاں جہاں کا خطاب دیا تھا اور ہندوستان کی تاریخ میں یہی جہانگیری خاں جہاں کے نام معروف ہے۔ اس کتاب کی تمہید میں لکھا ہے کہ یہ ایک طرح کا خطاب تھا جو مغلوں کے عہد سے شروع ہو کر شاہ جہاں کے عہد حکومت تک رائج رہا یہ خطاب مغلوں کے عہد حکومت میں اگرچہ اعلیٰ درجہ کے خطابوں میں شامل تھا۔

فصل ششم

مؤرخین اور سیاحوں سے متعلق تاریخیں

مؤرخین سے متعلق انفرادی تاریخیں

'حیاتِ فرشتہ' از محمد الدین فوق

۱۹۱۹ء میں محمد الدین فوق کی تالیف "حیات فرشتہ" لاہور سے شائع ہوئی، اس میں محمد قاسم فرشتہ مصنف "تاریخ فرشتہ" کے حالاتِ زندگی درج ہیں، یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

'ضیاء الدین برنی' (۱) از سیّد حسن برنی

۱۹۳۰ء میں سیّد حسن برنی کی تالیف "ضیاء الدین برنی" دہلی سے شائع ہوئی، جو ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں مؤلف نے ضیاء الدین برنی کی زندگی سے متعلق جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں اس کے آباواجداد کے حالات وواقعات، عادات واطوار، وغیرہ کے علاوہ اس کی تصانیف ثنائے محمدی، صلوۃ کبیر، عنایت نامہ، مآثر سادات، حسرت نامہ، عنایت نامہ اور بالخصوص تاریخ فیروز شاہی کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور اس کے اسلوب کے بارے میں اپنی رائے بھی قائم کی ہے اور موقع بہ موقع اس کتاب کے حوالے بھی تحریر کئے ہیں۔ ان پہلوؤں کے علاوہ تاریخ سے متعلق اس کے نظریات اور تاریخ سے اس کی دلچسپی کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں مؤلف نے لکھا ہے کہ

> "اس کی تاریخ دانی نے شہرت حاصل کر لی تھی کہ بادشاہ بھی اسے ایک باخبر مؤرخ کی حیثیت سے دیکھتے تھے" (۲)

---

(۱) مملوکہ سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

(۲) ضیاء الدین برنی، سیّد حسن برنی، دہلی، ۱۹۳۰ء، ص ۲۸

تاریخ فیروز شاہی میں ضیاء الدین برنی نے تاریخ سے متعلق جو نظریات اور تاریخ نگاری کی جو شرائط پیش کی ہیں، سیّد حسن برنی نے ان تمام پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں ابن خلدون اور ضیاء الدین برنی کے تاریخی نظریات کا موازنہ کیا ہے۔ درج ذیل عبارت میں مؤلف نے اس بارے میں لکھا ہے۔

"ضیائے برنی اور عام مؤرخین کے اور ابن خلدون کے نقطۂ نظر میں اہم فرق ہے وہ یہ کہ اوّل الذکر بجائے اجتماع انسانی کے افراد انسانی کو تاریخ کا موضوع قرار دیتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ بجائے اجتماع انسانی کو تاریخ کے افراد کے حالات پر اکتفا کرتے ہیں وہ اسی وجہ سے چیزوں کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے، وہ سطح سے آگے نہیں بڑھتے وہ اسباب علل کے پیچ سلسلوں کو صحیح طرح نہیں سمجھ سکے وہ تاریخی واقعات کی صحیح تعبیر نہیں کر سکے" (۱)

ضیاء الدین کی تاریخ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کتاب کے مؤلف نے لکھا ہے کہ

"تاریخ کا موضوع اس کی نظر میں انبیاء، خلفاء سلاطین و بزرگان دین و دولت کے انبار ہیں۔ آگے چل کر اس نے تاریخ کے موضوع کو کچھ اور وسعت دے دی اور تاریخ کے دائرے میں اچھے اور برے حالات کا تذکرہ شامل کر لیا" (۲)

اس کی تاریخ نگاری کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے مؤلف نے لکھا ہے کہ

"وہ ایک محقق مدقق کی طریق پر جس نے تمام جزئیات کا کامل تفحص کیا ہوا اور ہر واقعہ کے متعلق علمی تحقیقات انجام دی ہوں، نہیں لکھتا، نہ وہ اپنی یا دوسروں کی تحریری یادداشتیں نہیں رکھتا

---

(۱) ضیاء الدین برنی، سیّد حسن برنی، دہلی، ۱۹۳۰ء، ص ۲۷

(۲) ایضاً .... ص ۲۹

ہے، جس سے استفادہ کر سکے، وہ ایک عام داستان گو کے طریق پر اپنی تاریخ لکھتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا بیان شگفتہ رواں اور دلچسپ ہے، وہ واقعات کو بنظر مجموعی دیکھتا اور عام حیثیت سے لکھتا ہے۔ اس کے بیان میں اس کا انداز بہ نسبت ایک وقائع نویس کے ایک عام مؤرخ کا ہے، جو ترتیب واقعات اور استقصائے، جزئیات کے متعلق تو زیادہ فکر نہیں کرتا۔ لیکن عام مجموعی اور عام تصورات کو پیش نظر رکھتا ہے "(۱)

اس طرح یہ کتاب برنی سے متعلق لکھی جانے والی کتابوں میں اہم ترین تاریخ ہے، جس سے برنی کی سوانح حیات کے علاوہ "تاریخ فیروز شاہی" کے اسلوب کے بارے میں بھی معلومات فراہم ہوتی ہے۔

مؤرخین سے متعلق مجموعی تاریخیں

'مؤرخین ہند' (۲) از سیّد شمس اللہ قادری

۱۹۳۳ء میں سیّد شمس اللہ قادری کی تالیف "مؤرخین ہند" حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۱۳۲ صفحات پر مبنی ہے، یہ کتاب ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی معتبر مستند کتب تاریخ پر تبصروں اور ان کے مصنفین کے تذکروں پر مشتمل ہے، اس کتاب کی ترتیب میں مؤلف نے اس طرح کی ہے کہ ہندوستان کی عام تاریخیں، ہندوستان کی جغرافیائی تاریخیں، سلاطین دہلی کی تاریخیں، لودھی اور سوری خاندان کی تاریخیں، سلاطین تیموریہ کی تاریخیں (بابر سے اورنگ زیب کے جانشین تک) سندھ، کشمیر، گجرات، بہمنیہ، عادل شاہیہ، آصفیہ، مرہٹہ، افاغنہ، بنگال، کرناٹک اور میسور پر لکھی گئی تاریخیں غرض کہ یہ کتاب نہایت مفید فہرست کتب ابواب میں تقسیم کی گئی ہے۔

---

(۱) ضیاء الدین برنی، سید حسن برنی، دہلی، ۱۹۳۰ء، ص ۴۳

(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

'تذکرۂ مؤرخین' (۱) از چودھری بنی احمد سندیلوی

"تذکرۂ مؤرخین" سلطنت عہد سے اٹھارہویں صدی تک کے مؤرخین اور ان کی تصانیف کے تذکرے پر مشتمل ہے، جو ۱۹۳۶ء میں بنارس سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۱۸۴ صفحات پر مبنی ہے، اس کتاب میں ہر کتاب کے ترتیب کا زمانہ، اور اس تاریخ کا تھوڑا خلاصہ، مؤرخین کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی مرتب کی ہوئیں تاریخوں کا حوالہ درج کیا گیا ہے۔ ان تاریخوں میں چاچ نامہ، کامل التواریخ عرف ابن اثیر، تاریخ یمینی، تاریخ سبکتگین، فتوح البدان، تاج الآماثر، مجموع التواریخ، طبقات ناصری، تاریخ فیروز شاہی، سیرت فیروز شاہی، واقعات بابری، زبدۃ التواریخ وغیرہ تاریخوں کا حوالہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

سیّاح سے متعلق تاریخ

'البیرونی' (۲) از سیّد حسن برنی

۱۹۲۷ء میں "البیرونی" کے سوانح حیات پر مشتمل سید حسن برنی کی تالیف "البیرونی" علی گڑھ سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۲۵۶ صفحات، آٹھ ابواب اور چار ضمیموں پر مشتمل ہے، ان ابواب میں مؤلف نے جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا ہے۔ ان میں اسلام کی سیاسی حالت اور علمی ترقیات (چوتھی یا پانچویں صدی ہجری میں) البیرونی کے حالات زندگی ولادت سے غزنہ پہنچنے تک کے حالات، غزنہ پہنچنے سے وقت وفات تک کے حالات درج ہیں اور ان کی مشہور ومعروف تصنیف کتاب "الہند" اور دیگر تصانیف پر تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۲) مملوکہ سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

فصل ہفتم

مختلف طبقات اور فرقوں پر لکھی گئیں تاریخیں

(i) سادات سے متعلق تاریخیں

'تاریخ سادات امروہہ' از خصال احمد، جمال احمد نقوی

یہ کتاب امروہہ ضلع مرادآباد کے سادات کی تاریخ سے متعلق ہے، جو ۱۹۳۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، اس کتاب کے ۴۹۸ صفحات ہیں۔

'تاریخ واسطیہ' (۱) از رحیم بخش بن کریم بخش

یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں مرادآباد سے شائع ہوئی، جو ۵۸۰ صفحات اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک باب کئی فصلوں پر مبنی ہے۔ اس میں امروہہ کے سادات فاطمی کے چند خاندان بالخصوص حضرت شرف الدین شاہ ولایت، قاضی زادگان کے تذکرے درج ہیں۔ یہ خاندانی تذکرے زیادہ تر روایتوں پر مشتمل ہیں۔

(ii) افغانوں سے متعلق تاریخیں

' ترک افغانی ارمغان شاہجہانی' از رفعت محمد عباس

یہ کتاب افغانوں کی تاریخ اور ان کے نسب نامے سے متعلق ہے، جو ۱۸۸۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی۔ افغانوں پر لکھی گئی تاریخوں میں یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔

'تاریخ افاغنہ' از ثاقب، محمد شہاب الدین خاں

یہ کتاب دو حصّوں پر مشتمل ہے، حصہ اوّل ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۱۲۴ صفحات ہیں۔ حصہ دوم ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ (اس کتاب کا خلاصہ باب سوم میں امروہہ سے متعلق تاریخوں میں درج ہے)

'تاریخ آزاد پٹھان' از اللہ بخش یوسفی

یہ کتاب آزاد قبائل کی تاریخ سے متعلق ہے، اس کے ۲۴۸ صفحات ہیں، اس میں سن اشاعت درج نہیں ہے۔

'نیرنگِ افغان' (۱) از مولوی سیّد محمد حسین اغلب موہانی

یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی، جو ۳۴۲ صفحات پر مشتمل ہے، ابتداء میں علم تاریخ، قوم افغان، افغان مصنفین کی رایوں کا اقتباس درج ہے۔ اس کتاب کے چھ ابواب ہیں۔ ان ابواب میں جن پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں افغانستان کا جغرافیہ، نباتات، کابل کے پہاڑ، افغانوں کی نسبی تحقیق، افغانوں کی وجہ تسمیہ، پٹھانوں کی وجہ تسمیہ، افغانستان کی حالت، احمد شاہ اور اس کی اولاد کے سلطنت کے بیان میں، علماء و مذہبی پیشوا، ہندوستان روسی حملہ، امیر افغانستان وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ افغانستان کے جغرافیائی حالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

'حیات لودی معروف بہ شوکت افغانی' (۲) از محمد عبدالحکیم خاں لودی

یہ کتاب ۱۹۰۹ء میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوئی، جو تین حصّوں میں منقسم ہے۔ ہر حصّے میں دو باب ہیں۔ ذیل میں اس کتاب کا خلاصہ درج ہے۔

حصّہ اوّل

باب اوّل: در بیان اجداد پدری لودی

باب دوم: در بیان ہم جدی پدری لودی واب لودی

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۲) مملوکہ سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

حصہ دوم

باب اوّل: در بیان اجداد مادری لودی

باب دوم: در بیان ہم جدی مادری لودی وام لودی

حصہ سوم

باب اول: در بیان برادران عینی علانی لودی

باب دوم: در بیان لودی واولاد لودی

ہر حصے کے صفحات کے نمبر الگ الگ درج ہیں ۔حصہ اوّل ۴۹ صفحات ،حصہ دوم ۶۶۹ اور حصہ سوم ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مخزنِ افغانی ،حیات افغانی ،صولت افغانی،تزک افغانی، نیرنگ افغانی ،خلاصۃ الانساب ،تحقیق الانساب ،تذکرۃ الانساب، تاریخ فرشتہ،طبقاتِ اکبری، عمادالسعادت، سیر المتاخرین، گل رحمت، انتخاب یادگار تاریخ، رامپور، تاریخ بدیع رامپور، تاریخ ٹونک، محاربۂ کابل، تاریخ اسلام وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

کتاب کے شروع میں مقدمہ ہے، جس میں لودی کہاں سے آئے اور کون تھے۔اس پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔نسب افغانوں پر مشرقی اور مغربی مصنفوں کی رائے کا بھی ذکر کیا ہے۔اس کے علاوہ وجہ تسمیہ افغانستان اور پٹھان کے بارے میں لکھا ہے۔پٹھان کی وجہ تسمیہ سے متعلق انہوں نے مختلف رائے پیش کی ہیں جو درج ذیل ہے۔

"افغان اپنی زبان میں اپنے آپ کو پختان کہتے ہیں ممکن ہے پختان کا پٹھان ہو گیا ہو، بعض کہتے ہیں کہ پٹھان اصل میں قاتحان تھا، قاتحان سے پٹھان ہو گیا، اہل ہند افغانوں کو بیٹانی کہنے لگے۔ بیٹانی سے بٹان اور بیٹان کا پٹھان ہو گیا"(۱)

وغیرہ رائے مؤلف نے اس پہلو پر درج کی ہیں۔

۱۔ حیات لودی معروف بہ ... افغانی، محمد عبدالحکیم خاں لودی، ۱۹۰۹ء، آگرہ، ص ۴۴ تا ۴۵

'نسبِ افاغنہ'[1] از محمد عبدالسلام خاں

یہ کتاب ۱۹۱۴ء میں رامپور سے شائع ہوئی، جو آٹھ ابواب اور ۱۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان ابواب کی تفصیل درج ہے۔

باب اوّل کا عنوان : مختصر تاریخی حالات افغانستان مردم شماری قوم افاغنہ

باب دوم کا عنوان : تذکرہ متعدد نامہائے قوم افاغنہ اوران کی شرح

باب سوم کا عنوان : ذکر قدیم مذہب افاغنہ وحالات اسلام آوردن آنہا

باب چہارم کا عنوان : ذکر اختلاف مورخاں درنسب افاغنہ

باب پنجم کا عنوان : ذکر اعتراض مورخاں درباب نسب اسرائیلی وشجرۂ افغانان

باب ششم کا عنوان : تذکرۂ حالات بدریافت اصلی زبان افاغنہ وبعدازاں کیفیت نشوونما، پشتو

باب ہفتم کا عنوان : ذکر اختلاط مراسم، شباہت، وعادات افاغنہ یابنی اسرائیل

باب ہشتم کا عنوان : آیا افغان منجملہ دس اسباط وگم شدہ بنی اسرائیل

مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں اخبار الصنادید، اکبر نامہ، تاریخ فرشتہ، مطلع الانوار، مخزن افغانی، حیات افغانی، تاریخ خورشید جاہی، طبقات ناصری، نیرنگِ افاغنہ، تاریخ ایران، تفریح الاذکیا، مرات العالم، روضۃ الصفا، تیمور نامہ، طرز معاشرت افاغنہ وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔

(iii) کائستھوں سے متعلق تاریخیں

'مختصر تاریخ اقوام الکائستھ وپروٹھاکر' از گوپی ناتھ سنگھ ورمن

یہ کتاب ریاستوں کے والیوں، وزراء اور امراء کے حالات پر مشتمل ہے، جو

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری۔

۱۹۲۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔اس کتاب کے ۲۲۴صفحات ہیں۔اس میں کائستھ قوم کی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

'کائستھ راج ترنگنی' از سنکھطا پرشاد ورما

یہ کتاب کلہن کی راج ترنگنی سے ماخوذ ہے جو کائستھوں کی تاریخ پر مبنی ہے۔اس کے ۱۵۶صفحات ہیں۔تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے اہم ترین ماخذ ہیں۔

'تواریخ گوڑ کائستھ' از کشوری لال رائے

یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، جو ۵۵صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں کائستھ قوم کی مفصل تاریخ درج ہے۔

'تواریخ نادری' از گلزاری لعل

یہ کتاب کائستھوں کے حالات پر مشتمل ہے۔اس کا سن تالیف ۱۸۵۲ء ہے۔جو۲۷صفحات پر مشتمل ہے۔اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت حسب ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

ابتداء

"ہزاراں ہزار سجدہ اور تعریف اس کی کرتار ہیں۔جن ہار کو
جس نے نسخہ دنیا کو اجزای پانچ............"

خاتمہ

درمن عاجزیں چوں نہ خواہم ترا............

یہ مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔جس کا ذکر ڈاکٹر عطا خورشید نے کیا ہے۔(۱)

---

(۱) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کے اردو مخطوطات ڈاکٹر عطا خورشید ۱۹۹۵ء دہلی ص ۶۷

(iv) راجپوتوں سے متعلق تاریخیں

'سرتاج التاریخ' از ناطق، عاشق علی خاں

یہ کتاب ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی، جو ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب راجپوتوں کی تاریخ سے متعلق ہے، جو ایک مختصر سی تصنیف ہے۔

'کارنامۂ راجپوتاں' از نجم الغنی رامپوری

"کارنامۂ راجپوتاں" ریاست ہائے راجپوتاں اور راجپوتوں کے حالات سے متعلق ہے۔ اس کے ۵۹۲ صفحات ہیں۔

(v) مرہٹوں سے متعلق تاریخیں

'مرہٹوں کا تمدن' از مانک راؤ پٹھل راؤ

یہ کتاب مرہٹوں کے تمدن سے متعلق ہے، جو ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ۱۴۰ صفحات ہیں۔

'تاریخ مرہٹہ' از محمد ادریس خاں نجیب آبادی

یہ کتاب مرہٹوں کی تاریخ سے متعلق ہے، جو دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا سن اشاعت درج نہیں ہے۔ اس کتاب کے ۱۲۵ صفحات ہیں۔

(vi) سکھوں سے متعلق تاریخیں

'تاریخ سکھاں'

یہ کتاب سکھوں کی تاریخ سے متعلق ہے، جو ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا سن تصنیف ۱۸۷۸ء ہے۔

ذیل میں اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"بعد حمد وصلواۃ کے واضح ہو کہ ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں
میرا تقرر ضلع ناندیڑ کی اوّل تعلقداری پر ہوا تو عالیجناب معلیٰ
القاب مختار الملک بہادر دام اقبالہ نے اپنے فیض ترجمان سے
ناندیڑ اور سکھوں کے گردوارہ کا تذکرہ فرمایا۔ جب میں ناندیڑ
میں پہونچا تو میرے بعض دوستوں نے سکھوں کی اور گرددوارہ
کی کیفیت مجھ سے دریافت فرمانے لگے"

اختتام

"اور ہر ایک پونجاریوں نے گردوارہ کے متعلق جو تعمیر کیا
ہے اوس کا بیان بھی اس نقشہ میں کیا گیا ہے۔ اور اوس کے
مصارف کا اندازہ بھی اوسی میں درج ہے"(۱)

اگر چہ تاریخی نقطۂ نظر سے یہ کتاب معتبر کہی جا سکتی ہے لیکن اس میں بغیر تنقید کے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ جہاں تک اس کے متن کا تعلق ہے۔ تو وہ قدیم طرز کی ہے۔ مثلاً اس (اوس) لکھا ہے۔

یہ مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

'سکھ قوم اور اس کے بانی کی نسبت' از خواجہ حسن نظامی

یہ کتاب گرو نانک کے حالاتِ زندگی اور سکھوں کی تاریخ سے متعلق

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۱۶ تا ۸۱۷

ہے۔ جو خواجہ پریس بٹالہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ۵۲ صفحات ہیں۔

'سکھ اور گوردوارے' از سیوا سنگھ

یہ کتاب ۱۹۲۵ء میں امرتسر سے شائع ہوئی، جو سکھوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کے ۱۲۸ صفحات ہیں۔

(vii) بوہروں سے متعلق تاریخیں

'بوہروں کی تاریخ' از نجم الغنی رامپوری

یہ فرقہ بوہرہ کی تاریخ سے متعلق ایک مختصر کتاب ہے۔ جو ۱۹۰۶ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی۔ اس کے ۴۸ صفحات ہیں۔

'سلک الجواہر فی احوال البواہر یعنی داؤدیہ بوہروں کی تاریخ' از نجم الغنی

یہ کتاب ۱۹۱۴ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی، جو ۱۰۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں بوہروں کی تاریخ درج ہے۔

'عقد الجواہر فی احوال البواہر' از ابوظفر ندوی

یہ کتاب داؤدی بوہروں کی تاریخ سے متعلق ہے جو ۱۹۳۶ء میں کراچی سے شائع ہوئی، جو ۳۸۴ صفحات پر مشتمل ہے

(viii) پارسیوں سے متعلق تاریخیں

'حالات قوم پارسیاں' از ضیاء اللہ، شیخ

یہ کتاب پارسی مذہب کی تاریخ آغاز و رواج، اور ہندوستان میں پارسیوں

کی آمد، مذہبی تعلیمات، رسوم ورواج پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے ۴۴ صفحات ہیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بہت سی ایسی تاریخیں ہیں جو اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک تالیف ہوئیں لیکن ان کے ذکر کی اس باب میں گنجائش نہیں ہے۔تاہم جن کتابوں کا ذکر کیا جا چکا ہے، ان سے یہ اندازہ بخوبی ہو جائے گا کہ یہ دور اُردو تاریخ نگاری کے لحاظ سے اہم ترین دور تھا، نیز یہ کہ اس دور میں جو کتابیں لکھی گئیں وہ تنوع کے اعتبار سے ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔

باب سوم

علاقائی تاریخیں

(ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق)

باب سوم

علاقائی تاریخیں

(ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق)

مغل عہد کے زوال کے بعد چونکہ ہندوستان میں بہت سی آزاد ریاستیں معرض وجود میں آچکی تھیں۔ صوبائی، علاقائی، ریاستی وقائع کی بنیاد پر بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ ان خود مختار ریاستوں میں حیدرآباد، اودھ وغیرہ ریاستیں اپنے اندر سوانح اور وقائع رکھتی ہیں۔ جن پر مؤرخین نے اُردو میں تاریخیں لکھیں چنانچہ تاریخ اودھ، تاریخ بیجاپور، بدایوں کی تاریخ وغیرہ علاقائی تاریخیں ہیں، اس کے علاوہ اور ہندوستان کی ریاستوں قصبات اور مخصوص علاقوں کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ جن کا اس باب میں مجملاً ذکر کیا جائے گا۔ اس باب کو حسبِ ذیل کئی ذیلی عنوانات میں منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل : شمالی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں
فصل دوم : وسطی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں
فصل سوم : جنوبی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں
فصل چہارم : مغربی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں
فصل پنجم : مشرقی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

فصل اوّل

شمالی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

شمالی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں روہیلکھنڈ، فرخ آباد، بدایوں، مرادآباد، رامپور، امروہہ، شاہجہاں پور، الہ آباد، بریلی، دہلی، کشمیر، بنارس اور اودھ پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

روہیلکھنڈ سے متعلق تاریخیں

'قصہ واحوال روہیلہ' از سیّد رستم علی بجنوری

خطِ روہیلکھنڈ پر اردو میں لکھی جانے والی پہلی مقامی تاریخ رستم علی بجنوری کی تالیف "قصہ واحوال روہیلہ" اہم ترین تاریخ ہے۔ یہ نہ صرف اُردو میں پہلی مقامی تاریخ ہے بلکہ اُردو میں تاریخ نگاری کی تاریخ میں پہلی تالیف بھی ہے۔ یہ کتاب ۱۷۳۰ء سے ۱۷۷۵ء تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ یعنی اس میں شجاع الدولہ کے عہد تک کے حالات وواقعات درج ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق یہ کتاب ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۱ء کے درمیان لکھی گئی۔

یہ کتاب دراصل علی محمد خاں کے احوال پر مبنی ہے اور ان ہی کے احوال سے مؤلف نے اس عہد کی تاریخ لکھی، اس کا مخطوطہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی میں محفوظ ہے۔

'تاریخ روہیلہ' (۱) از محمد حسن رضا خاں

یہ مخطوطہ کٹھیر کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کا سن تالیف ۱۸۳۴ء ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کو دو چمن اور کئی روش پر ترتیب دیا ہے۔

---

(۱) یہ مخطوطہ رامپور رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کا کیٹلاگ نمبر ۱۳۷ ہے، جو ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

ذیل میں ان ابواب کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

چمن اوّل	: یہ چمن چار روش پر مشتمل ہے جو اس طرح ہیں
روش اوّل	: حسب ونسب قوم افغان اور ذکر داؤد خاں میں
روش دوم	: ذکر حالات والا صفات نواب علی محمد خاں، بہادر میں
روش سوم	: ذکر نواب حافظ الملک بہادر میں
روش چہارم	: ذکر نواب دوندے خاں بہادر اور بخشی محمد سردار خاں اور فتح خاں خان سامان میں
چمن دوم	: جو کہ چار روش پر مشتمل ہے
روش اوّل	: ذکر نواب فیض اللہ
روش دوم	: ذکر نواب محمد علی خاں بہادر اور نواب احمد علی خاں بہادر میں
روش سوم	: ذکر نواب نجیب الدولہ بہادر میں
روش چہارم	: ذکر رئیسان فرخ آباد میں

مؤلف نے اس مخطوطہ کا آغاز مندرجہ ذیل عبارت میں اس طرح کیا ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"حمد بیحد اور ثنای بیعد ذات پاک قدسی صفات کی اور ستایش
بیغایت اور نیایش بے نہایت ایزد بے مثال کی ایسی نہیں کہ
زبان انسان سے سلک تحریر اور تقریر میں آئے"(۱)

---

(۱) تاریخ روہیلہ، محمد حسن رضا خاں (قلمی نسخہ) ص ۲

مؤلف نے اس مخطوطے کا خاتمہ ان الفاظ میں اس طرح کیا ہے۔

خاتمہ

"نواب حشمت جنگ مسند ریاست اور نواب احمد یار خاں عہدۂ نیابت پر ممتاز ہیں۔ فقط تمام شد۔۔۔""(۱)

'تاریخ روہیلکھنڈ' (۲) از نواب نیاز احمد خاں ہوش

یہ کتاب ۱۸۶۶ء میں شائع ہوئی، جو ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نواب علی محمد خاں سے نواب یوسف علی خاں کے عہد تک کے مختصر حالات درج ہیں۔ ابتداء میں پانچ ورق قلمی ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں جو عنوانات قائم کئے ہیں۔ ذیل میں ان عنوانات کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

(۱) ذکرِ ریاست نواب علی خاں (ص ۴ تا ۱۷)

(۲) ذکرِ ریاست نواب سعد اللہ اور حافظ الملک کا (ص ۱۸ تا ۲۴)

(۳) ذکرِ ریاست نواب نجیب الدولہ کا (ص ۲۴ تا ۲۷)

(۴) باقی حال حافظ الملک کا (ص ۲۷ تا ۴۱)

(۵) ذکرِ اولاد حافظ رحمت خاں اور فیض اللہ اور کچھ حال نواب شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کا۔ (ص ۴۲ تا ۴۹)

(۶) ذکرِ رئیسان رامپور (ص ۴۹ تا ۵۵)

(۷) ذکرِ عملداری نواب وزیر لکھنؤ اور صاحبان عالیشان انگریز بہادر

---

(۱) تاریخ روہیلہ، محمد حسن رضا خاں (قلمی نسخہ)، ص ۸۸

(۲) یہ مخطوطہ رامپور رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۱۹) عہد نامہ منعقدہ فیما بین سرکار کمپنی و نواب وزیر الممالک معین الدولہ ناظم سعادت علی خاں بہادر جنگ در باب تفویض اون قطعات ملک کے جو نذرانہ سالانہ واجب الادا کے پیشگاہ نواب وزیر الممالک واسطے دوام و استمرار کے شامل ملک سرکار کمپنی کے کئے گئے۔ (ص ۹۹ تا ۱۰۱)

(۲۰) تفصیل قطعات ملک مع جمع (ص ۱۰۱ تا ۱۰۸)

(۲۱) ترجمہ عہد نامہ از جانب نواب یوسف علی خاں (ص ۱۰۸)

'تواریخ مظہری' [۱] از محمد مظہر حق ابن مفتی ظہور الحق

یہ کتاب کٹھیر کی تاریخ سے متعلق ہے۔ مؤلف نے اس مخطوطے کو تین ابواب میں منقسم کیا ہے۔ ذیل میں ان ابواب کی نمونۂ عبارت درج ہیں۔

نمونۂ عبارت

باب اوّل : باب اوّل چار فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل : پہلے پتے اور نشان قوم افغان اور ذکر

فصل دوم : ذکرِ حالات نواب علی محمد خاں

فصل سوم : ذکرِ نواب حافظ الملک بہادر میں

فصل چہارم : ذکرِ نواب دوندے خاں بہادر اور بخشی محمد سردار خاں اور محمد فتح خاں خانساماں میں

---

(۱) یہ مخطوطہ رامپور رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کا کیٹالاگ نمبر ۱۳۸ ہے۔ اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔ اس کا سن تالیف دیباچہ میں مذکور نہیں ہے۔

باب دوم : یہ باب بھی چار فصلوں پر مبنی ہے۔

فصل اوّل : ذکرِ نواب فیض اللہ خاں بہادر

فصل دوم : ذکر نواب محمد علی خاں بہادر اور نواب احمد علی خاں بہادر

فصل سوم : ذکر نواب نجیب الدولہ بہادر میں

فصل چہارم : ذکر میں رئیسان فرخ آباد کے

باب سوم تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل : ذکر میں نواب محمد سعید خاں بہادر جنّت آرام گاہ کے

فصل دوم : ذکر میں نواب محمد یوسف علی خاں بہادر فردوس مکاں کے

فصل سوم : ذکر میں نواب معلیٰ القاب خورشید کلب جناب نواب محمد کلب خاں، بہادر دام اقبال کے عنوان پر مشتمل ہے۔

فرخ آباد سے متعلق تاریخیں

'تواریخ ضلع فرخ آباد موسوم بہ فتح گڑھ نامہ' [1] از کالے رائے [2]

فرخ آباد پر لکھی جانے والی تاریخوں میں کالے رائے (ڈپٹی کلکٹر فرخ آباد) کی "تواریخ ضلع فرخ آباد موسوم بہ فتح گڑھ نامہ" اہم ترین مقامی تاریخ ہے، جو ۱۸۴۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ ۲۰۴ صفحات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب چار ابواب اور ۴۸ دفعات پر مشتمل ہے۔

---

(۱) یہ کتاب نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے، بقول مؤلف ماہ فروری ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۶ء کو ختم کیا۔

(۲) مؤلف اسی ضلع کا کلکٹر تھا، اس نے اپنے اثر ورسوخ ماخذ دستاویزات کا بہ چشم خود مطالعہ و مشاہدہ کر کے یہ کتاب لکھی۔

مؤلف نے ان ابواب کے جو عنوانات قائم کیے ہیں۔ ذیل میں ان عنوانات کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

باب اوّل : بیان حال کلیات ضلع کہ جس سی عام علاقہ وفایدہ ہے

باب دوم : در بیان حال عملدارے سابقہ وتسلط عملداری انگریزی

باب سوم : بیان حصہ جات ضلع یعنی پرگنجات وتصریح آبادی شہر وقصبہ ومواضع نامی ووجہ تسمیہ ودوری پانی چاہ آمد ہر قوم اور جو بات عجب ہر یک موضع میں ہی نقشجات ہر پرگنہ بقید حدود دیہ ورنگ ہر قوم زمیندار

باب چہارم : انتظام محکمات، ملازمان سرکاری ودیہی ودستور کاشت وحقوق مزارعان جو امر عجیب ضلع میں ہوا

پہلا باب فرخ آباد کے جغرافیائی حالات سے متعلق ہے۔ دوسرا باب عمل داران فرخ آباد کے ذکر پر مبنی ہے۔ اس باب میں ہندوا ور راٹھور عمل داروں کے علاوہ قنوج کے راجاؤں، نوابوں اور برطانوی عہد کے کلکٹروں کے حالات اوران کے عہد کی تاریخ درج کی گئی ہے۔ تیسرا باب فرخ آباد کے قصبات ومواضعات اور پرگنوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس ضمن میں پرگنوں وقصبات کی آبادی، رقبے نام اوران کی وجہ تسمیہ وغیرہ کی تفصیلات اوران کے نقشے درج ہیں۔ چوتھا باب فرخ آباد کے مختلف محکموں کے ذکر پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں سرکاری انتظامات کی تفصیل اور کاشت کاری کے مختلف طریقے اور ان کے انتظامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سیاسی، تہذیبی اور تمدنی تاریخ کے علاوہ جغرافیائی کوائف

اور معاشرتی احوال کا تذکرہ بھی درج ہے۔ نیز فرخ آباد کے مواضعات قصبات پرگنہ جات، رہن سہن، گفتگو، زبان، لباس وغیرہ کا تفصیل سے ذکر ہے۔ پرگنوں اور قصبات کے نقشے بھی دیئے گئے ہیں۔ مدارس اور اسکولوں کا بھی ذکر ہے۔

اس طرح "تواریخ فرخ آباد موسوم بہ فتح گڑھ نامہ" تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کا شمار ہندوستان کے شہروں اور قصبات پر لکھی گئیں اہم ترین مقامی تاریخوں کے زمرے میں کیا جاسکتا ہے۔

'تاریخ ضلع فرخ آباد' (۱) از دیبی پرشاد (۲)

"تاریخ ضلع فرخ آباد" ۱۸۵۹ء میں گورنمنٹ پریس الہ آباد سے شائع ہوئی، جو ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس میں جن پہلوؤں پر نظر ثانی کی ہے۔ اس میں حال تقسیم ضلع فرخ آباد، حال پرگنہ محمد آباد، حال پرگنہ بھوجپور، پرگنہ پہارہ، حال شہر فرخ آباد، حال پرگنہ شمسی آباد، تال گرام، سکت پور، پرگنہ قنوج، پرگنہ کمپل، پرگنہ شمسی آباد، پرگنہ پرم نگر وغیرہ پرگنوں کے انتظامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'خندۂ غدر یعنی تاریخ فرخ آباد' از نواب محمد واحد خاں

"خندۂ غدر یعنی فرخ آباد" ریاست فرخ آباد کے فرمانرواؤں کے ان تاریخی حالات وواقعات پر مشتمل ہے، جو ان کو انگریزوں کے خلاف مختلف اوقات میں ریاست کو آزاد کرانے کی خاطر درپیش آئے تھے۔ یہ ایک قلمی نسخہ ہے، جس کا سنِ تالیف ۱۸۶۳ء ہے اور سنِ کتابت ۱۸۷۴ء ہے، جو ۳۳۵ صفحات پر مبنی ہے۔ یہ مخطوطہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

---

(۱) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری

(۲) دیبی پرشاد ۱۸۴۸ء میں بمقام جے پور میں پیدا ہوئے، انہوں نے اجمیر میں پرورش پائی۔ اردو، فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد کے ساتھ صاحبزادہ عبدالکریم خاں خلف نواب امیر خاں بہادر بانی ریاست ٹونک کی سرکار سے وابستہ ہو گئے

'لوحِ تاریخ' از بخشی منور خاں

اس کتاب کا سن تالیف ۱۸۶۳ء ہے۔ اس کا ماخذ تاریخ فرخ آباد از مفتی ولی اللہ، خلاصہ بنگش اور ایک معمر شخص الہ داد خاں چیلہ کی زبانی روایات ہیں۔ اس کتاب میں دیباچہ کے علاوہ آٹھ حصے ہیں۔ حصۂ اوّل میں نواب محمد خاں غضنفر جنگ حصہ دوم، میں نواب قائم خاں، حصہ سوم میں نواب احمد خاں غالب جنگ، حصہ چہارم میں دلیر ہمت خاں مظفر جنگ، حصہ پنجم میں امداد حسین خاں اور ناصر جنگ، حصہ ششم نواب خادم حسین خاں شوکت جنگ، حصہ ہفتم میں تجمل حسین خاں ظفر جنگ کے حالات درج ہیں۔ کتاب کے آخری حصے ہشتم میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں منور علی خاں کے اور دوسرے باب میں بہادر علی کے حالات درج ہیں۔

بدایوں سے متعلق تاریخیں

'کنز التاریخ' (۱) از محمد مولوی رضی الدین

یہ کتاب ۱۹۰۷ء میں بدایوں سے شائع ہوئی، جو بدایوں کی تاریخ اور جغرافیائی حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے انگریزی، عربی اور فارسی کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تاریخوں، گزیٹر، سفر ناموں، تذکروں، بدایوں، بریلی اور شاہجہاں پور کے قدیم کتبہ جات، محکمہ آثارِ قدیمہ سے وابستہ افراد کی تحقیقات، فرامین شہنشاہانِ ہند سے استفادہ کیا ہے۔ (۲)

یہ کتاب ۱۴ ابواب پر منقسم ہے۔ باب اوّل دس فصلوں پر مشتمل ہے۔ ان فصلوں کے تحت فصل اوّل تا چہارم میں بدایوں کے جغرافیہ کا حال بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں آب وہوا، دریا، معدنیات، ریلوے، پرگنہ جات کا تغیر وتبدل، حدودِ ضلع حدود

---

(۱) یہ کتاب ۱۹۰۲ء میں مکمل ہوئی، جو رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی تقطیع ۲۲×۲۶، اور اس کتاب کی ضخامت ۴۱۲ صفحات ہیں،

(۲) مؤلف نے ان ماخذ کی فہرست صفحہ ۲ پر دی ہے۔

سماعت مقدمات دیوانی کے تغیر وتبدل کا حال درج ہے۔ فصل پنجم تا دہم میں بدایوں کی وجہ تسمیہ، شہری آبادی کی ابتداء، قدیم عمارتوں کا ذکر معہ ان کے کتبوں کی عبارت، کل مساجد اور منادر کی فہرست، ضلع کے قصبہ جات کی اجمالی تاریخ، مشہور عمارتیں اور اس قصبہ کی موجودہ صورتِ حال، حالاتِ بندوبست مال گزاری، (۱۸۰۲ء تا ۱۸۹۵ء) تک مردم شماری، ضلع بدایوں کی صنعت وحرفت اور تجارت، ان تمام پہلوؤں پر تاریخی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس باب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں نقشے جو چارٹ کی صورت میں تیار کئے گئے ہیں۔ یہ پرگنہ جات کے رقبہ وآمدنی، بندوبست، مال گزاری (بہ عہد اکبر تا انگریز سرکار ۱۸۹۵ء) انتقالاتِ آراضی (۱۸۶۵ء۔۱۸۹۵ء)، زمینداری ضلع بدایوں مع تفصیل قوم وتعداد آراضی (۱۸۶۵ء۔۱۸۹۵ء)، نقشہ رپورٹ بندوبست حال (بابت رقبہ۔ مردم شماری ۱۸۹۵ء) سے متعلق ہیں۔ مردم شماری سے متعلق جو فصل ہے وہ کئی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں علیحدہ علیحدہ گیارہ نقشوں کی صورت میں مردم شماری کی جزوی تفصیل دی ہے، جس کے کالموں میں کمی وبیشی، زمینداری، پیشہ وغیرہ بھی درج ہے۔

بدایوں کی وجہ تسمیہ پر کافی بحث کی گئی ہے۔ شہر کی ابتدائی آبادی کا پرانے کتبوں، تاریخوں اور بعض دستاویزات کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں منوشاستر اور جارج گبن کے بعض اقوال کو دلائل کے طور پر استعمال کرتے ہوئے، بھرت کھنڈ میں پانچال کی تلاش کی ہے اور پانچال میں بدایوں کو دکھایا ہے۔ اس ضمن میں بدایوں کی قدیم عمارتوں کا تعارف بھی کرایا گیا ہے اور ان پر جو کتبے لگے ہیں ان سے ان کے زمانہ کا تعین کرتے ہوئے مع متن اور کہیں مع ترجمہ ان کو نقل کر دیا گیا ہے۔ یہ حصہ آثار قدیمہ کے نقطۂ نظر سے اہمیت کا حامل ہے۔

باب دوم اہل ہنود حکمراں کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ باب راجہ بکر ماجیت

والی اُجین کے عہد سے ہرش وردھن کے عہد تک مبنی ہے۔اس باب میں زیادہ تر حالات مختلف کتبوں سے اخذ کئے گئے ہیں۔

تیسرا باب فرمانروایان اسلام کے عہد سے متعلق ہے، جس کی ابتداء ۱۳ویں صدی عیسوی سے یعنی (۱۲۰۶ء۔ ۱۲۹۰ء) سے کی گئی ہے۔غلام خاندان کے بعد سلطنتِ ہند خلجی، تغلق، سیّد، لودھی، مغلیہ وغیرہ مختلف خاندانوں میں رہی ان سب کی طرف سے جو گورنر بدایوں کے لیے وقتاً فوقتاً مقرر ہوتے رہے ان کا ذکر ہے۔ چنانچہ غلام سلطنت سے عہد جہانگیر تک ۳۱ ناظموں کے احوال تلاش و تحقیق سے بہ قید سنہ و تاریخ لکھے ہیں۔بدایوں کا پہلا ناظم قطب الدین ایبک اور آخری فیروز خاں فاروقی کو قرار دیا ہے۔عہد شاہ جہانی میں بدایوں کے بجائے صدر مقام بریلی قرار دیا گیا، بقول مصنف اورنگ زیب کے عہد حکومت میں اضلاع کی نئی تبدیلی ہوئی اور بدایوں چکلہ دار بریلی کے ماتحت آگیا۔اورنگ زیب کی وفات کے بعد روہیلوں کا عروج ہوا تو بدایوں ان کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔

باب چہارم: عہد انگلشیہ سے متعلق ہے، جو ۱۸۰۲ء سے تکمیل تاریخ ۱۹۰۲ء پر محیط ہے۔اس باب میں انگریزوں کی انتظامی حالت، واقعہ غدر ۱۸۵۷ء، بدایوں بعد غدر ۱۸۵۷ء، محرم اور دسہرے سے متعلق مسلم اور اہلِ ہنود کے درمیان افتراق اور انگریزوں کلکٹروں کا اس سلسلہ میں قابلِ قدر فیصلہ وغیرہ پہلوؤں کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔غدر ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مؤلف نے خاص بدایوں میں اس کے اثرات ونتائج کا جائزہ لیا ہے۔جنگ کے اختتام پر جو لوگ سزایاب ہوئے۔جن کی آراضیاں ضبط ہوئیں یا جو قابل حرجانہ قرار دیئے گئے ان کے نام اور سزا کی کیفیت کو چارٹ کی شکل میں پیش کیا ہے۔اسی طرح انگریز کلکٹروں کی بھی چارٹ کی صورت میں ایک طویل فہرست دی ہے۔اور ان کے انتظامی امور کا ذکر کیا ہے۔

تاریخ کے آخر میں تمہ کے تحت ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۷ء کے اہم حالات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ضمیمہ کے طور پر دو بڑے نقشے[1] شامل کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بدایوں کی مستند اور جامع تاریخ ہے۔ مؤلف نے بدایوں کے عمومی تاریخ سے قطع نظر بہت سی اضافی معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات زیادہ تر مؤلف کے ذاتی مشاہدات پر مبنی ہیں اس لیے اس دور کے معاصر مآخذ کے طور پر اس تاریخ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

مرادآباد سے متعلق تاریخیں

'احسن التواریخ سنبھل مع مرادآباد'[2] از حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی

غلام احمد شوق فریدی کی تالیف "احسن التواریخ سنبھل مع تاریخ مرادآباد" ۱۹۳۶ء میں مرادآباد سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے قدیم زمانہ کے نوشتے، اسناد شاہی کاغذات، فرامین، مضمون مرسلہ و دیگر مستند ماخذوں سے استفادہ کیا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل چار ابواب پر مبنی ہے۔ باب اوّل کا عنوان "قدیم شہر سنبھل کے بیان میں" ہے، باب دوم سنبھل کے آثارِ قدیمہ سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں سنبھل کی آب و ہوا سرکاری مدارس، سنبھل میں ہندو مسلم کی آبادی اور ان کے مخصوص تہواروں کا ذکر ہے۔ ضلع مراد آباد سنبھل کے مختصر حالات، مرادآباد ڈسٹرکٹ گزٹ، مطبوعہ ۱۵/ جولائی ۱۹۱۵ء سے ماخوذ ہیں۔

تیسرے باب میں راجہ پرتھی راج اور سنبھل کے بعض حالات کا تذکرہ "اخبار الصنادید" سے ماخوذ ہے، چوتھے باب میں حضرت سپہ سالار مسعود غازیؒ کا ذکر تاریخ مراۃ آفتاب نما اور مراۃ سکندری سے ماخوذ ہے۔

---

(۱) ایک نقشہ سرکار بدایوں کا بعہد جلال الدین محمد اکبر کا شامل ہے، یہ گویا تمام روہیلکھنڈ کا نقشہ ہے جس میں عہد اکبری کے پرگنہ جات اور حال کے اضلاع شاہجہاں پور، بریلی، بدایوں وغیرہ قصبات دکھائے گئے ہیں، دوسرا نقشہ ضلع بدایوں (۱۹۰۷ء) کا ہے، جس میں ضلع کے حدود، تحصیلیں اور پرگنے دکھائے گئے ہیں۔

(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

دوسری جلد میں ابتدائے سلطنت اسلام تا انتہائے سلطنت مغلیہ معہ قلمی زور آزمائے عباسی والی ایران وسلطان اورنگ زیب عالمگیر دربارہ صوبہ قندھار و تاریخ سکھان اور ان کے مظالم سے متعلق سنبھل و بعض مقامات ہند کا تذکرہ درج ہے۔

تیسری جلد میں متعلقات و مضافات سنبھل مثل سرسی و موضع فیروز پور معہ ذکر قلعہ سیّد فیروز و حالات ریاست رامپور اور تاریخ مراد آباد جس کے ضلع میں آج سنبھل ہے۔

چوتھی جلد میں موجودہ سنبھل کا تفصیلی ذکر اور قابل الذکر واقعات درج ہیں۔

اس کے بعد اس میں مؤرخ یعنی غلام احمد شوق فریدی کا نسب نامہ بھی درج ہے۔

ریاست رامپور سے متعلق تاریخیں

'مستغنی التواریخ' (۱) از علی نقی المشہور بہ آغا غنی

یہ مخطوطہ ریاست رامپور کی تاریخ سے متعلق ہے، جو ۱۲۹ صفحات اور ۹ سطور پر مشتمل ہے اس میں سن تالیف مذکور نہیں ہے۔ (۲) اس نسخہ کا آغاز مؤلف نے حسب ذیل عبارت میں اس طرح کیا ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"اللہ اللہ کیا سلطنت اور کیا سلطان حقیقی ہے جس نے ایک دو ورقہ کائنات میں اوس انتظام کو تمام کر دیا جس کے نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے" (۳)

---

(۱) یہ مخطوطہ رامپور رضا لائبریری میں محفوظ ہے، اس کا کیٹلاگ نمبر ۱۳۹ ہے، اس میں املا کی غلطیاں موجود ہیں، شروع کے ورق پر امیر مینائی کے قلم کی ترمیم پائی جاتی ہے۔ اس مخطوطے کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۲) لیکن دیباچہ میں نمبر ز بید وواقع مکہ معظمہ کی مرمت کے لیے لاکھ روپے بھیجنے کا حکم ہے۔ اس رقم کی آخری قسط ۱۹ جولائی ۱۸۸۴ء کو روانہ کی گئی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کار تالیف اس تاریخ کے بعد شروع ہوا

(۳) مستغنی التواریخ، علی نقی المشہور بہ آغا غنی (قلمی نسخہ) ص ۱

مؤلف نے اس میں جن عنوانات کو قائم کیا ہے ان عنوانات کی نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

(۱) احوال آبادی کٹھیر و اجتماع افاغنہ

(۲) احوال شاہ عالم خاں پدر سردار داود خاں

(۳) احوال ترقی دولت اعلیٰ حضرت جناب نواب علی محمد خاں بہادر مرحوم

(۴) شکست کھانا اور قتل ہونا سیف الدین علی خاں کا

(۵) عمدۃ الملک کا نواب موید من اللہ پر راجہ ہرنندن سنگھ کو بحیلۂ نظارت کٹھیر بھیجنا

(۶) نواب موید من اللہ کا راجہ کمایوں سے سردار داود خاں کا انتقام لینا

(۷) محمد شاہ بادشاہ کا بارادۂ جنگ کٹھیر میں تشریف لانا

(۸) آغاز جنگ نواب موید من اللہ سرکشان سرہند سے

(۹) شاہ ابدالی کا ہندوستان پر آنا اور نواب قمر الدین خاں کا مارا جانا

(۱۰) محمد شاہ بادشاہ کا بعارضۂ فتق انتقال کرنا

(۱۱) نواب موید من اللہ کا وفات پانا

(۱۲) نواب محمد سعد اللہ خاں بہادر کا مسند نشین ہونا

(۱۳) قائم جنگ کا نواب سعد اللہ خاں سے لڑنا اور مارا جانا

(۱۴) صفدر جنگ کا ضبطی اموال قائم جنگ کو بحکم سلطان فرخ آباد میں آنا

(۱۵) احمد خاں بنگش کا فرخ آباد میں آنا اور راجہ نول رای کا مارا جانا

(۱۶) صفدر جنگ کا احمد خاں کی سرکشی سے برہم ہونا اور مقابلہ کو آنا

(۱۷) صفدر جنگ کا دوبارہ احمد خاں بنگش پر فوج کشی کرنا اور نواب محمد سعد اللہ کا شریک بنگش ہونا

(۱۸) نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب بہادر اور نواب محمد فیض اللہ خاں صاحب بہادر کا کابل سے کٹھیر میں معاردت فرمانا

(۱۹) نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب بہادر کا نا اتفاقی کرنا اور نواب محمد فیض اللہ خاں صاحب کا علیحدہ ہونا

(۲۰) ارکانِ دولت کا خودسری کرنا اور ملک باہم دگر بانٹ لینا

(۲۱) بباعث ضعف سلطنت دہلی واقعات عجیبہ کا پیش آنا اور اکثر باغیوں کا سر اوٹھانا

(۲۲) دکھنی باغیوں کا نواب نجیب الدولہ پر یورش کرنا

(۲۳) نواب شجاع الدولہ بہادر اور احمد خاں بنگش میں خصومت ہونا، اور نواب محمد

(۲۴) سعد اللہ خاں بہادر کا رحلت فرمانا

(۲۵) مختلف حالات عہدِ نواب محمد سعد اللہ خاں صاحب بہادر مرحوم و ذکر ارباب کال، آں عصر

(۲۶) دوندے خاں کا قنوج میں نواب شجاع الدولہ سے مل کر خلعت پانا اور احمد خاں بنگش کا عفو تقصیر ہونا

(۲۷) بکسر پر نواب شجاع الدولہ بہادر کا شکست کھانا

اس طرح یہ نسخہ بکسر کی لڑائی پر ختم ہو جاتا ہے۔ جہاں تک مذکورہ بالا اس مخطوطے کی عبارت کا تعلق ہے تو اس کے املا میں کافی غلطیاں موجود ہیں۔

'وقائع دلپذیر' (۱) از علی اصغر آزاد چشتی

یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ریاست رامپور کے مستند تاریخی حالات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں شجرۂ مشمرہ ہے۔ اس کے بعد دیباچہ ہے۔ شروع میں جغرافیائی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف ناموران ریاست رامپور کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے بلکہ اس میں ریاست کے اراکین کے حالات بھی درج ہیں۔ مؤلف نے اس کتاب میں حسبِ ذیل عنوانات قائم کئے ہیں۔

سردار علی محمد خاں بہادر، نواب فیض اللہ خاں بہادر، نواب محمد علی خاں بہادر، نواب غلام محمد خاں بہادر، نواب احمد علی خاں بہادر، نواب محمد سعید خاں بہادر، نواب یوسف علی خاں بہادر فردوس منزل، نواب محمد کلب علی خان بہادر خلد آشیاں، نواب محمد مشتاق علی خاں بہادر، جنرل عظیم الدین خاں بہادر، حامد علی خاں بہادر فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ فرمانروائے رامپور خلد اللہ ملکہ وغیرہ نوابین کے عہد کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے ۱۲۲ صفحات ہیں۔

'اخبار الصنادید' (۲) از نجم الغنی خاں رامپوری

یہ کتاب ۱۹۱۸ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو علاقہ روہیلکھنڈ بالخصوص ریاست رامپور کے پٹھانوں کی مستند اور جامع تاریخ ہے۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، تین حصّوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں فنِ تاریخ کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد پہلے حصّے میں افغان قوم کی تحقیقات کی ہے۔ اور روہیلکھنڈ میں روہیلوں کا جماؤ اور ان کی حکومت قائم ہونے کے وقت سے نواب سیّد فیض اللہ خاں کے عہد تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: رامپور رضا لائبریری

(۲) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

دوسرے حصّے میں نواب علی خاں سیّد فیض اللہ خاں کے عہد سے نواب مشتاق علی خاں کے عہد کے واقعات درج ہیں۔ تیسرے حصّے میں نواب سیّد حامد علی خاں کی تخت نشینی سے لے کر سنِ تصنیف تک کے واقعات درج ہیں۔ کتاب کے خاتمہ میں رامپور کے جغرافیائی حالات اور پٹھانوں کے تمدن و معاشرت پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

'مختصر تاریخ ریاستِ رامپور' (۱) از فیروز الدین (۲)

رامپور سے متعلق تاریخوں میں یہ کتاب اہم ترین ماخذ ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں جن موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں روہیلکھنڈ کی وجہ تسمیہ، سردار داؤد خاں کا ہندوستان میں آنا، رامپور کے روساء کا شجرۂ نسب نامہ، نواب علی محمد خاں کی فتوحات، نواب سعد اللہ خاں کی مسند نشینی اور حافظ رحمت خاں کی نیابت، نواب فیض اللہ خاں کی حکومت کی قائمی، نواب غلام محمد خاں کی مسند نشینی، بعض اضلاع اودھ اور روہیلکھنڈ کا انگریزوں کے ہاتھ آنا اور ریاست رامپور کا انگریزوں سے تعلق قائم ہونا، نواب محمد سعید خاں کی مسند نشینی، نواب یوسف علی خاں کی مسند نشینی، غدر ۱۸۵۷ء میں نواب یوسف علی خاں کی خدمات، نواب کلب علی خاں کی مسند نشینی، نواب مشتاق علی خاں بہادر کی مسند نشینی اور نواب حامد علی خاں بہادر کی مسند نشینی وغیرہ نوابین کے عہد پر تفصیل سے نظر ثانی کی گئی ہے۔

'حقیقت رامپور' (۳) از مولوی محمد اکرام عالم

یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں بدایوں سے شائع ہوئی، جو ریاستِ رامپور کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں رامپور کے ان سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی ترقیات کا ذکر ہے، جو موجودہ فرمانروا کے وسیع النظر عہد میں ہوئیں، یہ کتاب نو ابواب اور ۱۹۸ صفحات پر مبنی ہے۔

---

(۱) مملوکہ رامپور رضا لائبریری

(۲) ان کی اہم ترین تصانیف کے نام: یادگار سعدی، تاریخ پنجاب، تاریخ تخت و تاج ہند ہیں۔

(۳) مملوکہ باذرنگ لائبریری

کتاب کے آخر میں تین ضمیمے درج ہیں۔ ضمیمہ اوّل کا عنوان "فہرست اشخاص بیرونی جنہوں نے ریاست رامپور میں خدمات انجام دیں" ضمیمہ دوم کا عنوان "فہرستِ موجودہ ملازمان شعیہ "اور ضمیمہ سوم کا عنوان "مقتدر حضرات کی رائے کتاب ہذا کے متعلق" ہے۔

امروہہ سے متعلق تاریخیں

'تاریخ واسطیہ' (۱) از رحیم بخش

یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی، جو ۵۸۰ صفحات اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک باب کئی فصلوں پر مبنی ہے، جس میں امروہہ کے سادات فاطمی کے چند خاندانوں بالخصوص اولاد حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ اور قاضی زادگان کے تذکرے درج ہیں۔ یہ خاندانی تذکرے زیادہ تر روایتوں پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے دستاویزات، شجرات اور فرامین سے استفادہ کیا ہے۔ اس طرح امروہہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں یہ تاریخ اہم ترین ماخذ ہے۔

'تاریخ امروہہ' (۲) از محمود احمد عباسی

امروہہ سے متعلق تاریخوں میں محمود احمد عباسی کی" تاریخ امروہہ "اہم ترین علاقائی تاریخ ہے، جو دستاویزات، فرامین و شجرات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں منقسم ہے۔ ان کے نام بالترتیب: تاریخ امروہہ، تذکرۃ الکرام، تحقیق الانساب ہیں۔

'تاریخ امروہہ' (حصہ اوّل)

تاریخ امروہہ (حصہ اوّل) ۱۹۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوا، جو ۳۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس حصے کی تصنیف وتالیف میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی ماخذات کے علاوہ انساب، سفرناموں، لغات، تذکرے و دیگر ماخذات سے

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری۔

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری۔

استفادہ کیا ہے۔اس کتاب کی اسلوبی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فضول کی طوالت نہیں ہے بلکہ مختصر نویسی ہے۔

مؤلف نے اس حصّے کو ایک مربوط و مسلسل کتاب کے طور پر نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے مختلف خاندانوں، افراد کے حالات اور دیگر تاریخی واقعات کو الگ الگ تحریر کیا ہے۔مقدمہ کے آغاز میں مولوی محب علی خاں عباسی کی آئینہ عباسی، سیّد اصغر حسین نقوی کی "تاریخ اصغری" اور تاریخ واسطیہ جیسی قدیم کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔

مقدمہ کے بعد قدیم بستی، وہاں کے قدیم خاندانوں اور عام باشندگان شہر کے حالات گزیٹر کے طرز پر مرتب کئے گئے ہیں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی بعض قوموں کے نسب پر بھی تاریخ اور علمِ انساب کی روشنی اجمالی بحث کی گئی ہے۔اس بحث کا تعلق بھی صرف تاریخی مسائل سے ہے۔

اس کے علاوہ عرب نژادگی کے عنوان سے نژاد مسلم پیشہ ور اقوام پر مجمل بحث کی گئی ہے۔مؤلف نے سنّیوں اور شعیوں کے اقاف بڑی شرح وبسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔اس ضمن میں اقاف کی باقاعدہ جدول دی ہوئی ہے۔اس جدول میں نام واقف، کب وقف کیا، تفصیل جائیداد موقوفہ، سالانہ آمدنی، نام متولی، اغراض وقف درج ہیں۔

مراثیوں، قصائیوں اور جولاہوں کے اوعائے قریشت وانصاریت کی مسکت دلائل سے پرزور تردید کی گئی ہے۔علاوہ ازیں عمارات کے عکسی اور ہاف ٹون تصاویر نیز فرامین ودستاویزات کے عکس بھی منسلک ہیں۔

اس کتاب کا وہ حصّہ قابل مطالعہ ہے جس میں اسماء خادِمانِ شرع شریف (قاضیاں) امروہہ کی فہرست درج کی ہے۔اس فہرست میں قاضیاں کا نام، ولدیت، بادشاہِ وقت، سند تقرر کیفیت لکھی ہے۔

اس حصّے میں اکبری عہد کے امروہہ کے منصب داروں کے کچھ خاندانوں کا

بھی تذکرہ ملتا ہے۔ان میں خاندان سیّد محمد میر عدل ،خاندانِ سیّد مبارک ،خاندانِ قاضی سیّد امیر علی ،خاندان قاضی زادگان ،خاندانِ پیرزادگان ،خاندانِ عباسی ، خاندان کمبوہ،وغیرہ خاندانوں کا حوالہ ملتا ہے۔

مؤلف نے ان خاندانوں کو ملنے والے منصب کے بارے میں اوراس سے متعلق دستاویزات کی نقل پیش کی ہے۔مثال کے طور پر سیّد محمد میر عدل اوران کے بھائی سیّد مبارک کی اولاد کو اکبر کے عہد میں حق زمینداری خالصہ وآبادی شہر کا حاصل تھا۔ محمود احمد عباسی نے اس بات کی تصدیق نواب دوندے خاں کی پروانے سے کی ہے۔ ذیل میں اس پروانے کی نقل درج ہے۔

نــــقــــل

"پروانہ بمہر خاں صاحب دوندے خاں بہادر" آنکہ متصدیان مہامات حال واستقبال قصبۂ امروہہ سرکار سنبھل مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد انند چوں ارث زمینداری خالصہ وآبادی شہر بہ نبائران میر سیّد محمد (میر عدل) ومیر سیّد مبارک مغفور ومبر وراست وہمیشہ بہ امور متعلقہ۔۔۔۔مداخلت نشدٗ مغرالیہما قایم و مستحکم ماندہ، گاہے غیردخیل نشدہ حالاہم بدستورقدیم تعلقات زمینداری مغرالیہما بحال ومسلّم داشتہ باید کہ از فیمابین بحصہ نصفانصف خوہا در ترکہ وراثت دخیل بودہ بہرچہ از محصول وابواب زمینداری حاصل شود موافق حصہ مسطور مید ہانیدہ باشند احدے درامور بمتعلقہ مشارالیہما تعرض بیجا نرساند وسند مجدد ونطلبند ودریں باب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔

تحریر فی التاریخ بازدہم شعبان ۲ جلوس عالمگیر ثانی"(۱)

---

(۱) تاریخ امروہہ،(جلد اوّل) محمود احمد عباسی،(ص ۳۱۳ تا ۳۱۴)

اس کے علاوہ محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ سادات فاطمی کے صحیح النسب خاندان جو اولیاء و مشائخ کے احفاد تھے ۔ عام طور پر شیخ و پیر زادہ کے تعظیمی القاب سے معروف وملقب تھے ۔ مؤلف کا یہ کہنا ہے کہ امروہہ میں ایسا خاندان حضرات پیر زادگان کا ہے ۔ اس خاندان کے بارے میں ذیل کی عبارت میں اس طرح لکھا ہے ۔

> "موخر الذکر خاندانوں میں سب سے بڑا خاندان حضرت پیر زادگان اولاد قدوۃ العارفین حضرت شاہ ابّن بدر چشتی قدس سرہ العزیز کا ہے ۔ یہ حضرات اپنے کو فاطمی النسب ، کرمانی الاصل سیّد کہتے ہیں اور اپنا سلسلۂ نسب حضرت امام علی الرضاؓ تک پہنچاتے ہیں ۔ حضرت شاہ ابّن اور آپ کی اکابر اولاد کے جو تذکرے اور حالات مختلف کتب تاریخ اور مشائخ کے تذکروں میں ملتے ہیں ۔ ان میں ان حضرات کے ناموں کے ساتھ عموماً شیخ پایا جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ ابتداً یہ تمام حضرات بھی تقریباً دو صدی تک اپنے ناموں کے ساتھ بالعموم لفظ شیخ کا اور بعد میں پیر لفظ کا بذات خود استعمال کرتے رہے ۔ بعض فرامینِ منصب "قوم شیخزادہ چشتی" بھی تحریر ہے ۔ لیکن برخلاف اس کے ملاّ عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ نے حضرت شاہ ابّن کے تذکرے میں سیّد مشار "الیہ" تحریر کیا ہے ۔ اس کتاب کے ایک قلمی نسخہ میں سیّد ابّن بھی تحریر ہے ۔ نیز ایک قدیم پروانہ کی نقل میں اس خاندان کے ایک بزرگ کے ساتھ لفظ سیّد کا بھی اطلاق کیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں یہ بھی امر واقعہ ہے کہ سلسلۂ طریقت و مشیخت چند صدیوں تک اس خاندان میں متوارث رہا ۔ اس بنا پر ناموں کے ساتھ محض لفظ شیخ کا استعمال ، اگر اس کے خلاف دوسرے شواہد موجود نہ ہوں ، منافی و قادح سیادت و فاطمیت نہیں ہو سکتا" (۱)

---

(۱) تاریخ امروہہ ، (جلد [illegible]) [illegible] عباسی ، ص ۱۸۵ تا ۱۸۶

اس کتاب میں امروہہ میں پائے جانے والے مزارات ودرگاہوں، خانقاؤں اور مقبروں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مقبروں ودرگاہوں اور مزارات کی بھی تصاویر بھی منسلک ہیں۔ مزارات ودرگاہوں میں درگاہ حاجی سلیمان وحاجی عبداللہ، مرزا سیّد نظام گنج زواں، درگاہ شاہ اغرالدین سہروردیؒ، مزار حاجی حرمین سہروردیؒ، مرزا عارف باللہ حضرت شاہ شکراللہ قادریؒ، روضۂ منورہ حضرت شاہ ابّن بدر چشتیؒ، مزار شیخ چاہن فاروقیؒ، مزار شیخ پیرکؒ، مزار شاہ ضیف اللہ کاظمیؒ، مزار شاہ پیر بخشؒ، مزار سیّد عبدالغنیؒ، روضۂ حافظ عباس علی خاںؒ وغیرہ کی درگاہوں اور مزارات کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔

خانقاؤں میں خانقاہِ حضرت شاہ ولایتؒ، خانقاہ شاہ نصیرالدینؒ، خانقاہ عارف باللہؒ حضرت شاہ شکراللہ قادریؒ، خانقاہ حضرت شاہ ابّنؒ، خانقاہِ حضرت شاہ محمدی فیاض جعفریؒ وغیرہ کی خانقاہوں کا ذکر کیا ہے۔

مقبروں میں مقبرہ قطب الدین خاں، مقبرہ درویش علی خاں، مقبرہ سیّداللہ خاں عرف میر کلّو کا ذکر کیا ہے۔

محمود احمد عباسی نے امروہہ میں پائے جانے والی متفرق عمارات کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان عمارات میں دروازۂ گھیر مناف، مرادآبادی دروازہ، قلعہ معمرہ سیّد عبدالماجد، عیدگاہ وغیرہ عمارات کا ذکر شامل ہے۔

اس کتاب میں مسلمانوں کے میلے اور تہواروں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے میلے اور تہواروں میں سلونو، رام ڈول، دسہرہ، دیوالی، ہولی وغیرہ تہواروں کا ذکر ملتا ہے۔

مسلمانوں کے میلے اور تہواروں میں گیارہویں، غازی میاں کے نیزے، شاہ مدار کی بیرق، عرس حضرت شاہ ولایت، عرس حضرت شاہ الہادیؒ، عرس حضرت شاہ ابّنؒ، شب برات، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، عشرہ محرم، چہلم وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

گیارہویں کے بارے میں مؤلف نے ذیل کی عبارت میں اس طرح لکھا
ہے۔

"گیارہویں یعنی عرس حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی گیارہویں ربیع الثانی کو محلہ چلہ میں دھوم دھام سے ہوتا ہے۔امروہہ میں اس عرس کو ابتداً شیخ جان محمد نے تقریباً ۱۰۴۰ھ میں شروع کیا تھا"(۱)

محمود احمد عباسی نے امروہہ کی معافیات کے بارے میں مسٹر نیول، آئی۔ سی۔ ایس مؤلف مراد آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر اور "تاریخ اصغری" کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ معافیات کی ابتداء کب سے ہوئی۔اس بارے میں "تاریخ فیروز شاہی" کے حوالے سے مؤلف نے لکھا ہے کہ

"ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قایم ہونے کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی سے علماء و مشائخ سادات و شرفاء کے خاندان کی پرورش کے لیے وظائف و مدد معاش میں حسب حیثیت املاک و اراضیات معافی عطا ہونے لگی تھیں۔امروہہ میں حضرت شاہ ولایت قدس سرہ کی تشریف آوری کے بہت پہلے سے جو خاندان علماء و مشائخ و سادات و شرفاء کے موجود تھے ان کو املاک و معافیات دی گئی تھیں مثلاً اولاد نظام گنج زواں قدس سرہ، اولاد قاضی نظام الدین قریشی وغیرہ کو املاک معافیات عطا ہوتی تھیں۔سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد حکومت میں البتہ بہت سی معافیات ضبط ہو کر خالصہ میں شامل ہوگئیں تھیں"(۲)

---

(۱) تاریخ امروہہ، (جلد اوّل) محمود احمد عباسی، ص ۳۷۹

(۲) تاریخ امروہہ، (جلد اوّل) محمود احمد عباسی، ص ۲۹۶

اس کتاب میں امروہہ کے قریشیوں ،صدیقیوں ،فاروقیوں اور عثمانی خاندانوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔مؤلف نے قریشیوں کے مرتبے کی فضیلت کو حضرت ﷺ کے ارشاد سے وضاحت کی ہے۔

محمود احمد عباسی نے صدیقیوں کے قدیم خاندانوں میں خاندان ساکناں محلہ قریشی کا ذکر کیا ہے جو کہ امروہہ کے صدیقیوں میں سب سے قدیم خاندان مانا جاتا ہے۔شیخ معین الدین نا گوریؒ کے خاندان کو صدیقیوں کا دوسرا قدیم خاندان بتایا ہے۔ان خاندانوں کے علاوہ مؤلف نے صدیقیوں کے شیخ برہان الدین شہید ساکناں محلّہ صدو کہ شیخ عبدالحکیم بن شیخ سعد اللہ کا خاندان بتایا ہے۔

شیخ عبدالحکیم بن شیخ سعد اللہ کے خاندان کے نسب کا حوالہ مؤلف نے " آئینہ عباسی " سے دیا ہے۔

فاروقیوں میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ قدس سرہ ساکناں محلّہ شیخ زادگان (جھنڈا شہید) کا سب سے قدیم خاندان بتایا ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے ملقب بہ وکیلان خاندان کا بھی ذکر کیا ہے۔

مؤلف نے امروہہ کے عجمی النسل ،ہندی الاصل خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔عجمی النسل میں مغل، پٹھان اور قزلباشوں کے خاندان کا حوالہ دیا ہے۔مغلوں میں مرزا مقصود علی و مرزا ضیاء الدین کے خاندان کا ذکر کیا ہے۔

پٹھانوں کے بارے میں مؤلف نے ذیل کی عبارت میں اس طرح لکھا ہے

> "امروہہ میں ایسے بہت سے خاندان ہیں، جو اپنے ناموں کے ساتھ "خان" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، لیکن نسبتاً نہ وہ افغان ہیں اور نہ مغل، ان میں سے بعض سادات اور خاندان کمبوہ وکلال کے اشخاص ہیں جن کے بزرگوں کو عہد شاہی میں "خان" کا خطاب ملا تھا، ان کی اولاد اب تک اس خاندانی خصوصیت کے اظہار کی غرض سے "خان" کا لفظ اپنے ناموں کے ساتھ استعمال کرتی ہے"۔(۱)

---

(۱) تاریخ امروہہ، (جلد اول) محمود احمد عباسی، ص ۱۹۵ تا ۱۹۶

عماد السعادت کے حوالے سے قزلباش کے مذہب اور کس طرح ان کو ایران میں سکونت پذیر ہونا پڑا۔ محمود احمد عباسی کا اس بارے میں کہنا ہے کہ

"قزلباش نسباً ترک ہیں۔ جب امیر تیمور صاحب قراں نے فتح روم کیا تو اس وقت گرفتار کر کے ایران لے گیا تھا۔ حضرت شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلی قدس سرہ کے نبیرہ خواجہ علی کی سفارش پر یہ لوگ آزاد ہو گئے اور ایران ہی میں رہنے لگے"(۱)

ہندی الاصل میں انہوں نے دو گروہ کا ذکر کیا ہے۔ ایک شرفاء کا اور دوسرا پیشہ وروں کا حوالہ دیا ہے۔

امروہہ کی مصنوعات میں مٹی کے برتن، بقچہ کے پلنگ، رتھ اور بہلی، ڈھولک اور پیتاں، قالین سازی، امروہہ کی کشتی نما ٹوپیوں کا ذکر کیا ہے۔ محمود احمد عباسی نے سفرنامہ مولوی سمیع اللہ خاں مرحوم کے حوالے سے مٹی کے برتن بنانے والی صنعت کے بارے میں ذیل کی عبارت میں اس طرح لکھا ہے۔

"تقریباً ستر اسی برس پیشتر تک امروہہ کی یہ صنعت خوب رونق پر تھی۔ مٹی کے برتن تحفۃً دور دور بھیجے جاتے تھے حتیٰ کہ خدیو مصر کے محل میں بھی امروہہ کے ان برتنوں کو جگہ دی گئی تھی"(۲)

مؤلف نے نہ صرف امروہہ کی مصنوعات کا ذکر کیا ہے بلکہ امروہہ کے باشندوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں وہاں کے ہندو باشندوں میں چھ مختلف قوموں یعنی برہمن، ویش، کھتری، جاٹ، کائستھ، شودر، کا ذکر ملتا ہے۔

---

(۱) تاریخ امروہہ (جلد اوّل) ص ۱۹۶ تا ۱۹۷

(۲) ایضاً .... ص۔ ۱۴۹

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امروہہ کے برہمن میں سب سے زیادہ تعداد گوڑ برہمنوں کی تھی، اس کے بعد سارسوت کی، کان کبج، گوتم اور گجراتی برہمنوں کی تعداد کم تھی۔ اس کے علاوہ ویش، کھتری کائستھ، جاٹ وغیرہ کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ملتا ہے۔ امروہہ کی کاشت کاری پیشہ اقوام میں کاچھی، لودہ کا حوالہ ملتا ہے، جبکہ شودر اقوام میں بھڑ بھونجا، ہندو حلوائی، دھوبی، چمار، بھنگی کا حوالہ دیا ہے۔

امروہہ کے ہاشمی خاندان کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ

> "امروہہ میں حضرت علیؓ کی نسل سے زیادہ تر حسنی و حسینی سادات ہیں، بعض لوگ اپنے کو آپ کے نامور فرزند امام محمد ابن حنیفہ کی اولاد سے بھی بتاتے ہیں، جو اہلِ ہند کی اصطلاح میں علوی مشہور ہیں"(۱)

مصنف کا کہنا ہے کہ سیّد سراج الدین قادری کا خاندان حسنی میں بڑا خاندان تھا، جن کا سلسلۂ نسب حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ شکر اللہ عارف باللہ قادری دستار سیاہ کا حسنی میں دوسرا خاندان بتایا ہے۔

حسینی خاندانوں کے سلسلۂ نسب کے بارے میں آئینۂ عباسی اور تاریخ واسطیہ کے حوالے سے تبصرہ کیا ہے حسنی اور حسینی سلسلۂ نسب کے علاوہ علوی، عقیلی، جعفری اور عباسی خاندان کے سلسلۂ نسب کے بارے میں واضح معلومات درج کی ہے۔

مؤلف نے امروہہ کے خاندان عباسیہ کے متعلق مسٹر ایچ۔ آر۔ نیول۔ آئی۔ سی۔ ایس مؤلف مراد آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔

"تاریخ اصغری" کے حوالے سے جعفری خاندان کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

محمود احمد عباسی نے عربی النسل، عجمی النسل اور ہندی الاصل یعنی امروہہ کے

---

(۱) تاریخ امروہہ (جلد اوّل) ص۔۱۸۰

مسلمانان کا نسب کے اعتبار سے تذکرہ کیا ہے۔

اس کتاب کا وہ حصّہ قابل مطالعہ ہے، جس میں انہوں نے شجرۂ نسب خاندان بنی ہاشم ''تحریر کیا ہے۔

امروہہ کی مسلم پیشہ ور اقوام میں باورچی، بڑھئی ولوہار، بھاٹ، بھاند ونقال پرقصاب، چھیرہ یا چھپی، حجام یا نائی راج یا معمار، سقّے، قصاب یا قصائی کا ذکر کیا ہے۔

کتاب کا وہ حصّہ قابل مطالعہ ہے، جس میں مصنف نے اسلامی مدارس کا ذکر کیا ہے، ان مدارس میں مدرسۂ معزیہ، مدرسہ مولوی دوست محمد، مدرسۂ میر کلو، مدرسۂ خورشید جاہی، تاج المدارس، تاج المدارس ثانی، مدرسۂ اسلامیہ مسجد جامع، مدرسہ محمدیہ، سید المدارس، نور المدارس، امام المدارس کا حوالہ ملتا ہے، مدارس کے علاوہ مصنف نے امروہہ کے تین اسکول، مسلم اسکول، ہندو اسکول اور گورنمنٹ ہائی اسکول کا ذکر کیا ہے۔

'تاریخ امروہہ' (حصّہ دوم)

تاریخ امروہہ حصّہ دوم کا عنوان ''تذکرۃ الکرام'' ہے، جو ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس حصّے کی تصنیف وتالیف میں محمود احمد عباسی نے اردو، عربی، فارسی، انگریزی اور قلمی نسخوں سے استفادہ کیا۔

اس حصّے کو بھی ایک مربوط و مسلسل کے طور پر نہیں لکھا ہے، اس میں علماء، فضلاء، اولیاء، حکماء، امراء، اطباء، شعراء اور عہد مغلیہ کے نامور منصب داروں، فوجی جنرلوں کے سوانح حیات، خاندانی حالات، تعلیمات، ان کے احوال واقوال، عابدانہ زندگی کے سبق آموز حالات و واقعات کو نہایت تحقیق کے ساتھ درج کئے ہیں ۔ یہ کتاب حقیقتاً مسلمانوں کے گذشتہ تہذیب وتمدن کا صحیح مرقع ہے۔

دیباچہ میں لفظ صوفی کے معنی، مشائخ وعلماء، صوفی اور جوگی، مذہب ہنود اور تصوف، اسلامی تصوف پیری مریدی، سلاسل مشائخ، صوفیوں کے مختلف سلسلوں جیسے چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ مجدّدیہ کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے۔

اس کے علاوہ علماء و مشائخ کی قومی سیرت، علماء کی ناگفتہ بہ حالت کے اسباب، مذہب شیعہ اور فرقہ صوفیہ، ہندوستان میں شیعہ کی اشاعت، شیعت اور تصوف، نوابانِ اودھ اور شیعت، امروہہ میں شیعت کا آغاز وغیرہ پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

دیباچہ میں امروہہ کے تقریباً دوسوار بابِ فضل وکمال مشائخ وعلمائے کرام کی سوانح عمری اور ان کے خاندانی حالات جو ساتویں صدی ہجری سے زمانہ حال تک کے ہیں، نہایت تحقیق وشرح وبسط کے ساتھ اور محققانہ بحث کی ہے۔ ان میں میر سیّد محمد میر عدل مولانا ابن عباسی، مولانا محمد عباسی، سید ابوالقاسم وغیرہ کے علم وفضل اور ان کے علمی کارنامے، جنگی فتوحات اور معرکوں کے حالات، سلسل بیعت، اخذ علوم و معارف اور کسب کمالات کا اجمالی وتفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

فرامین و دستاویزات کے عکس نیز بزرگان دین ومشاہیر ملت کے اجمالی حالات سے متعلق فارسی اور اردو نظمیں بھی تحریر کی ہیں۔ اس حصّے کی تالیف کے پیچھے محمود احمد عباسی کا اہم ترین مقصد یہ تھا کہ بزرگان، دین کی زندگیوں کے آئینہ خانہ میں اپنے اعمال وافعال طور طریق اور طرز زندگی کے خدوخال کو دیکھ سکیں، جس کو دیکھ کر متاثر ہوں اور اس تاثر سے اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرنے پر مائل ہو جائیں کہ موجودہ دور لامذہبیت اور مادہ پرستی میں ایک مومن ومسلم کا بہترین نمونہ بن سکیں۔

'تاریخ امروہہ' (حصّہ سوم)

تاریخ امروہہ حصّہ سوم کا عنوان ''تحقیق الانساب'' ہے، جو ۱۲۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس حصّے میں ہاشمی، قریشی وعجمی النسل خاندانوں کے علاوہ بعض ہندی اقوام کمبوہ وکلال کے نسب پر تاریخ وعلم الانساب کی روشنی میں مفصل بحث کی گئی ہے۔ شرفائے امروہہ کے مختلف خاندانوں کے شجرے بھی شامل ہیں۔ ان شجروں میں شجرۂ اولاد شیخ نصیر الدین چشتی ساکنان محلہ نوگیان، شجرۂ اولاد سیّد خوند سعید مورث سادات

زیدی، شجرۂ اولاد شاہ محمد و شاہ صدر الدین پسران حضرت شاہ ابن بدر چشتی، شجرۂ اولاد شاہ ابو القاسم بن شاہ ابن بدر چشتی وغیرہ خاندانوں کے شجرے تاریخی نقطۂ نظر سے قابل مطالعہ ہیں۔

اس کے علاوہ اجلاف اقوام کے ادعائے شرافت پر بھی دلچسپ بحث ہے۔ علم انساب اور تحفظ نسب پر عالمانہ مضمون دیباچہ کے طور پر شامل ہے۔ متعدد قدیم تحریرات اور دیرینہ دستاویزات کے فوٹو اور عکس بھی منسلک ہیں۔

اس کے علاوہ محمود عباسی نے جن موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں علم انساب و نسبی و حسبی شرافت، مسئلہ کفو، غیر کفو اقوام سے اختلاط مسلمانان امروہہ کا نسب جن میں تین گروہوں عربی النسل، عجمی النسل، ہندی الاصل، کا تذکرہ کیا ہے، مؤلف نے عربی النسل میں ہاشمی، قریشی، انصاری خاندان کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح عجمی النسل میں ترکمان، مغل، پٹھان، قزلباش اور ہندی الاصل میں اشراف اور اجلاف کا ذکر کیا ہے۔

نسب کی اقسام میں صحیح النسب، مقبول النسب، مشہور النسب، مجہول النسب، مردو النسب، قوموں اور قبیلوں میں نسلی اختلاط، علوی حسنی و حسینی خاندان سادات نوگیان زیدی، رضوی، خاندان پیرزادگان، خاندان دانشمندانی و شجرات نقوی، خاندان قاضی امیر علی، خاندان سیّد، عزیز اللہ، شجرات نقوی، قاضی زادگان، متفرق سادات فاطمی، سادات علوی، سادات جعفری، سادات عقیلی، سادات عباسی، شیوخ صدیقی، متفرق شیوخ، ڈاڑھی رنگے شیوخ، شیوخ ڈبکوری، خاندان حفاظ، دیگر شیوخ، شیوخ فاروقی، شیوخ انصاری، خاندان بخشی، افغان، جولاہہ، قصائی غرض کہ متفرق اقوام کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا ہے۔

شاہ جہاں پور سے متعلق تاریخیں

نامۂ مظفری[1] از محمد مظفر حسین خاں

یہ کتاب ۱۹۱۷ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو قصبۂ شاہ جہاں آباد ضلع ہردوئی کی تاریخ پر مشتمل ہے، مؤلف نے بانی شاہ جہاں آباد نواب دلیر خان (۲) کے خاندانی حالات کے علاوہ شاہ جہاں آباد کے اہل کمال یعنی طبقۂ علماء شعراء وغیرہ کے بھی حالات درج کیے ہیں۔

یہ کتاب ایک دیباچہ اور دو حصّوں پر منقسم ہے، جس کا مجموعی حجم ۷۷۴ صفحات ہیں۔

'نامۂ مظفری' (حصّہ اوّل)

یہ حصّہ ۴۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شاہ جہاں آباد کے نامور اعزہ اور ان کی اولاد کے حالات اور شاہ جہاں آباد اور اس کے تنزل کے واردات درج ہیں۔ اس کے علاوہ دلیر خاں کا پشت نامہ، اولاد کا شجرہ، فتوحات، [3] مہمات، ان کا مقبرہ اور شاہ جہاں آباد کی عمارتوں کا بھی تذکرہ ہے۔

'نامۂ مظفری' (حصّہ دوم)

یہ حصّہ ۲۸۲ صفحات پر مبنی ہے، اس میں دیگر اہل کمال کے واقعات تحریر ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اولادوں کے شجرات بھی منسلک ہیں، ان اہل کمال میں خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمینی، حضرت شاہ زماں علیہ الرحمۃ، ٹاٹ صاحب، راجہ بلاس رائے صاحب وغیرہ کا ذکر ہے۔

---

(۱) مملوکہ صولت پبلک لائبریری رامپور۔

(۲) نواب دلیر خاں بانی شاہ جہاں آباد جو امراء اور ارکین دولت شاہ جہانی و عالمگیری سے تعلق رکھتے تھے۔

(۳) ان کی فتوحات میں اجمیر، بنگال، آسام اور شیواجی کی مہم سر کرنے کا ذکر ہے۔

اس کتاب کا بنیادی ماخذ صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی ''ماثر الآمراء ہے''

بقول مصنف:

"اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہجہاں آباد کے حالات کی تلاش تھی، حسبِ اتفاق ایک بار کتاب مآثر الامرء جو صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی تصنیفات سے ہے۔ دیکھنے میں آئی اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خاں شاہجہاں آباد جو امراء اور اراکین دولت شاہجہانی و عالمگیری سے ہیں"(۱)

مؤلف نے مآثر الامراء کے علاوہ شاہجہاں نامہ، مآثر عالمگیری، پرانے کاغذات (جن میں فرامین شاہی اسناد) مثل واجب الغرض و گزیڑ وغیرہ ماخذات سے بھی استفادہ کیا۔ جو تصویریں اس میں شامل کی گئی ہیں۔

بقول مؤلف:

"اصلی و صحیح ہیں، ان میں شاہی زمانے کے قلمی مرقع ہیں، جن پر مصوروں کے نام اور تاریخ کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویروں پر تو نوابوں کی مہریں پڑی ہوئی ہیں اور ان تصویروں کی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے بھی تصدیق کی ہے۔ اس میں نواب دلیر خاں کی دو تصویریں ملسلک ہیں۔ ایک میں وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوئے ہیں اور دوسرے میں صرف درباری جامہ زیب بدن ہے"

اس کے علاوہ نواب عزیز خاں بہادر کی تین تصویریں ہیں جن میں بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی مگر ایک تصویر میں جس قدر حصہ سفید بالوں کا ہے، اتنا ہی دوسرے میں ہے اور نقش و نگار و خط و خال کے لحاظ سے ہر دو تصویر میں سر مو فرق نہیں ہے۔

---

(۱) نامہ مظفری، محمد مظفر حسین خاں، ص ۲

'تاریخ شاہجہاں پور نامۂ اعجازی المعروف بہ تاریخ صبیح'(۱)

از

مولوی محمد صبیح الدین میاں خلیل شاہ جہاں پوری

یہ کتاب ۱۹۳۲ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو شاہ جہاں پور کی تاریخ اور وہاں کے شعراء، شرفاء، حکماء، علماء اور مشاہیر وغیرہ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دو حصّوں پر منقسم ہے۔

'تاریخ شاہجہاں پور نامۂ اعجازی المعروف بہ تاریخ صبیح' (حصہ اوّل)

یہ حصہ ۱۵۵ صفحات پر مبنی ہے۔ شاہ جہاں پور کی گذشتہ، موجودہ حالات معہ ضروری امورات، متعلقہ کے اس حصّے میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ بانی شہر اور ان کے معزز خاندان کے حالات کو تحریر کیا ہے۔ مؤلف نے بانی شہر نواب بہادر خاں کے حالات کی ایک ایسی تصویر کھینچی ہے کہ خط و خال میں نقص نہیں لیکن اسی بانی کے آخری اخلاف پر جب پہنچتے ہیں اور قلعہ شاہ جہاں پور کے نوابان تک غدر ۱۸۵۷ء کی حد پر اور اس کے بعد آتے ہیں تو تاریخ ایک نوحہ مرثیہ کا رنگ اختیار کرتی ہے نیز اس حصّے میں ہندوستان کے قدیمی باشندے، نواب بہادر خاں کا شاہ جہاں پور کو وطن بنانا، شاہ جہاں پور کے محلے، بازار، عمارات، زراعت، تعلیم و تجارت، آثار قدیمہ، جلی کوٹھی، مدارس عربیہ، مقبرے، سرائیں، میلے، قصبات، خاندان راجہ ناہل، نظم و نسق عہد مغلیہ، واقعہ غدر ۱۸۵۷ء، عہد انگلشیہ، سوراج، وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: صولت پبلک لائبریری رامپور

'تاریخ شاہجہاں پور نامۂ اعجازی المعروف بہ تاریخ صبیح' (حصہ دوم)

یہ حصہ ۳۸۵ صفحات پر مبنی ہے، اس حصّے کو چند طبقات پر منقسم کیا ہے۔ پہلے طبقے میں مشائخ عظام، دوسرے میں علماء، تیسرے میں قاری، چوتھے میں حکماء، پانچویں میں شعراء اور چھٹے میں ان لوگوں کے حالات تحریر کیئے گئے ہیں، جو کسی خاص فن یا کمال میں مشہور زمانہ تھے، مؤلف نے جن حضرات یا جن کتابوں کے حوالہ سے جس واقعہ کو لکھا ہے، اس کا حوالہ حاشیہ کتاب پر دیا ہے اور بعض بزرگان دین اور شہزادگان کے ضروری حالات جن کا شاہ جہاں پور سے تعلق تھا، بطور ضمیمہ کے کتاب کے آخر میں شامل کیا ہے۔ اس طرح مؤلف نے اہلِ سیف، اہل قلم، اولیا، علماء، حکماء، شرفاء، شعراء، وغیرہ کے حالات بلا کم و کاست تحقیق کے ساتھ درج کئے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے جن ماخذات سے استفادہ کیا ہے، ان میں آئین اکبری تاریخ فرشتہ، بادشاہ نامہ، عملِ صالح، شاہ جہاں نامہ، عالمگیر نامہ، مآثر عالمگیری، مخزن افغانی، تاریخ بدایونی، مآثر الامراء، تاریخ مطیع، ماثر الکرام، تاریخ ہندوستان، تاریخ انگلشیہ، گزیٹر ضلع جھانسی، تاریخ شاہ جہاں آباد، نامۂ مظفری، جدید گزیٹر بریلی وغیرہ جہاں تک ترتیب ابواب کا تعلق ہے، ہر عنوان کو اس کے محل پر رکھا ہے اور واقعات اس ترتیب سے لکھے ہیں کہ گویا تاریخ وار روز نامچہ ہے، اس کتاب کا سب سے زیادہ قابل داد پہلو مورخانہ کاوش ہے، یعنی جہاں پچھلے مؤرخوں کی روایت میں اختلاف ہے، وہاں پوری تنقید و درایت سے کام لیا ہے۔ مؤلف نے جتنے حالات و واقعات لکھے ہیں اوّل سے آخر تک نفس الامری کے اظہار کو ملحوظ رکھا ہے۔ نہ تطویل واطناب ہے نہ حشو زوائد۔ اس کتاب کی ایک خاص خوبی اس کا تناسب اور تسلسلِ مضامین ہے، تعصب یا تنگ نظری کا کتاب میں مطلق رنگ نہیں ہے، جس شیفگی سے مؤلف نے مشاہیر مسلمانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس فریفتگی سے وہ شاہ جہاں پور کے ہندو عمائدین اور شعراء کا بھی حال درج کیا ہے، یہی پہلو تاریخ کو قابل اعتبار بناتی ہے۔

الہٰ آباد سے متعلق تاریخیں

'تاریخ کڑا مانک پور' از قیس مانکپوری[1]

یہ کتاب الہٰ آباد سے شائع ہوئی، جو ۲۸۷ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں تقریباً ۵۰ سے زائد شجرۂ نسب ہیں اور تقریباً ۱۲۰ اسناد و فرامین کے نقول اور ایک سنسکرت کا کتبہ بھی شامل ہے۔ مؤلف نے اس کو دو حصّوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلے حصّے میں کڑا[2] اور مانک پور[3] کا جغرافیہ ہے اور دوسرے حصّے میں اس علاقے کی تاریخ درج ہے نیز اکابر و مشاہیر کے حالات بھی لکھے ہیں۔

باب اوّل متعلق قصبۂ کڑا، وجہ تسمیہ

باب دوم متعلق قصبۂ مانک پور

مشہور عمارات و معابد و مقابر

دوسرا حصّہ: تواریخ

باب اوّل کا عنوان متعلق قصبۂ کڑا ہے۔ اس میں شجرۂ سادات و راجپوت، شجرۂ سادات زیدی قصبۂ کڑا سے متعلق تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کے شروع میں حسبِ ذیل عبارت درج ہے۔

"حسب فرمائش عالی جناب بابو رام دین سنگھ صاحب عم نامدار عالیجناب راجہ ادھیر سنگھ صاحب تعلقدار، رامپور، وکالا کانکر وا قبالہ"

یہ کتاب مختلف خاندانوں کے شجرات سے متعلق ہے، جو عہدِ وسطیٰ کے دو اہم علمی اور تاریخی مراکز قصبہ کڑا و قصبۂ مانک پور کی تاریخ پر مشتمل ہے لیکن مباحث

---

(۱) قیس مانکپوری "راجپوت اور مغل زن وشوکی معاشرت" کے بھی مصنف ہیں۔

(۲) کڑا الہٰ آباد کا ایک قصبہ ہے۔

(۳) مانک پور ضلع پرتاپ گڑھ کا قصبہ ہے۔

صرف ان دونوں قصبات کی تاریخ سے متعلق نہیں ہیں بلکہ ان تمام خاندانوں کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ان دونوں قصبات یا اضلاع سے نکل کر آس پاس کے علاقوں میں آباد ہوئے مثلاً سلون کے پیر زادوں کا خانوادہ نسبی تعلق اصلاً جونپور سے تھا۔ لیکن چونکہ روحانی تعلیمات اور سلسلہ بیعت خانقاہ حسامی مانک پور سے ہے۔ اس مناسبت سے سلون کے خانوادہ کی تاریخ بمعہ شجرۂ نسب بہت تفصیل سے موجود ہے۔ اسی طرح سے سادات رسولپور، مصطفیٰ آباد، جائس وغیرہ کے بھی خاندانوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح سے فاتح کڑا امیر کبیر سیّد قطب الدین مدنی جو روایتاً اس قصبے کے پہلے مسلمان حاکم تھے اور جنہوں نے آس پاس کے علاقوں کو فتح کیا تھا اور جن کی اولاد آس پاس کے قصبات میں آباد ہوئیں، ان سے متعلق اولاد کی نقل، مکانی کی تفصیلات بمعہ شجرہ ٔنسب دی گئی ہیں۔ اس طریقہ سے جو صرف علم سینہ کی روایت کے طور پر جو بات مروج تھی، اس کو تاریخی حقائق کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے مؤلف اس وقت کی مروج تاریخ نگاری کے اصول سے متعارف تھے۔ اس وجہ سے جغرافیائی معلومات مشہور عمارات، معابد و مقابر، ان سے متعلق دستاویزات اور سنسکرت کے کتبے بھی نقل کئے ہیں۔ ان دونوں قصبوں کے باشندوں کی تفصیلات بھی فراہم کی ہیں۔ اس طرح سے یہ کتاب مقامی تواریخ کے زمرے میں ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔

'تاریخ الہٰ آباد' (۱) از سیّد مقبول احمد صمدانی

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں مطبع اسٹار پریس الہٰ آباد سے شائع ہوئی، جو تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے۔ اگر چہ یہ تاریخ الہٰ آباد ہے لیکن درحقیقت یہ کتاب عہد مغلیہ کی تہذیب و تمدنی تاریخ کا ایک بڑا جزء ہے۔

---

(۱) مملوکہ: نذیریہ پبلک لائبریری جامعہ ہمدرد اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔ اس کتاب کا سرورق ضمیمہ سوم میں منسلک ہے۔

اس میں جگہ جگہ فوٹو اور نقشے دیئے گئے ہیں۔ شروع میں مضامین کتاب کی مکمل اور مفصل فہرست ہے اور آخر میں بہ ترتیب حروفِ ابجد مکمل انڈکس ہے، جو عموماً اردو کتابوں میں کم ہوتا ہے۔ اس میں بعض باب مختصر اور بعض مفصل ہیں۔ اجمالی حیثیت سے یہ کتاب ہندوستان کے مغل حکمرانوں کی تاریخ ہے اور تفصیلی حیثیت سے الہٰ آباد کی تاریخ ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب خسرو کی بھی مفصل سرگذشت کی بھی آئینہ دار ہے۔ کتاب کا آغاز خسرو باغ سے ہوتا ہے اور صرف خسرو باغ کی تفصیلات ۷۸ اصفحات میں ختم ہوتی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف نے اختصار کی کوشش کی ہے۔

ملیح آباد سے متعلق تاریخیں

'تاریخ ملیح آباد' از سیّد محمد عرشی ملیح آبادی

"تاریخ ملیح آباد" جو قصبۂ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا سن تالیف ۱۹۱۷ء ہے۔ افسر صدیقی امروہوی نے اس مخطوطے کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے

> ''اس میں قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کے رؤسا و امراء، ائمائد سلطنت حکماء، بزرگان دین اور شعرا کے حالات لکھے گئے ہیں بیشتر اندراجات انہوں نے اپنے تذکرے جو ہر فرد سے لئے ہیں، جس کا نسخہ کلیہ عثمانیہ حیدر آباد میں موجود ہے، ابتداء میں مصنف کا دیباچہ ہے اور آخر میں خاندانی شجرے ہیں''(۱)

---

(۱) مخطوطات انجمن ترقی اُردو پاکستان، افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵، ص ۱۵

بریلی سے متعلق تاریخ

'تواریخ ضلع بریلی'(۱) از گلزاری لعل

ضلع بریلی پر لکھی جانے والی تاریخوں میں گلزاری لعل کی تالیف تواریخ ضلع بریلی'' اہم ترین تاریخ ہے، اس کا سن تصنیف ۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۷ء ہے مشفق خواجہ نے اس مخطوطے کے بارے میں لکھا ہے۔

"یہ مخطوط ۱۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں متعدد ذیلی عنوانات ہیں، جن کے تحت بریلی کے بارے میں ہر طرح کی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں بریلی کی تاریخ و جغرافیائی حالات کے ساتھ آبادی، پیداوار، تجارت وغیرہ کی تفصیلات دی گئی ہیں نیز سرکاری محکموں، مکاتب، مشاہیر، عمارات، محلوں وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ دیباچہ میں مصنف نے اپنے مختصر حالات لکھے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ انہوں نے ستمبر ۱۸۴۳ء میں یہ کتاب صوبہ شمالی ومغربی (یوپی) کے لفٹیننٹ گورنر جیمس طامس کے حکم اور مسرو فلیٹ ڈوولیمس کلکٹر، و مجسٹریٹ ضلع بریلی کی ہدایت کے مطابق لکھنی شروع کی جو ۱۸۴۷ء میں مکمل ہوئی"

بنارس سے متعلق تاریخیں

'تاریخ بنارس'(۲) از محمد رفیع رضوی موہانی متخلص بہ عالی

شہر بنارس پر لکھی جانے والی تاریخوں میں محمد رفیع رضوی ماہونی متخلص بہ عالی کی کتاب'' تاریخ بنارس'' اہم ترین مقامی تاریخ ہے۔ یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی جو ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

---

(۱) یہ مخطوطہ کتب خانہ قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ جس کا ذکر جائزہ مخطوطات اردو میں مشفق نے ص ۱۸۷ پر کیا ہے

(۲) کتاب کے آخری دو صفحوں میں کتاب کے تالیف کے تاریخی قطعات درج ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی۔ اس میں اشاعت سن ندارد ہے۔ اس کتاب کے چند صفحات کے عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہے۔

اس میں بنارس شہر کی تاریخ معہ تصاویر ونقشہ جات کے ۱۹۰۱ء تک بیان کی گئی ہے۔ یہ تاریخ دستاویزات پر مشتمل ہے۔ اس میں دستاویزات کی نقل بھی درج ہے۔

مصنف نے اہل ہنود کے مقدس شہر بنارس کی تاریخ اہل ہنود کی معتبر مذہبی کتابوں وتاریخوں اور والیان راج کاشی (بنارس) کے خاندانی کاغذات سے مع تصاویر صحیح انتخاب واقتباس کر کے تالیف کی ہے۔ صفحہ ۳ (الف) پر فہرست تصاویر ونقشہ جات اور صفحہ ۴ (الف و ب) پر فہرست مضامین درج ہے۔ ورق ۵ (ب) سے تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔

اس کتاب کے آخر میں دو ضمیمے درج کئے ہیں۔ ضمیمہ اوّل میں اہل ہنود کے فقراء کی پانچ قسموں کو بیان کیا گیا ہے۔ قسم اوّل ویشنو اس کی سولہ قسمیں ہیں قسم دوم میں شیوی: اس کی ۱۹ قسمیں ہیں۔ قسم سوم ساکتکی ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔ قسم چہارم نانک شاہی ہے، اس کی سات قسمیں ہیں، قسم پنجم سراوگ ہے۔ اس کی دو قسمیں درج ہیں' ضمیمہ دوم میں حالاتِ بودھ درج ہیں۔ اس کا مخطوطہ رضا رام پور لائبریری میں محفوظ ہے۔ کتاب کے آخری دو صفحوں میں کتاب کی تالیف کے تاریخی قطعات درج ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں لکھی گئی۔ اس میں سن اشاعت ندارد ہے۔ مؤلف قصبہ موہان کے محلّہ نوابان کے باشندے تھے، ۱۹۰۸ء میں لندن میں ان کا انتقال ہوا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف بعد تک اس کتاب میں اضافہ کرتے رہے۔

'تاریخ بنارس' از مظفر حسن

یہ کتاب ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی، جو ۷۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تاریخ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ میں محفوظ ہے۔

دہلی سے متعلق تاریخیں

'سوانح دہلی' (۱) از مرزا احمد اختر گورگانی (۲)

یہ کتاب ۱۸۸۹ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اختصار کے ساتھ دہلی کے تاریخی حالات بیان کئے گئے ہیں، جس میں قطب الدین ایبک سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کے سلاطین دہلی کا حال اور دہلی کی تاریخی عمارتوں کا تذکرہ درج ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دہلی کے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ دہلی کے جغرافیائی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب بیانیہ انداز میں لکھی ہوئی ایک بہت ہی مختصر سی تاریخ ہے۔

'یادگار دہلی' (۳) از سیّد احمد ولی اللّٰہی

یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۲۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بادشاہان تیموریہ کے عہد کے حالات اور غدر ۱۸۵۷ء سے متعلق واقعات درج ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ تعمیرات شاہجہاں آباد، جامع مسجد، لال قلعہ اور مزارات کی مفصل کیفیت درج ہے۔ اس کے علاوہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ کن کن اولیاء اللہ وعلماء کا مزار یہاں ہے اور ان کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے علاوہ ازیں یہاں کتنے راجہ مہاراجہ اور بادشاہ زمانہ شہاب الدین محمد غوری سے لے کر بہادر شاہ ثانی تک حکمراں رہے اور انہوں نے کون کون سی عمارتیں بنوائیں۔ پرانی دہلی کے جہاں حالات لکھے ہیں، وہاں اس کی عمارتوں کے نقشے بھی دیئے ہیں۔ کارونیشن یعنی جشن تاج پوشی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے جلوس کی پوری کیفیت درج ہے۔

---

(۱) [illegible] لائبریری ٹاؤن ہال

(۲) [illegible] اختر گورگانی بہادر شاہ ظفر کے پوتے اور ان کے بڑے لڑکے محمد دارا بخت میراں شاہ ولی عہد اول کے بیٹے تھے۔

(۳) [illegible] ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ

'واقعات دارالحکومت دہلی' از مولوی بشیرالدین احمد

'واقعات دارالحکومت دہلی' ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی، جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا مجموعی حجم ۲۴۴۳ صفحات ہیں، اس میں ۱۴۵۰ ق م سے ۱۹۱۹ء تک کے واقعات درج ہیں یعنی اس کتاب میں دہلی کی تاریخ، آثار قدیمہ، مزارات، اکابر ومشاہیر، علماء وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حالانکہ یہ کام بشیرالدین احمد سے قبل سر سیّد احمد خاں اپنی تصنیف آثار الصنادید میں کر چکے ہیں، لیکن بشیرالدین احمد نے اس میں کافی حد تک توسیع کی ہے اور عہد سرسیّد کے بعد کے ادیبوں، مشائخین، علماء، شاعروں اور دیگر واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مصنف نے فارسی عربی اور انگریزی کے ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔ ان ماخذات کی مؤلف نے فہرست بھی دی ہے۔

واقعات دارالحکومت دہلی: جلد اوّل

یہ جلد قدیم عہد سے دور جدید تک کے تاریخی واقعات پر مبنی ہے۔ اس جلد کے شروع میں دیباچہ ہے، جس میں حمد ونعت کے بعد دہلی پر مسدّس ہے۔ صفحہ ۱۲ پر فہرست سلاطین دہلی مع عمارات بنا کردہ بقید سال تعمیر مفصل نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ نقشہ تاریخی نقطۂ نظر سے اہمیت کا حامل ہے، یہ جلد چھ ابواب اور ۱۰۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

باب اوّل کا عنوان 'دلّی ہندوؤں کے عہد میں' ہے۔ اس باب میں ہندوؤں کے عہد کی دلّی کی روایتی تاریخ درج ہے۔ ابتداء میں اس پہلو سے بحث کی ہے کہ دہلی کی آبادی کو کئی بار ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں دریا کے قرب و بعد کو کتنا دخل تھا، اس کے علاوہ مؤلف نے ہندوؤں کی تاریخی روایات کو بیان کیا ہے۔ یہ حصہ مختلف راجاؤں کے خاندانوں کے ذکر پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں بشیرالدین احمد نے

کسی تاریخی واقعہ کو پُر اثر بنانے کے لیے اشعار بھی قلم بند کیے ہیں۔ اس میں پرانی تاریخوں کے حوالے سے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض مؤرخین کے تاریخی نتائج پر انھوں نے تبصرے سے بھی کیے ہیں۔

باب دوم کا عنوان 'دلّی مسلمانوں کے عہد میں' ہے۔ اس باب میں پہلے خاندان غلامان کا ذکر ہے۔ پھر خاندانِ خلجی کی تاریخ ہے۔ اس کے بعد سلاطین تغلق کے عہد کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔ تغلق خاندان کے بعد خاندانِ سادات اور پھر لودھی خاندان کی تاریخ پر مفصّل تذکرہ ہے۔ اسی باب میں مغل عہد کی دہلی کے بارے میں جس پہلو کو نمایاں کیا ہے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خاندانی رشتوں کا استوار ہونا ہے۔ اس کی مثال اکبر کا جودھا بائی سے شادی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف جنگوں کا تذکرہ ہے۔ اسی باب میں بعض عنوانات موضوع بحث بنائے ہیں جیسے اکبر کا علمی مذاق، اکبر کے نورتنوں کا ذکر، اکبر کی مذہبی التجا وغیرہ۔

باب سوم کا عنوان 'کایا پلٹ دلّی جان کمپنی کے تحت میں' ہے۔ اس باب میں مؤلف نے مغل سلطنت کے زوال پر تذکرہ کیا ہے اور اس پہلو کو بھی اجاگر کیا ہے کہ مرکزیت کے نہ ہونے کے سبب انگریزی طاقت دن بدن بڑھ رہی تھی۔

چوتھا باب غدرِ ہند ۱۸۵۷ء سے متعلق ہے، اس میں غدر کے اسباب پر بحث کی ہے۔

پانچویں باب میں ۱۸۵۷ء کے بعد دلّی کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

چھٹے باب میں ۱۸۷۷ء کے دربارِ قیصری کی منظرکشی کی ہے۔ اس ضمن میں اعلان ملکہ وکٹوریا، شاہِ ایران، دعوتِ شہنشاہی، جشنِ جوبلی امراء و روساء کے کیمپ، شہنشاہی دربار اور مختلف واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو زیادہ تر افسانوی رنگ میں لکھا گیا ہے۔ اس ذیل میں مؤلف نے مولوی نذیر احمد اور حالی کی نظموں کا اندراج بھی کیا ہے۔ اس جلد کے آخر میں سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی کا ترکیب بند دیا ہے

اور لالہ چندی پرشاد دہلوی اور دیگر شعراء کی تاریخیں دی ہوئی ہیں۔ جس میں منشی اشیاق احمد نے واہ مخزن تاریخ اور مرزا محمد اسحاق نے قدس داستان تاریخ سے تاریخ اشاعت نکالی ہے۔

'واقعات دارالحکومت دہلی': حصّہ دوم

اس حصّے میں دہلی شہر کی عمارات کے تذکرے کے ساتھ علمائے دین، اطباء متفرق علماء، مشائخین اور ادیبوں کا مفصل بیان درج ہے۔ آثار قدیمہ سے متعلق موضوعات سرسیّد کی آثارالصّنادید سے ماخوذ ہیں۔ یہ حصّہ تین ابواب اور ۸۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ باب اوّل میں 'دہلی اور اندرون شہر کی عمارات کا بیان' درج ہے۔ باب دوم 'عمارات بیرونِ شہر جو فصیل کے قرب و جوار میں' ہے، سے متعلق ہے۔ باب سوم میں دلّی شہر کے دلّی دروازے، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء وہمایوں کا مقبرہ دیگر عمارات گرد و پیش کا بیان درج ہے۔ اس کے علاوہ فہرست نقشہ جات، تصاویر بھی دی ہوئی ہیں۔

فہرست مضامین دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے دلّی کی اور اندرونِ شہر کی تمام قدیمی عمارات کا ذکر جس تفصیل سے کیا ہے یقیناً ان میں بہت سی عمارتیں ایسی بھی ہیں جن کے آثار آج نہیں ملتے۔ لیکن بشیرالدین احمد نے جس انداز سے عمارات کی منظرکشی کی ہے وہ اہمیت کی حامل ہے۔

اس حصّے میں دیباچے سے پہلے کئی فہرستیں درج ہیں جن میں اندرونِ شہر کی عمارات سے متعلق تین فہرستیں ہیں۔ ان میں بانی کا نام، سال اور اس کی کیفیت درج ہے۔ صفحہ ۲۷ پر دہلی کے قلعہ جات اور شہر کی فہرست دی ہوئی ہے۔ صفحہ ۲۹ پر عماراتِ قدیمہ شہر و مضافاتِ دہلی اور صفحہ ۳۷ پر نقشہ شہر دہلی کے اندر اندر کی عمارات کا مفصل بیان ہے۔ اس فہرست میں عمارات کی تقسیم محلہ وار کی گئی ہے۔ قلعہ کی عمارات کا گروپ جداگانہ قائم کیا گیا ہے۔ جس کا نمبر سلسلہ وار قلعہ سے شروع ہوا ہے اور دوسرا

گروپ چاندنی چوک کے جنوب سے شروع ہے اور آخری گروپ ان عمارتوں کا ہے۔ جو بازار مذکور کے شمال میں واقع ہیں۔ نقشے میں بڑی بڑی عمارتوں کے نمبروار علامات کے علاوہ نام بھی لکھ دیئے گئے ہیں، اس طرح سے یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تاریخی نقطۂ نظر سے یہ فہرستیں اہمیت کی حامل ہیں۔

اس کے علاوہ مؤلف نے اسی حصّے میں قلعے اور اس عہد کے دربار کا ذکر جس تفصیل سے کیا ہے وہ نہایت قابلِ مطالعہ ہے مثلاً شہر کے کون کون سے دروازے تھے، قلعے کے انجینئر کون کون تھے، قلعے کی تعمیر میں کس کس مصالحے کا استعمال ہوا وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کتاب کا وہ حصّہ قابلِ مطالعہ ہے۔ جس میں بشیر الدین احمد نے اس عہد کے اطبّاء، علمائے دین، متفرق علماء، مشائخین، شعراء اور ادیبوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مشائخین میں حضرت مولانا ابو سعید صاحب، مولانا شاہ احمد سعید صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب، حاجی علاؤالدین احمد صاحب، مولانا فخرالدینؒ صاحب، حضرت مولانا قطب الدین صاحب، حاجی غلام نصرالدین عرف کالے صاحب وغیرہ کا ذکر کافی شرح وبسط کے ساتھ کیا ہے۔ اطباء اور حکماء میں حکیم غلام نجف خاں صاحب، حکیم صادق خاں صاحب وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ جن ادیبوں اور شعراء کا ذکر کیا ہے ان میں چند ادیبوں کے نام اس طرح ہیں، مولوی سیّد احمد شاہ (فرہنگ آصفیہ)، مولوی راشد الخیری، مومن خاں مومن، شاہ نصیر، نواب مرزا داغ دہلوی، وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔

بشیر الدین احمد نے صفحہ ۳۰۴ سے ۳۶۹ تک مختلف موضوع سے متعلق فہرست دی ہیں جو قابلِ مطالعہ ہیں ان میں مساجد، اہل ہنود کے شِوالوں، مندروں کی فہرست درج ہے۔ ان فہرستوں میں باقاعدہ مسجد، مندر کا نام، کیفیت اور کس محلّہ میں ہے ساری معلومات درج ہیں۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ واقعاتِ دارالحکومت دہلی حصّہ دوم تاریخی نقطۂ نظر سے اہمیت کا حامل ہے۔

'واقعات دارالحکومت دہلی': حصہ سوم

واقعات دارالحکومت دہلی حصہ سوم ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا، یہ حصہ تین ابواب اور ۵۲۷ صفحات پر مشتمل ہے، باب اوّل کا عنوان 'دلّی سے قطب تک'، باب دوم کا عنوان 'سلطان غازی' ہے اور باب سوم کا عنوان 'قطب صاحب سے تغلق آباد' ہے، اس حصے کے آخر میں مصنف نے بطور ضمیمہ چند فرامین کی نقلیں درج کی ہیں جو تاریخی نقطۂ نظر سے اہمیت کی حامل ہیں۔ صفحہ ۴۱۶ پر چند قطعات کی تاریخ بھی تحریر ہے. جس سے سنہ ہجری میں تاریخ اشاعت نکلتی ہے۔

اس حصے میں مسلم عہد سے انگریزی عہد تک کی جملہ تعمیرات کا ذکر بہ تفصیل کیا گیا ہے۔ تعمیرات کی تصاویر سے بیک نظر ان کی خوبیوں وخصوصیات پر روشنی پڑتی ہے۔ فن تعمیر کے نقطۂ نظر سے حصہ سوم اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرح یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ حصہ مختلف عہد میں بنوائے گئے مقبرے، مساجد، گنبدوں اور دیگر عمارات کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا اہم ترین مآخذ ہے۔ ان گنبدوں، مساجد اور مقبروں میں چند کے نام اس طرح ہیں۔

بھوتلا گنبد، مجاہد پور کا نا معلوم، بڑا گنبد (جسے بڑے خاں کا گنبد کہتے ہیں)، چھوٹا گنبد (یا چھوٹے خاں کا گنبد)، توپوں والا گنبد، فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ، امام ضامن کا مقبرہ، مقبرۂ سلطان علاؤالدین خلجی، ہمایوں کا مقبرہ، شیخ شہاب الدین تاج خاں کا مقبرہ، سلطان ابوسعید کا مقبرہ، ادھم خاں کا مقبرہ، معروف خاں کا مقبرہ، لنگر خاں کا مقبرہ، وغیرہ قابلِ مطالعہ ہیں۔ مساجد میں کھڑکی مسجد، دو برجی مسجد، کالو سرائے کی مسجد، قوت الاسلام مسجد وغیرہ۔ اس طرح اس حصے سے نہ صرف مساجد، گنبدوں، مقبروں اور دیگر عمارات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ فنِ تعمیرات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بشیرالدین احمد نے ۱۴۵۰ قبل مسیح سے لے کر

۱۹۱۹ء تک کے حالات 'واقعاتِ دار الحکومت دہلی' میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ درج کیے ہیں اور حتیٰ الامکان اس تالیف کو معتبر بنانے کی کوشش کی ہے لیکن جن کتابوں سے حوالے لیے ہیں ان کتابوں کے ایڈیشن یا ان کے سنِ اشاعت اور صفحات کا ذکر کسی حاشیہ میں نہیں کیا، اس کے علاوہ انھوں نے اس کتاب کے اسلوب میں افسانوی طرز کو اپنایا اور جا بجا اشعار بھی تحریر کیے ہیں۔ اس سے عبارت میں رنگینی تو آ گئی لیکن حقائق پسِ پُشت چلے گئے ہیں لیکن ان سب کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ سر سیّد کی آثار الصنادید کے بعد یہ پہلی تاریخی کتاب ہے جس میں دہلی کے واقعات اتنی شرح وبسط کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

'دلّی کا آخری دیدار' از سیّد وزیر حسن دہلوی

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں مطبع ساقی بک ڈپو سے شائع ہوئی، جو دلّی کی تہذیبی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں غدر سے پہلے جب لال قلعہ آباد تھا تو دلّی کی کیا حالت تھی۔ اس پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے لال قلعہ کی ایک شہزادی کی زبانی حکایتِ رنگین بیانی کرائی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب بادشاہ سلامت شہزادوں اور شہزادیوں کے رسم رواج، پھول والوں کی سیر، اہل وطن کی طرزِ معاشرت کا دلآویز مرقع ہے۔

'دہلی کی دو برسوں کی تاریخ' (۱) از سیّد حسن برنی

۱۹۳۶ء میں سیّد حسن برنی کی تالیف ''دلی کی دو برس کی تاریخ''، دہلی سے شائع ہوئی، جو ۵۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں تیمور کے حملے سے پہلے کے دلّی کے حالات درج ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں دہلی کے نابود شدہ اور موجودہ آثار سے بحث کی گئی ہے اور ان کا اسلامی اور ہندی فنون سے ربط اور ارتقائے فنون میں ان کی جگہ اور قدر و قیمت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے فارسی انگریزی اور عربی کی مستند ماخذ سے استفادہ کیا۔

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال۔

'دہلی' (۱) از ایم شجاع منغمی

یہ کتاب ۱۹۳۹ء میں بھاول پور سے شائع ہوئی، جو ۱۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں شہر دہلی کے ابتدائی تاریخ سے لے کر عہد تصنیف تک کے واقعات درج ہیں۔دہلی کے آٹھ شہروں کا عہد بہ عہد تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔اس کتاب میں جن پہلوؤں پر نظر ثانی کی گئی ہے۔ان میں مختلف زمانوں میں محل وقوع، شہر جہاں پناہ تغلق آباد، عادل آباد، فرخ آباد، شاہ جہاں آباد، دور اوّل، شاہجہاں آباد دورِ عالمگیر ثانی اورعہد انگریزی کی دہلی پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ دلّی کی قدیم عمارات کا ذکر بھی شامل ہے۔ان عمارتوں کے تذکرے کے ساتھ ساتھ نقشہ جات تصاویر بھی منسلک ہیں۔نقشہ جات میں دہلی کا تاریخی علاقہ ، دارالسلطنت دہلی کا محروسہ علاقہ ۱۳۱۲ء علاء الدین خلجی کا عہد، دارالسلطنت دہلی کا محروسہ علاقہ ۱۷۰۰ء، اورنگ زیب کے عہد کی تصاویر میں قطب مینار کا نواح ، شاہ طہماسپ صفوی اور ہمایوں کی پہلی ملاقات مغل بادشاہوں کے سکّے ،تاج محل آگرہ شاہ جہاں بانی تاج محل آگرہ وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

'دہلی' از محمود علی خاں

یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۹ ابواب اور ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ان ابواب میں جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا گیا ہے، ان میں دہلی کے آٹھ شہروں اندر پرستھ ، پرانی دہلی ، سیری، تغلق آباد، فیروز آباد، دلّی شیر شاہ، شاہ جہاں آباد، نئی دہلی کا ذکر کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں شہر دہلی کے بادشاہ، جامع مسجد، لال قلعہ، قطب مینار، ہمایوں کا مقبرہ ، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء، پرانہ قلعہ، نئی دہلی وغیرہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے،اس کے علاوہ تصاویر بھی منسلک ہیں ،جن میں دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ، لال قلعہ کا دیوان خاص ، لال قلعہ کا نقشہ، قطب مینار، ہمایوں کا مقبرہ وغیرہ عمارتوں کی تصاویر بھی شامل ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: سینٹرل لائبریری دلی یونیورسٹی

'یہ دلّی ہے' (۱) از سیّد یوسف بخاری

۱۹۴۴ء میں سیّد یوسف بخاری کی تالیف ''یہ دلّی ہے'' دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۹۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دلّی کی تہذیب و معاشرت، تاریخی مقامات، اکابر، مشاہیر کے حالات پر مبنی ہے یعنی اس میں دلّی کی قدیم معاشرت اور تہذیب کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا ہے، وہ ہیں دلّی کی گلیاں، دلّی کا ایک محلہ، دلّی والے اور شاہی زمانے کی عید، دلّی کی شادی، دلّی کے کرخندار، دلّی کے دھوبی، شہدے، دلّی کا مکتب، دلّی کی پتنگ بازی، اس میں پتنگ بازی کے معرکے، کامل استادوں کا ذکر، پتنگ کی قسمیں اور آخر میں مختلف قسم کی پتنگوں کی شکلیں اور ان کے نام بھی دیئے ہیں۔ اس کتاب کا اسلوب دلکش ہے۔ زبان سادہ اور دلّی کی زبان ہے۔

آگرہ سے متعلق تاریخیں

'ارض تاج' (۲) از واحد یار خاں

یہ کتاب آگرہ کے تاریخی، جغرافیائی حالات اور آثارِ قدیمہ کی تاریخ پر مبنی ہے جو ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی۔

'معین الآثار معروف بہ تاریخ آگرہ' (۳) از معین الدین احمد اکبر آبادی

یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی، جو ۱۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آگرہ کی تاریخ کے علاوہ تاج محل کی تعمیر کے حالات اور ممتاز محل کی سوانح حیات بھی درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

(۲) اس کتاب کی تفصیل باب دوم میں آثار قدیمہ سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

(۳) ایضاً

'مرقع اکبرآباد' (۱) از سعید احمد مارہروی

یہ کتاب ۱۹۳۱ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آگرہ شہر و ضلع کی تاریخ، عمارات شاہی و دیگر آثار قدیمہ کا بیان درج ہے۔

کشمیر سے متعلق تاریخیں

'گلدستۂ جشن کشمیر' از ہری گوپال

یہ کتاب ۱۸۸۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی، اس میں جموں، کشمیر اور تبت کا جغرافیہ اور تاریخی حالات کا تذکرہ درج ہے۔ یہ کتاب کشمیر پر لکھی گئیں تاریخوں میں اہم ترین تاریخی تصنیف ہے۔

'شبابِ کشمیر' از محمد الدین فوق

یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کشمیر کے بادشاہ زین العابدین عرف بڈشاہی کے دورِ حکومت کے واقعات درج ہیں۔

'مکمل تاریخ کشمیر' (۲) از محمد الدین فوق

یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

'مکمل تاریخ کشمیر' (جلد اوّل)

یہ جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی، جو ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

'مکمل تاریخ کشمیر' (جلد دوم)

اس جلد میں کشمیر کی اسلامی حکومت کا ذکر کیا گیا ہے، یہ ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

---

(۱) اس کتاب کی تفصیل باب دوم میں آثار قدیمہ سے متعلق تاریخوں میں درج ہے۔

(۲) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں تاریخ فرشتہ، گلدستۂ کشمیر از پنڈت ہر گوپال کول وغیرہ مستند ماخذات سے استفادہ کیا ہے۔اس میں محمد شاہ بار دوم، سلطان ابراہیم شاہ، سلطان محمد شاہ بار پنجم، سلطان ابراہیم شاہ ثانی، سلطان نازک شاہ وغیرہ سلاطین کا ذکر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس میں طائفہ چکاں کا شجرۂ نسب دیا ہے۔ اس کے علاوہ شجرۂ نسب احمد شاہ ابدالی منسلک ہے۔ ذیل میں اس کتاب کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

"رینچن کے زمانہ میں اسلام کی حکومت کا دور شروع ہوتا ہے۔
اگرچہ خود تو اپنے دو اڑھائی سال سے زیادہ حکمرانی نہیں کی لیکن اس
عرصہ میں یہ شخص مذہب اسلام کی بنیاد ایسی مستحکم ڈال گیا"(۱)

مکمل تاریخ کشمیر' جلد سوم

اس جلد میں سکھوں کے دور حکومت کی تاریخ اور فرمانروائے کشمیر کے با اقتدار خاندان کی حکومت کا ذکر کیا گیا ہے۔ بالخصوص فرمانروائے مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ بہادر جی سی ایسی آئی والئے جموں کشمیر کے عہد حکومت کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔

مکمل تاریخ کشمیر جلد چہارم

اس جلد میں کشمیر کے مشہور تاریخی خاندانوں اور صوفیائے کرام اور شعرائے نامور کے حالات درج ہیں۔

'بہارِ کشمیر' از سیّد محمد ضامن علی

یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی، جو ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں کشمیر کے حالات اور مقامات کا تذکرہ درج ہے، چند فوٹو بھی منسلک ہیں۔

---

(۱) مکمل تاریخ کشمیر (جلد دوم) محمد الدین فوق، ص ا

'نگارستانِ کشمیر'[1] از قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی، جو ۹ ابواب اور ۴۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان ابواب کی تفصیل درج ہے۔

باب اوّل: سیر کشمیر، باب دوم: مضامین مفیدہ، باب سوم: کشمیر کا جغرافیہ، باب چہارم: تاریخ کشمیر، باب پنجم: تاریخ جامع سری نگر، باب ششم: بزرگانِ کشمیر، باب ہفتم مشاہیر کشمیر، باب ہشتم: مضامینِ متفرق، باب نہم: مضامین خاص۔

باب اوّل کشمیر کے تاریخی پس منظر سے متعلق ہے۔ باب دوم کے شروع میں علم تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے اوراس کے بعد پروفیسر ایشوری پرشاد و پنڈت لیکھ رام و مہتہ آنند کشور کی 'گلدستۂ کشمیر' کے بعض اعتراضوں کی تردید کی ہے اوراس کے علاوہ کشمیر کی تاریخیں، جنگِ مہابھارت، اورسری کرشن جی، گوتم بدھ، شنکراچاریہ، مؤرخینِ کشمیر کی غلطیاں، کشمیر کی آبادی اور حکومت وغیرہ مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

باب سوم میں کشمیر کے جغرافیائی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آب وہوا، باغات، چشمہ شاہی، نشاط باغ، نسیم باغ، تالاب، جھیل، کانیں، اقوامِ کشمیر، زبان کشمیر، مذاہبِ کشمیر وغیرہ موضوعات کا ذکر شامل ہے۔

باب چہارم میں خاندانِ جموں، خاندانِ کنند، خاندانِ پانڈو، خاندانِ مالوہ، خاندانِ گودہر، خاندانِ جموں بادوم، خاندانِ ترکی، خاندانِ راجگان اجین، خاندانِ برہمن، خاندانِ کارکوٹ، خاندانِ خمار، خاندانِ کوہرکوٹ، کوٹہ رانی زین العابدین وغیرہ خاندان کے عہد حکومت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب پنجم سری نگر کی تاریخ سے متعلق ہے۔

باب ششم میں بزرگانِ کشمیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی قبر، سیّد نصیرالدین خانیاری، مولانا انورشاہ

---

(۱) مملوکہ: سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی

وغیرہ بزرگانِ کشمیر کے سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب ہفتم میں کشمیر کے مشاہیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب ہشتم میں ہندوؤں کے علوم، ہندو مذہب اور جنگ، ڈولہ، انہدم، منادر وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں نہ صرف کشمیر کے سیاسی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے بلکہ جغرافیائی، سماجی، ثقافتی اور مذہبی وغیرہ پہلوؤں پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

'تاریخ بڈشاہی' از محمد الدین فوق

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۵۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں کشمیر کے ایک حکمراں بڈشاہ کے دورِ حکومت کی تاریخ درج ہے۔

اودھ سے متعلق تاریخیں

اودھ جو کہ اتر پردیش کا اہم ترین تاریخی صوبہ ہے، اس پر بڑی تعداد میں اُردو میں تاریخیں لکھی گئیں۔ ان میں سے بعض تاریخوں کا مفصل تعارف اس طرح ہے۔

'تاریخ اقتداریہ' از اقتدارالدولہ

اودھ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اقتدارالدولہ کی تالیف ''تاریخ اقتداریہ'' اہم ترین تصنیف ہے۔ اس مخطوطے کا سن تصنیف ۱۸۶۴ء ہے، یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، جس کا مجموعی حجم ۱۵۰۳ صفحات ہیں۔ اس میں غازی الدین حیدر شاہ اودھ کے حالات ۱۸۱۴ء سے ۱۸۶۳ء تک درج ہیں، یہ صوبۂ اودھ کی مکمل تاریخ ہے، اس کے علاوہ اس میں مغل بادشاہ فرخ سیر سے لے کر شاہ عالم تک کا حال درج ہے۔ احمد شاہ ابدالی تک کے حملوں کے واقعات، واجد علی شاہ کا حال تفصیل سے تحریر ہے۔ "تاریخ اقتداریہ" کا یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

'تواریخ نادر العصر' (۱) از منشی نول کشور

۱۸۶۳ء میں ہی اودھ کی تہذیبی، معاشرتی و تعمیری حالات پر مشتمل منشی نول کشور کی تالیف ''تواریخ نادر العصر''، لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۴۷۷ صفحات پر مبنی ہے، ابتداء میں پس منظر کے طور پر ہندوستانی راجاؤں کے سلسلوں، ہندو مذہب، بادشاہانِ اسلام، ہندوستان پر کمپنی سرکار کا تسلط، غدر کا حال، ذکرِ عہد دولت ملکہ معظمہ اور ہندوستانی باشندوں کے بارے میں مختصر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد تفصیل سے لکھنؤ کے نوابوں کے عہد کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ شاہان اودھ کی تہذیبی و تمدنی تاریخ بھی درج ہے۔ لکھنؤ کی قدیم عمارتوں، سڑکوں، گلیوں، بازاروں کا بیان بہت کچھ عینی شہادتوں پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے اسے تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس کتاب کا وہ حصّہ قابل مطالعہ ہے، جس میں لکھنؤ کی تاریخی عمارتیں کب اور کہاں اور کتنے سرمایہ سے تعمیر ہوئی تھیں، ان کی تفصیل اس کتاب کا سب سے قیمتی حصّہ ہے۔ اس کے علاوہ ان دنوں اتر پردیش کی پیداوار کتنی تھی، بازار کا نرخ کیا تھا اور صوبہ کی اہم تاریخی چیزیں کیا تھیں، ان سب کی معلومات فراہم ہوتی ہے، اس اعتبار سے "تواریخ نادر العصر" درحقیقت نادر العصر ہے۔ اس کتاب کے آخر میں باشندگان لکھنؤ کا تذکرہ ہے، مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ لکھنؤ اور صوبہ اودھ کے بارے میں سماجی اور تاریخی بیانات جتنے "تواریخ نادر العصر" میں ملتے ہیں۔ اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی اور اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ اودھ کی تاریخ کے سلسلے میں یہ ایک دستاویز ہے۔

'افضل التواریخ' از رام سہا تمنا (۲)

یہ کتاب ۱۸۷۲ء میں ''لکھنؤ سے شائع ہوئی، اس میں اودھ کی تاریخ عہدِ ہنود سے انگریزی حکومت کے قیام تک درج ہے، ''افضل التواریخ'' دو حصوں پر مشتمل ہے،

---

(۱) پہلی اشاعت کے بعد عابد رضا بیدار صاحب نے خدا بخش اورینٹل لائبریری سے ۱۹۹۰ء میں دوبارہ شائع کیا۔

(۲) رام سہا تمنا ۱۸۵۴ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، ان کا شجرۂ نسب اس طرح ہے منشی رام سہا تمنا ولد منشی پورن چند ذرہ لکھنؤی ولد منشی ایشوری پرشاد شعاع لکھنؤی ولد منشی اودے راج مطلع لکھنؤی۔

جس کا مجموعی حجم ۳۸۲ صفحات ہیں، جلد اوّل ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۷۶ء میں شائع ہوئی اور دوسری جلد ۱۸۷۹ء میں، شائع ہوئی، یہ جلد ۲۹۰ صفحات پر مبنی ہے۔

'آئینۂ اودھ' (۱) از مولانا مولوی شاہ سیّد محمد ابوالحسن

''آئینۂ اودھ'' ۱۸۸۸ء میں کانپور سے شائع ہوئی، جو آگرہ اور اودھ کی متحدہ تاریخ پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں طبقات ناصری، حبیب السیر، تاریخ فرشتہ، خلاصۃ التواریخ، مخزن التواریخ، اخبار الاخیار، اکبر نامہ، عبرت نامہ، تزک جہانگیری وغیرہ ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔

کتاب کے آخر میں قطعۂ تاریخ درج ہے، اس کے علاوہ شیخ ابوالحسن کا شجرۂ نسب بھی منسلک ہے، یہ کتاب ۲۹۰ صفحات پر مبنی ہے۔

'تاریخ سوانحات سلاطین اودھ' (۲) از سیّد کمال الدین حیدر

''تاریخ سوانحات سلاطین اودھ'' ریاست اودھ کے تفصیلی حالات پر ایک مستند دستاویز ہے، جو ۱۸۹۶ء میں مطبع نول کشور واقع لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے، ان دونوں جلدوں کا مجموعی حجم ۸۵۷ صفحات ہیں۔ اس میں شاہان اودھ کی مفصل سیاسی و تمدنی تاریخ قلمبند کی گئی ہے، تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے یہ کتاب اودھ پر لکھی گئیں تاریخوں میں اہم ترین ماخذ ہے۔ اس کتاب میں شاہان اودھ اور اراکین سلطنت اودھ کی سوانح حیات کے ساتھ ساتھ ان کی عکسی تصاویر منسلک ہیں۔

مہاراجہ سرد گجے سنگھ بہادر (۳) نے اس کا صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملیہ اسلامیہ

(۲) پہلی بار ۱۸۷۹ء ہی میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے مہاراجہ سرد گجے سنگھ کے اہتمام سے دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ دوسرے ایڈیشن میں دوسری جلد قیصر التواریخ کے نام سے شائع ہوئی، دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۶ء میں اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی اور سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی، ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری میں محفوظ ہے، اس کتاب کے صفحات کے چند عکس ضمیمہ سوم میں منسلک ہیں۔

(۳) تقریظ از مہاراجہ سرد گجے سنگھ بہادر، تاریخ سوانحات سلاطین اودھ (جلد اوّل) ص ۲ تا ۴

مجموعی اعتبار سے یہ کتاب شاہانِ اودھ کی بہترین اور سب سے زیادہ معیاری تاریخ ہے۔ جہاں تک تاریخ سوانحات سلاطین اودھ اور اودھ پر دستیاب دوسرے مؤرخین کی کتابوں کا تعلق ہے تو کمال الدین حیدر ہی وہ واحد مؤرخ ہیں۔ جس نے ممکنہ طور پر کہیں کہیں بہت ہی چھوٹے سے جملے میں حقائق کو بیان کیا ہے۔ بقول کمال الدین حیدر ''ارباب سیر و تواریخ کو فقط ایسے اشارات کافی ہیں'' اس کتاب کی جلد اوّل کا آغاز چند اشعار پر مشتمل ایک قطعۂ تاریخ سے ہوا ہے'' تقویم حال سلطنت صوبۂ اودھ'' مذکورہ جلد اوّل کے قطعۂ تاریخ کا آخری مصرعہ ہے مؤلف نے اسی مصرعہ کو جلد دوم کا عنوان قرار دیا ہے۔ یہ جلد ۳۸۸ صفحات کی ضخامت رکھتی ہے۔ اس میں برہان الملک سے امجد علی شاہ تک کے حالات جز و کل اولاد و احفاد و صاحبان محلات و خاندان مملکت اودھ کا مع احوال عمائد و اراکین ریاست اودھ درج ہیں۔ اس کے علاوہ ہر ایک کی تصویر کے احوال کے ساتھ نسب ہیں۔

'قیصر التواریخ' (جلد دوم)

'تاریخ سوانحات سلاطین اودھ' جلد دوم کا عنوان "قیصر التواریخ" ہے دراصل یہ جلد واجد علی شاہ کے عہدِ سلطنت کے احوال پر مبنی ہے، جو ۴۶۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ جلد دوسرے باب سے شروع ہو کر پانچویں باب پر ختم ہوتی ہے۔

باب دوم کا آغاز دوسرے جلوس حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ کے بیان سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اسی باب میں تفصیل اولاد و محلات بادشاہ، تفصیل شاہزادی ہای عصمت مآب معزولی نواب امین الدولہ و منصوبی سیّد علی نقی خاں بہادر نقشۂ دربار، گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کا کلکتہ میں آنا وغیرہ واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔ باب سوم میں ہنگامۂ فساد عظیم بلوائے ہندوستان و انتظام خاص لکھنؤ و ریاست ناپائیدار مرزا برجیس قدر، فساد خاص لکھنؤ، چیف کمشنر کا قیصر باغ سے اسباب شاہی لانا، مسند نشینی مرزا برجیس قدر، شاہزادہ حضرت سلطانِ عالم وغیرہ نوابوں کے حالات بڑی

شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

باب چہارم میں جدول بادشاہانِ شاہجہاں آباد، خلاصہ احوال سلطنت ہندوستان وغیرہ واقعات کو درج کیا گیا ہے۔ باب پنجم: اس میں فساد عظیم بلوائے عام شاہ جہاں آباد تا خاتمہ اور بہادر شاہ ظفر کا رنگون جانا اوران کا انتقال، سفیر مرزا برجیس قدر کا آنا اور پھر لکھنؤ جانا، احوال جاگیرداران متعلقہ دلّی، امرائے قدیم وجدید شاہی دہلی، روسائے شہر دہلی، احوال فیروز شاہ شاہزادہ وغیرہ پہلوؤں کی نظر ثانی کی گئی ہے۔

'تاریخ اودھ' از نجم الغنی رامپوری

یہ کتاب ۱۹۰۹ء میں مطبع نامی مطبع العلوم مراد آباد سے شائع ہوئی، اس کتاب میں نوابان اودھ کے حالات نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت کے عہد سے خاتم السلاطین واجد علی شاہ کے عہد تک مشتمل ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مبنی ہے، جس کا مجموعی حجم ۸۴۴ صفحات ہیں

'تاریخ اودھ' (جلد اوّل)

یہ جلد ۱۹۰۹ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی، جو ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برہان الملک نواب سعادت خاں بانی سلطنت اودھ سے لے کر مرزا محمد مقیم المخاطب بہ نواب ابوالمنصور صفدر جنگ کے عہد تک کے حالات واقعات درج ہیں۔

'تاریخ اودھ' (جلد دوم)

یہ جلد ۱۹۱۰ء میں مراد آباد سے شائع ہوئی، جو ۲۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نواب شجاع الدولہ کی مسند نشینی سے وزیر علی خاں کی معزولی اور خارج کیے جانے تک کے حالات درج ہیں۔

'تاریخ اودھ' (جلد سوم)

یہ جلد ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی، جو ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نواب سعادت علی خاں، نواب غازی الدین حیدر خاں، نصیر الدین حیدر خاں اور رفیع الدین حیدر کے عہد تک کے واقعات درج ہیں۔

'تاریخ اودھ' (جلد چہارم)

یہ جلد ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی، جو ۱۳۴ صفحات پر مبنی ہے۔ اس میں مرزا محمد علی خاں، امجد علی خاں اور واجد علی شاہ کے حالات درج ہیں۔

'شباب لکھنؤ' (۱) از محمد احد علی (۲)

یہ کتاب ۱۹۱۲ء میں مطبع الناظر پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۱۸۱ صفحات اور ۱۱۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں اردو، فارسی اور انگریزی کے مستند ماخذوں کے حوالوں سے محمد امین برہان الملک کے عہد سے نصیر الدین حیدر کے عہد تک کی سلطنت اودھ کے سیاسی وثقافتی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔

'مرقع اودھ' از محمد احد علی

۱۹۱۲ء میں محمد احد علی کی تالیف ''مرقع اودھ'' لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے مستند ماخذوں سے مدد لے کر مرتب کیا ہے، جن کتابوں سے مؤلف نے مدد لی ہے ان کے نام بھی درج کئے ہیں اس میں اودھ کے فرمانرواؤں کے مجمل حالات نواب برہان الملک کے عہد سے لے کر نصیر الدین حیدر تک کے مفصل حالات اور ان کی بادشاہت کی کیفیت بھی درج ہے۔

'تاریخ گلدستۂ اودھ' (۳) از منشی بلاقی داس

''تاریخ گلدستۂ اودھ'' جو شاہان اودھ کی اہم ترین تاریخ ہے۔ اس میں شاہان اودھ ابتدائے عہد نواب سعادت خاں سے امجد علی شاہ تک کے حالات وواقعات درج ہیں یعنی اس میں اودھ کے تاریخی حالات ۱۷۳۲ء سے ۱۸۴۷ء تک پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

(۲) مؤلف ۱۸۹۶ء میں کاکوری میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام محمود تھا

(۳) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی، اس کتاب کا سرورق ضمیمہ سوم میں منسلک ہے۔

بلگرام سے متعلق تاریخیں

تاریخ بلگرام از سیّد فرزند احمد صغیر بلگرامی

یہ کتاب بلگرام کے تاریخی اور جغرافیائی حالات پر مشتمل ہے۔ اس کا سنِ تصنیف ۱۸۸۳ء ہے۔ ذیل میں اس کتاب کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

"واضح ہو کہ بلگرام وہ مقام ہے کہ جس کی شناخت کے لیے کچھ نشان اور پتہ دینے کی ضرورت نہیں ہاں اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ صوبۂ اودھ متعلقۂ ہند میں قنوج شہر مشہور سے سمتِ شمال مائل بہ مشرق پانچ کوس کے فاصلے پر قصبۂ بلگرام واقع ہے اور دریائے گنگ قنوج اور بلگرام کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔ حضرت آزاد بلگرامی کتاب مآثر الکرام میں لکھتے ہیں کہ طول البلد بلگرام کا ایک سو چھتیس درجہ اور پچپن دقیقہ سمتِ قبلہ اور پانچ دقیقہ مغرب سے جانب شمال ہے اور مسافت درمیان مکّہ اور بلد کے ۳۵ درجہ اور ۵۳ دقیقہ ہے اور مسافت درمیان مکّہ اور بلد کے فرسخوں کے اعتبار سے سات سو نواسی فرسخ ہے۔ بلگرام عہد شاہی میں سرکارِ خیر آباد مضاف صوبۂ اختر نگر اودھ مشہور تھا اور اب عہد انگریزی میں یہ قصبہ ہردوئی کے متعلق ہو گیا ہے اور ہردوئی بلگرام سے آٹھ کوس ہے"

نجیب آباد سے متعلق تاریخیں

'تاریخ خاندان نجیب آباد' از مرزا نصیر الدین

یہ قلمی نسخہ غدر کے عہد کی ایک اہم تاریخ ہے، جو نجیب آباد سے متعلق ہے۔ اس کے ۱۹۱ صفحات ہیں۔ ذیل میں اس کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

ابتداء

"روایت ہے ۱۱۵۹ھ اس سال میں نجیب خاں افغان ۔۔۔ ساکن مانی ۔۔۔ داخل سرزمین اودھ کے ہوئے ۔۔۔"

خاتمہ

"جب افسران مذکور نے اپنی دال گلتے ہوئے نواب کے مطبخ میں نہ دیکھی اور نقارخانہ میں طوطی کی سی آواز کا نقشہ ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" (۱)

'نجیب التواریخ' از مرزا نصیر الدین تحصیلدار

یہ کتاب محمد نجیب خاں بہادر، والی ملک نجیب آباد کے تاریخی واقعات پر مشتمل ہے، اس کا سنہ تصنیف ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء ہے۔

---

(۱) بحوالہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کے اردو مخطوطات، ڈاکٹر عطا خورشید، ۱۹۹۵ء، دہلی ص ۸۷۔

ذیل میں اس کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

ابتداء

"بعد حمد ایزد پاک و نعت سیّد لولاک ہیچ مداں نصیر الدین محمد ولد مولوی مرزا عبدالباری خاں ڈپٹی کلکٹر خلف مولوی مرزا عبدالقادر خاں بہادر صدر الصدور سابق مراد آباد۔۔۔۔"

خاتمہ

"اور رئیسانہ مراد آباد میں متوطن ہو کر ساتھ خوشی وضع و نیک۔۔۔ کے بسر کرتے ہیں"(۱)

'تاریخ بلدۂ نجیب آباد' از نواب سعید اللہ خاں

اس کتاب کا سنہ کتابت ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء ہے، یہ ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ذیل میں "تاریخ بلدۂ نجیب آباد" کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

ابتداء

" حمد و ثناء اس خالق جن و بشر کو کہ جس نے ایک پتلۂ خاکی نژاد کو اپنے نائدہ افضال سے پیدا کر کے ذہن سلیم و طبع مستقیم عنایت فرمایا۔۔۔"

خاتمہ

"باقی ماندوں پر ایسا بدنما دھبہ لگایا تھا اگر اس دھبّہ کو سیف اللہ خاں صاحب اپنی محنت و جانفشانی و سرفروشی کے نہ مٹاتے تو قیامت تک مِٹنا مُحال تھا"(۲)

---

(۱) بحوالہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کے اردو مخطوطات، ڈاکٹر عطا خورشید، ۱۹۹۵ء، دہلی، ص ۸۷

(۲) ایضاً .... ص ۸۶

فصل دوم

وسطی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

اس فصل میں وسطی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں برہان پور، اندور، مالوہ، پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ذیل میں ان تاریخوں کا خلاصہ درج ہے۔

'تاریخ برہان پور' (۱) از مولوی محمد خلیل الرحمٰن

برہان پر لکھی جانے والی تاریخوں میں مولوی محمد خلیل الرحمٰن کی تالیف ''تاریخ برہان پور'' اہم ترین تاریخ ہے، جو ۱۸۹۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۱۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بزرگان برہان پور کے سوانحات اور ان کے ملفوظاتِ جلالی کا تذکرہ درج ہے۔ اس کے علاوہ کیفیت آبادی شہر برہان پور، احوال بادشاہانِ فاروقیہ، احوالِ سلطنت نصیر خاں فاروقی اور ان کے جانشینوں کے حالات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بزرگانِ دین میں جناب حضرت شاہ برہان الدینؒ اولیاء، حضرت شاہ زین الدین داودؒ، حضرت شاہ نظام الدینؒ، حضرت شیخ یوسف المعروف شاہ جوسی چشتیؒ، حضرت شاہ بھکاری چشتیؒ، حضرت شاہ بہاؤالدین باجن چشتیؒ، حضرت شیخ عزیز اللہ متوکلؒ، حضرت شاہ عبدالحکیمؒ، حضرت شاہ شہبازؒ وغیرہ بزرگان دین کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

'تاریخ اندور' (۲) از خافی خان

خافی خاں کی تالیف ''تاریخ اندور'' ۱۹۲۵ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے، یہ وسطی ہندوستان سے متعلق تاریخوں میں اہم ترین کتاب ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

(۲) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

اس کتاب میں فرمارِوایان خاندان ہلکر یعنی ملہر راؤ ہولکر، اہلیا بائی، ٹوکو جی ہولکر، جسونت راؤ ہولکر، تلشا بائی اور ملہر راؤ دوم، مارتنڈ راؤ ہری راؤ، کھنڈی راؤ، ٹوکو جی دوم سیوا جی راؤ، مہاراج ٹوکو جی راؤ سوم کے کارنامے، شہنشاہ اورنگزیب کے آخری عہد سے ۱۹۲۴ء تک کے ریاست اندور کے واقعات پرانے کاغذات و دیگر مستند ماخذوں کے حوالوں کی روشنی میں درج کئے گئے ہیں۔

'گلدستۂ روساء یعنی تاریخ مالوہ' (۱) از سیّد نصرت علی

مالوہ پر لکھی جانے والی تاریخوں میں سیّد نصرت علی کی تالیف گلدستۂ روساء یعنی تاریخ مالوہ'' اہم ترین مقامی تاریخ ہے، جو دستاویزات فرامین پر مبنی ہے، اس کتاب میں مالوہ کے جن پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ان میں مالوہ میں پیدا ہونے والی اشیاء، پیشہ وران جن میں اہیر، ایار، بوہرہ، بھٹر بونجا، بنجارہ، بنجارہ گوار، بھاٹ، بھنا، بیلدار، بلائی باری، بھانڈ، بہروپیہ، پٹوا، تیلی، ترہ فروش جاٹ وغیرہ پیشہ وران کے بارے میں مفصل بیان درج ہے۔ اس کے علاوہ مالوہ کی قوموں کا حال درج ہے۔ جن میں مسلمان اقوام، ہندو اقوام، اہل ہنود کے فقراء کا بیان، پارسی قوم کا بیان اور اس کے علاوہ بیان عادات واطوار و مراسم سکنائے مالوہ درج ہے۔ کتاب کے آخر میں تاریخ مالوہ کا خلاصہ درج ہے، جو ضمیمہ نصیرت الاخبار کے نام سے درج ہے۔ اس میں اہلِ مالوہ کے رسومات تعزیت وتہمنیت، ہندو مسلمان کے تہواروں کا بیان تحریر ہے۔ اس کے بعد ۱۲ صفحوں پر راجگان اندور کا حال جو ہولکر کے نام سے مشہور ہے، تحریر ہے۔

اس کے علاوہ بھوپال شہر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام بھوپال کیسے پڑا اور فرمانروایان بھوپال، یعنی نواب محمد خاں بن سردار دوست محمد خان کا ذکر، ذکرِ حکومت نواب فیض محمد خاں، ذکرِ حکومت حیات محمد خاں ودیوان چھوٹیخاں ونیابت مرید خان وعروج دولت میاں دوست محمد خاں، ذکرِ حکومت نواب غوث محمد خاں،

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، اس میں اشاعت سن نہیں ہے۔

اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء

الحمد للہ کہ درین زمان سعادت تواماں کتاب مستطاب

اسمے

گلدستۂ روساء

یعنے تاریخ مالوہ

تاریخ ریاستہاے ہندوستانی

در مطبع نصرت المطابع دہلی طبع شد

سرورق ''گلدستۂ روساء یعنی تاریخ مالوہ'' مؤلفہ سیّد نصرت علی

ذکرِ حکومت نواب نصیر الدولہ نظر محمد خاں ابن نظر محمد خاں ، ذکر حکومت جہانگیر محمد خاں ، ذکرِ حکومت نواب سکندر بیگم صاحبہ، ذکرِ ریاست نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ دام اقبالہا اور ذکرِ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ بعہدہ بھوپال وغیرہ نوابوں کے سوانحات اور ان کے عہد کے اہم ترین واقعات درج ہیں۔

اس کے بعد روساء بڑوانی، روسائے ٹونک، روسائے جھابوہ، روسائے خلجی، روسائے دہار، روسائے دیواس، روسائے رتلام، خاندان روساء راجگڑھ اور نرسنگ گڑھ ، روسائے راگوگڑھ، روسائے سیلانہ، روسائے سیتا موکا بیان، روسائے علی موین وغیرہ روساء کا بیان مستند ماخذوں کے حوالوں کی روشنی میں درج ہے۔ اس کے بعد خاندان ریاست کوروائی کے فرمانروایان کے عہد کے حالات اور ان کے سوانحات تحریر ہیں۔

اس کے بعد فرامین و دستاویزات درج ہیں ۔ اس کے علاوہ نقول اسناد انگریزی بہ عنوان تاریخ وقائع دلیری درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک اور ضمیمہ درج ہے، جو ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جن میں مختلف علاقوں کے کفیل اور غیر کفیل ٹھاکروں کا بیان ہے۔ ان میں دہار کے ان ٹھاکروں کے بارے میں، جن کی سرکار کفیل تھی، دہار کے غیر کفالتی ٹھاکر کا بیان، علاقۂ رتلام کے غیر متکفل ٹھاکروں کا بیان، علاقۂ سیلانہ کے غیر متکفل ٹھاکروں کا بیان ، جاورہ کے علاقہ کے غیر متکفل ٹھاکر، دیواس کے علاقے کے غیر متکفل ٹھاکر اور کفالتی ٹھاکر، علاقہ رامپور، علاقۂ در بار اندور کے غیر متکفل ٹھاکر، علاقۂ ہلکر کے کفالتی حالات درج ہیں۔

فصل سوم

جنوبی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

'تاریخ سوانح دکن' (۱) از منعم خاں اورنگ آبادی

۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اُردو میں دکن کے شہروں قصبات پر بڑی تعداد میں تاریخیں لکھی گئیں۔ ان تاریخوں میں منعم خاں اورنگ آبادی کی تالیف "تاریخ سوانح دکن" اہم ترین تصنیف ہے۔ اس کتاب کا سنِ تصنیف ۱۷۸۶ء ہے، یہ حکومت آصفیہ کی تاریخ پر مشتمل ہے، جس میں اس کے چھ صوبوں کے تاریخی حالات درج ہیں، مؤلف نے نہ صرف ان صوبوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے بلکہ جغرافیائی حالات کا بھی ذکر کیا ہے اس ضمن میں آب وہوا، جھیلوں، پہاڑوں وغیرہ پہلوؤں پر نظر ثانی کی ہے، ڈاکٹر زور نے اس کتاب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں مشہور مؤرخ منعم خاں، قدرت جنگ منجم الدولہ اورنگ آبادی کی یہ تاریخ دکن ان معتبر تاریخوں میں سے ہے، جن سے خاص طور پر دکن کے چھ صوبوں کی نسبت اہم معلومات حاصل ہوتی ہے" (۲)

ڈاکٹر جاوید علی خاں نے اس مخطوطے کے بارے میں لکھا ہے کہ

The Tarikh-i-Sawanih Dakkan is a history of the six provinces of the Deccan and rule of the Asafiyah rulers. The description of each province begins from medieval times. The

---

(۱) اس کا مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں ہے، جس کا ذکر افسر صدیقی امروہوی نے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد سوم میں، ص ۱۳۰ پر کیا ہے، ایک اور مخطوطہ امیر الدولہ پبلک لائبریری میں محفوظ ہے، اس کا ذکر فہرست مخطوطات میں ڈاکٹر محمد شفیق مراد آبادی نے ص ۱۶ پر کیا ہے۔

(۲) تذکرہ مخطوطات، جلد سوم، ڈاکٹر زور، ص ۳۲۰

author is interested in giving to topographical accounts, of how different areas were conquered by different Muslim rulers at different times, the different places which served as seats of saints and missionaries of Islam. More importantly, it gives revenue yields of each parganah"(1)

جہاں تک اس کتاب کے متن کا تعلق ہے تو وہ عام فہم ہے۔ ذیل میں اس کتاب کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"خدا کا بڑا احسان ہے اور اس کی حکمت بڑی ہے کہ طرح طرح کے ساتھ ملک پیدا کی اور طرح طرح کی دنیا میں صورتاں اپنی حکمت سے بنایا۔ آدمی کو موافق عقل کہاں سے ہے کہ اس کی حکمت کو پہچانے"

اختتام

"پہلا صوبہ مذکور اٹھارہ سرکار دو سو پچاس پرگنہ اور دو پرگنہ اور تنخواہ اس کو دو کروڑ اور ایک لاکھ سات ہزار نو سو چار روپے دس آنے۔ ٹکڑہ دوسرا تعلقہ کرناٹک مذکور بیچ قبضہ زمینداروں سری رنگ پٹن کے بلا قید محل تنخواہ اس کی پانچ کروڑ بیس اور دو لاکھ" (۲)

اس طرح یہ کتاب تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے اہمیت کی حامل ہے، جس میں سیاسی، تہذیبی اور تمدنی تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیائی احوال کا تذکرہ ملتا ہے۔

گلزار آصفیہ از غلام حسین

"گلزار آصفیہ" دکن کی عام تاریخ ہے۔ اس کتاب کا سن تصنیف ۱۸۰۶ء ہے، یہ کتاب چار باب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں سلاطین قطب شاہیہ کا ذکر ہے۔

(1) Beginnings of Historical writtings in Urdu, Dr. Javed Ali Khan, Journal of the Pakistan Historical Society, vol. XLII, January, 1994, P28

(۲) بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد سوم، افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۵

دوسرے باب میں شاہان آصفیہ کی تاریخ درج ہے، تیسرے باب میں حیدرآباد کے امراء ودیگر ارباب فضل وکمال کا تذکرہ ہے، چوتھے باب میں صوبہ جات دکن کی تفصیل ہے۔

'گلدستہ بیجاپور' از میر احمد علی خان

۱۸۶۱ء میں خواجہ میر احمد علی خاں کی تالیف خواجہ میر احمد علی خاں کی " گلدستہ بیجاپور" دکن سے شائع ہوئی، جو ۱۲۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب بیجاپور کے عادل شاہی خاندان کے حکمرانوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

'تاریخ خورشید جاہی' (۱) از مولوی غلام امام خاں

۱۸۷۹ء میں مولوی غلام امام خاں کی تالیف ''تاریخ خورشید جاہی'' حیدر آباد سے شائع ہوئی، اس کتاب کا سنِ تصنیف ۱۸۶۷ء ہے، یہ سلطنت آصفیہ کی تاریخ پر مشتمل ہے، اس کے مقدمے میں علم تاریخ کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہندوستان کے سولہ صوبوں کا تذکرہ ہے۔ تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی حالات درج ہیں، دوسرے باب میں دکن کے چھ صوبوں یعنی بیدر، حیدر آباد، برار، بیجاپور، خاندیش اورنگ آباد کا تذکرہ ہے۔ صوبوں کا محاصل اضلاع کی تعداد، دکن کے صوبوں کی آمد وخرچ یعنی مداخل ومخارج بھی درج ہیں۔ آخری باب میں صوفیائے کرام کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ دکن کے صوفیاء کو صوبوں کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے، آخر میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا تذکرہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔

'محبوب السیر' از ابوالفضل محمد عباس شیروانی

دکن پر لکھی جانے والی تاریخوں میں ابوالفضل محمد عباس شیروانی کی تالیف "محبوب السیر" اہم ترین تاریخ ہے، جو ۸۱ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا سنِ تصنیف ۱۸۹۷ء ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، رامپور رضا لائبریری، اس کتاب کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں ہے، جس کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے "کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات (جلد اول) ص ۲۳۸ پر کیا ہے۔

نحمدہ و نشکرہ و نصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ رشید الدین خانی

در حاشیہ

تاریخ خورشید جاہی

در مطبع ریاض ہند علیگڈھ باہتمام محمد عبداللہ خان طبع شد

سرورق ''تاریخ خورشید جاہی'' مؤلفہ مولوی غلام امام خاں
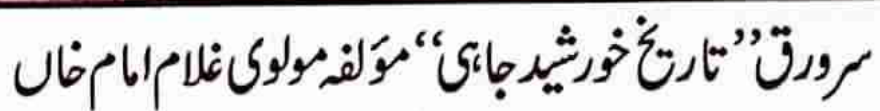
یہ کتاب چار ابواب میں تقسیم کی گئی ہے، ذیل میں ان ابواب کا خلاصہ درج ہے۔

باب اوّل : قطب شاہوں کا حال

دوسرا باب چار فصلوں پر منقسم ہے

فصل اوّل : مغلیہ صوبے دار

فصل دوم : آصف جاہ اوّل

فصل سوم : امارتِ آصف جاہ

فصل چہارم : اولادِ آصف جاہ

تیسرا باب : شہر حیدر آباد کا حال

چوتھا باب : صوبہ جات حیدر آباد

اس میں گلبرگہ، بیدر، احمد نگر، برہان پور، کا حال درج ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں تاریخ دکن، نصر اللہ خاں، تاریخ رشید الدین خاں، تاریخ خورشید جاہی و تاریخ گلدستہ دکن و تاریخ گلزار آصفیہ سے استفادہ کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

'تاریخ دکن' (سلسلۂ آصفیہ) (۱) از سیّد علی بلگرامی

۱۸۹۷ء میں مولوی سیّد علی بلگرامی کی تالیف "تاریخ دکن" (سلسلۂ آصفیہ) آگرہ سے شائع ہوئی، یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، ان جلدوں کا مجموعی حجم ۱۵۷۷ صفحات ہیں۔ ذیل میں ان جلدوں کا خلاصہ درج ہے۔

'تاریخ دکن' (سلسلۂ آصفیہ) جلد اوّل

یہ جلد ۴۸۳ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ابتدائے عہدِ ہنود سے لے کر تمام حالاتِ سلاطین بہمنیہ، گلبرگہ و بیدر سلاطین، عادل شاہیہ، بیجاپور و نظام شاہیہ، احمد نگر و قطب شاہیہ، گولکنڈہ برید شاہیہ بیدر و عماد شاہیہ برار خاندان فاروقیہ برہان پور و سلاطین ہند

---

(۱) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

وغیرہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ اس میں جغرافیائی حالات، دکن کے قدیمی رواج، دکن کے قدیمی مذاہب، زمانہ وسطیٰ عہد اسلام، ہندوستان پر مسلمانوں کا قبضہ، دکن کا دہلی سلطنت میں شامل ہونا، سلطنت خاندان دکن کا انقلاب، سلطان علاؤ الدین حسن کانگوئی بہمنی وغیرہ کے حالات بڑی شرح وبسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔

'تاریخ دکن' (سلسلۂ آصفیہ) جلد دوم

یہ جلد ۴۳۱ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۰۰ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، اس میں شاہانِ بیجاپور، احمد نگر و گولکنڈہ اور خاندیش کے حالات بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

'تاریخ دکن' (سلسلۂ آصفیہ) جلد سوم

یہ جلد ۶۶۳ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۰۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، اس جلد میں جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں دکن پر شاہجہاں کا حملہ، سلطنت نظام شاہی کی تباہی، سلاطین قطب شاہی و عادل شاہی کا مغلوں کا باجگذار ہونا، عادل شاہی سلطنت کی فتوحات، دکن میں مرہٹہ اقوام کا رعایا کے درجہ سے ترقی کر کے سپاہی بننا، ڈچ، ڈنمارک، فرانسیوں اور انگریزوں کا تجارت کے لئے ہندوستان میں آنا، عالمگیر کا ایام شاہزادگی میں دکن کا صوبہ دار ہونا، سلطان محمد عادل شاہ کے آخر عہد تک دکن کے تمام مشائخ و بزرگان دین کا تذکرہ درج ہے۔

'تاریخ بیڑ' (۱) از ابوالبرکات محمد قطب اللہ

۱۸۹۹ء میں ابوالبرکات محمد قطب اللہ کی تالیف ''تاریخ بیڑ'' حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۱۴۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں حیدر آباد دکن کے ایک مقام بیڑ کی سیاسی اور ثقافتی تاریخ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔

’تاریخ بیدر‘ (۱) از مولوی محمد سلطان

۱۹۰۷ء میں مولوی محمد سلطان کی تالیف ”تاریخ بیدر“ مطبع در مطبع آصفیہ گلبرگہ سے شائع ہوئی، جو ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بلدہ محمد آباد بیدر کے موجودہ حالات وعہد سلاطین سابق کے مکمل واقعات اور بزرگان دکن کی کشف و کرامات درج ہیں، اس کے علاوہ شہر وعمارات بیدر کے نقشہ جات وشاہان بہمینہ کی تصاویر وسکہ جات وفرامین قدیم کے نقوش منسلک ہیں۔

’حدیقہ مملکت عثمانیہ گلزار آصفیہ باتصویر‘ (۲) از مولوی سیّد خواجہ

۱۹۰۸ء میں مولوی سیّد خواجہ کی تالیف "حدیقہ مملکت عثمانیہ، گلزار آصفیہ با تصویر" حیدرآباددکن سے شائع ہوئی، جو ۲۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب قدیم عہد سے انگریزوں کی آمد تک ریاست حیدرآباددکن کی دیگر ریاستوں کی تاریخ پر مبنی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے فارسی، اردو اور مراہٹی زبان کے مستند ماخذوں سے استفادہ کیا۔ ان ماخذات میں تاریخ فرشتہ، تاریخ خورشید جاہی، تاریخ رشید الدین خانی، رہبر دکن، بستان آصفیہ، تاریخ کرناٹک، تاریخ مہاراشٹر، تاریخ بیجانگر وغیرہ یہ کتاب دو حصّوں پانچ ابواب اور نو فصلوں پر مشتمل ہے۔ حصّہ اوّل اہل ہنود سے متعلق ہے۔ اس حصّے میں قدیم راجگان دکن کے مختلف صوبوں کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان صوبوں میں صوبہ اورنگ آباد، صوبہ محمد آباد، بیدر، صوبہ گلبرگہ، صوبہ برار فتح پور، بیجاپور، بیجانگر، خاندان ریاست میسور کی قدیم تخت گاہ وغیرہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، دوسرا حصّہ مسلمانوں کی مکمل حالات یعنی دکن میں مسلمانوں کی آمد اور مذہب اسلام کی اشاعت سے متعلق ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

اس حصے میں مؤلف نے جن حالات و واقعات پر روشنی ڈالی ہے، وہ ہیں دکن میں سلاطینِ اسلام کی آمد، خاندان بہمنیہ، سلطنتِ بہمنی کی اجزائے حکومت ،حکومتِ عادل شاہی، خاندان نوابان شہنوز، خاندان نظام شاہی، خاندان عماد شاہی، یورپین کی آمد، دکن کی قدیم جغرافیائی حالت، خاندان قطب شاہی اور خاندان آصف جاہی وغیرہ کے حالات و واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے آخر میں ۱۶ خاندانوں کے شجرات دیئے ہیں۔ان شجرات میں خاندان راجگان تلنگانہ، خاندان مرہٹہ، خاندان پیشوا، خاندان بیجانگر، خاندان میسور، خاندان نالگان مدورا، خاندان بہمنیہ (۱۳۴۹ء۔۱۵۲۷ء) خاندان برید شاہی، خاندان عادل شاہی، خاندان نظام شاہی، خاندان عماد شاہی، نوابانِ میسور، خاندان قطب شاہیہ، خاندان آصف جاہی کے شجرے منسلک ہیں۔

'حالات پربھنی' از محمد عبدالسلام

۱۹۰۹ء میں پربھنی کے حالات پر مشتمل محمد عبدالسلام کی تالیف ''حالات پربھنی'' حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۳۶ صفحات پر مبنی ہے، اس کتاب میں "پربھنی" کے تاریخی، جغرافیائی حالات یعنی ندیاں، آبادی، پہاڑ، جاگیرات، زراعت، زرعی فرم، مدرسۂ زراعت، آبپاشی مختلف اشیاء کے کارخانے جیسے شہد کا کارخانہ، تجارت، آثارِ قدیمہ، کتبہ، مساجد کی تفصیل، درگاہ، تعمیرات جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔
مصنف نے اس کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ

> "یہ ضلع جودیوگری (دولت آباد) کے پرانے ہندوانی راج کی یادگار کا ایک جزو ہے۔۱۴ویں صدی ہجری میں علاء الدین خلجی کے قبضہ میں آیا۔محمد تغلق کے انتقال کے بعد اس پر سلاطین بہمنیہ و نظام شاہیہ کا قبضہ رہا۔اکبر اور اس کے جانشینوں نے دکن کے ساتھ اس کو اپنی سلطنت کا حصہ بنایا۔سلطنت آصفیہ کی بنیاد قائم ہونے پر یہ اس کے شیرازہ کا ایک ورق ہوگیا"(۱)

---

(۱) حالات پربھنی،محمد عبدالسلام، ۱۹۰۹ء،حیدرآباد،ص ۳

'تاریخ بیجانگر' از مولوی بشیرالدین احمد

یہ کتاب ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی، جو ۱۷/ابواب، ۴۳۳ صفحات اور ۱۴ ضمیمہ جات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں ۱۳۳۶ء سے ۱۶۲۰ء تک کے سیاسی واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس میں بیجانگر کے راجاؤں، ہمعصر سلاطینِ گلبرگہ، عادل شاہیہ (بیجاپور) و نظام شاہیہ (احمد نگر) وقطب شاہیہ (گولکنڈہ) وغیرہ کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ تاریخی عمارتوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

بشیرالدین احمد نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں فرشتہ، ہنری کوزن کی گائیڈ ٹو ربیجاپور، میڈوز ٹیلر کی سوانح عمری، میڈوز ٹیلر کی ہسٹری آف انڈیا، مارسڈن کی تاریخ ہند، سورج نارائن راؤ کی نور ٹوبی فارگاٹن امپائر وغیرہ مؤرخین کی تصانیف سے استفادہ کیا، جس کی وجہ سے یہ تاریخ ایک مستند تاریخ مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پتھروں کے کتبوں، متفرق کاغذات، احکام وفرامین واسناد سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مؤلف نے نہ صرف بیجاپور کے بنیادی ماخذات کا مطالعہ کیا بلکہ بذاتِ خود وہاں کے تاریخی مقامات کو دیکھا اور وہاں کے پجاریوں، پروہتوں اور شاستروں سے حالات دریافت کیے۔

کتاب کی ابتدا میں فہرست مضامین ہے۔ اس کے بعد دیباچہ ہے، جہاں تک دیباچے کے اسلوب کا تعلق ہے، وہ نہایت عام فہم ہے۔ اصل تاریخ سے پہلے رہنمائے بیجانگر کے عنوان سے ایک مقالہ بطور تعارف لکھا ہے۔ اس کی تحریر میں راؤ بہادرسی۔ ایچ گوڈ کی مختصر کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ اس تاریخ کے آخر میں مختلف راجگان اور سلاطین کے نسب نامے بھی درج ہیں۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ یہ کتاب ۱۷/ابواب پر مشتمل ہے، باب اوّل میں مؤلف نے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، ان میں چودھویں صدی میں ہندوستان کی

آنا گندی کو فتح کرنا ۱۳۳۶ء، سلطنت بیجانگر کا نشو و نما کے بارے میں مؤلف کا بیان ابن بطوطہ، عبدالرزاق اور فرشتہ کی تحریرات سے ماخوذ ہے، محمد بن تغلق کی بادشاہت کا ذکر انہوں نے حاشیہ میں بہ تفصیل کیا ہے۔

باب دوم کا عنوان "سلطنت بیجانگر کی ابتداء" ہے، اس باب میں بشیر الدین احمد نے محمد بن تغلق کا کمپلی اور آنا گندی کو فتح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس ذیل میں انہوں نے ابن بطوطہ کی تحریر کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس کے بعد محمد بن تغلق کے بھتیجے بہاؤ الدین کی گرفتاری اور موت، ملک نائب بطور گورنر آنا گندی اور ملک کی بدامنی، شہر بیجانگر کی بنا ۱۳۳۶ء، ہمپی کے دیول کی بنا کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

باب سوم کا عنوان راجگان خاندان اول من ابتدائے ۱۳۳۶ء تا ۱۳۷۹ء ہے۔ اس باب میں تاریخ فرشتہ کے حوالے سے مؤلف نے تحریر کیا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کو دکن سے ہٹانے کی کوشش کی گئی پھر کرناٹک پر سلطان علاء الدین کے حملے کا ذکر ہے۔ اسی باب میں اسلامی اور عہد ہنود کی تعمیرات کا ذکر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مؤلف نے قلعے کے اندر کی عمارتوں کا ذکر کیا ہے، جس میں مسجد دیندار خاں، جامع مسجد، چاوڑی، فتح دروازہ، فتح برج، حسینی عالم کی درگاہ، آثار شریف، باروت کوٹھ علی برج وغیرہ عمارتوں کا حال اچھے انداز میں لکھا ہے۔ اس باب کا وہ حصہ قابل مطالعہ ہے، جہاں انہوں نے کتبوں کی تحریرات پیش کی ہیں، باب کے آخر میں مجاہد شاہ کا قتل اور داؤد شاہ کی تخت نشینی (۱۳۷۸ء)، داؤد شاہ کا قتل اور محمود شاہ کی تخت نشینی اور سلطان محمود کا انتقال (۱۳۹۷ء) تک کے واقعات درج ہیں۔

باب چہارم کا عنوان "توسیع سلطنت من ابتدائے ۱۳۷۹ء تا ۱۴۰۶ء" ہے۔ اس باب میں زمانۂ سلطنت ہر یہر دوم، سلطان غیاث الدین کی تخت نشینی (۱۳۹۷ء) غیاث الدین کا مکحول ہونا (۱۳۹۷ء)، سلطان شمس الدین کی تخت نشینی (۱۳۹۷ء) باب کے آخر میں رود کشنا پر راجائے بیجانگر اور فیروز شاہ بہمنی کی لڑائی کی تفصیل دی ہے۔

باب پنجم تا ہشتم میں دیورائے (۱۴۰۶ء تا ۱۴۹۰ء کے دور کی تاریخ درج ہے
باب نہم تاریخ فرشتہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے، اس باب میں راجگان خاندان ثانی کا ذکر (۱۴۹۰ء تا ۱۵۰۹ء) ہے، اس کے علاوہ یوسف عادل شاہ اور رائے بیجانگر کی جنگ، یوسف عادل شاہ کی گوا پر چڑھائی اور ہندوستان پر پرتگالیوں کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

باب دہم میں کشن دیورائے کی سلطنت کے حالات بہ تفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ بیجانگر کے حالات سیاح باربوسہ کی زبانی (۱۵۱۶ء) درج کئے گئے ہیں۔

گیارہویں باب میں کشن رائے کی سلطنت کے خاتمے من ابتدائے (۱۵۲۰ء تا ۱۵۳۰ء) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دربیان میں بطور حاشیہ بشیر الدین احمد نے قلعہ کے دروازے پر بنی ہوئی ایک مینار کی مسجد اور علی عادل شاہ کے عہد کی بنی ہوئی جامع مسجد اور اس پر کندہ کتبوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ حصہ تاریخی اعتبار سے قابل مطالعہ ہے۔ اسی باب میں مؤلف نے جن آثار قدیمہ کی تفصیل دی ہے، اس میں جامع مسجد شاہی، شاہی مکان، کوٹھ، مزار پنج بیبیاں، توپ، پتھر کا ہاتھی، آثار شریف (اس میں تصویر حضرت رسول ﷺ اور موے مبارک موجود ہونا بیان کیا جاتا ہے، جس کی زیارت دو از دہم محرم شریف کو ہوتی ہے)

باب کے آخر میں تاریخ فرشتہ کے حوالے سے جنگ رائے پور کی تفصیل دی ہے۔

بارہویں اور تیرہویں باب میں کشن دیورائے کے عہد کی عمارتوں و دیگر کارہائے نمایاں کا تذکرہ درج ہے۔ چودہواں باب بیجانگر کے زوال سے متعلق ہے۔

پندرہویں باب میں بیجانگر کی بربادی کا ذکر بہ تفصیل کیا گیا ہے۔ اسی باب میں پرتگالیوں کے انحطاط اور تنزل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سولہویں باب میں شجرۂ خاندان سوم. سلاطین اسلام کا مجملی ذکر، علی عادل شاہ اوّل کا قتل (۱۵۸۰ء)، ابراہیم قطب شاہ کا انتقال اور قلی قطب شاہ کی جانشینی (۱۵۸۰ء)، حیدر آباد دکن کی بنا (۱۵۸۹ء) وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سترہویں باب میں چندر گیری کے حالات (۱۶۱۴ء) درج ہیں۔ اس ضمن میں جگارائے کی بغاوت اور راجہ کے خاندان کا قتل، معاملات پلی کٹ اور باب کے آخر میں فرماں روایاں کی فہرست درج ہے۔

کتاب کے آخر میں چودہ ضمیمے درج ہیں، اس کے علاوہ نقشہ جات اور عمارتوں کے نقشے بھی منسلک کئے گئے ہیں۔

جہاں تک اس کتاب کے اسلوب کا تعلق ہے، تو وہ محمد حسین آزاد کی آب حیات کی طرح افسانوی ہے، مؤلف نے جابجا فارسی کے اشعار کا استعمال بھی کیا ہے

'مآثر عثمانی' از عبدالقادر خاں محمود

"مآثر عثمانی" کا سنِ تصنیف ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء ہے۔ اس میں ابتدائے آفرینش سے میر عثمان علی خاں کے عہد تک کی دکن کی تاریخ درج ہے، یہ کتاب ۸۸۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بادشاہوں کی رنگین تصاویر اور دکن کی عمارتوں کی تصویروں اور نقشے بھی منسلک ہیں، اس مخطوطے کا ذکر عارف نوشاہی نے کیا ہے۔[1]

'واقعاتِ مملکتِ بیجاپور' از مولوی بشیر الدین احمد

اُردو تاریخ نگاری کے ارتقاء میں بشیر الدین احمد کی تالیف "واقعات مملکت بیجاپور" نمایاں اہمیت کی حامل ہے، یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی، جو تین حصّوں پر مشتمل ہے، جس کا مجموعی حجم ۱۲۳۱ صفحات ہیں۔ اس میں بیجاپور میں عادل شاہیوں کی تاریخ کا ذکر تفصیل سے درج ہے۔ اس میں تاریخی عمارتوں کے تفصیلی تذکرے کے بعد ان کے دروازوں پر کندہ کئے ہوئے کتبات دیئے ہوئے ہیں، اس کے بعد اس عہد کے بزرگان دین کے احوال کے علاوہ ان کے گنبدوں کے فوٹو بھی منسلک ہیں۔

---

(۱) فہرست مخطوطات [illegible] کتب خانہ گنج بخش، عارف نوشاہی، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۹

(۲) [illegible] دہلی یونیورسٹی کی [illegible] لائبریری، ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ، انجمن ترقی اردو ہند (دہلی)۔

اس کتاب میں اسلامی آثار قدیمہ کے علاوہ دوسرے مذاہب کے آثار قدیمہ کا بھی ذکر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے، جس سے مؤلف کی وسیع النظری ظاہر ہوتی ہے۔ اس تاریخ کی ترتیب میں بشیر الدین احمد نے عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کی مستند ماخذات سے استفادہ کیا۔ مثلاً تاریخ فرشتہ، تذکرۂ سلاطین دکن مؤلف مولوی عبد الجبار، روضۃ الاقطاب المعروف بہ مظہر آصفی مصنفہ رونق علی وغیرہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے دفاتر اضلاع رائچور و گلبرگہ و عثمان آباد کی امثلہ گزیٹر اور مقامی تحصیل دار سے بھی مدد لی۔

'واقعات مملکت بیجاپور' : حصہ اوّل

"واقعات مملکت بیجاپور" حصہ اوّل ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا، جو ۳۸۵ صفحات اور نو ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل یوسف عادل شاہ (۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء) کے عہد حکومت پر مشتمل ہے۔

باب دوم اسمٰعیل عادل شاہ (۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۴ء) کے عہد حکومت کے واقعات پر مشتمل ہے۔

باب سوم میں ملو عادل شاہ (۱۵۳۴ء) کا مختصر ذکر ہے۔ جو صرف چھ مہینے تخت نشین رہا۔

باب چہارم میں ابراہیم اوّل الملقب بہ عادل شاہ (۱۵۳۴ء تا ۱۵۵۲ء) کے عہد کے واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس باب میں اسد خاں کا دنکادری کو ادھونی پر شکست دینا وغیرہ واقعات کے علاوہ اس باب کے آخر میں ابراہیم عادل شاہ کی بیماری و موت ۱۵۵۷ء اور ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ کے بارے میں تحریر ہے۔

باب پنجم میں علی عادل شاہ اوّل (۱۵۵۷ء تا ۱۵۸۰ء) کے عہد حکومت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب ششم میں ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ءتا ۱۶۲۷ء) کا ذکر ہے۔

باب کے آخر میں ابراہیم عادل شاہ کے عہد کی عمارتوں کا بھی ذکر ہے۔

باب ہفتم میں سلطان محمد عادل شاہ (۱۶۲۷ء۔ ۱۶۵۵ء) کی تخت نشینی اور امرائے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال کا مفصل حال درج ہے۔ باب کے آخر میں شہزادہ اورنگ زیب کے دکن میں آنے کی تفصیل ہے۔

باب ہشتم میں علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی (۱۶۵۶ء۔ ۱۶۷۲ء) تک کے حالات وواقعات درج ہیں اور اورنگ زیب کے ہاتھوں قلعہ بیدر اور کلیانی کو فتح کرنے کا ذکر ہے۔ اسی باب میں شیوا جی کی بغاوت اور مغلوں کے زوال کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ پھر ان تمام شورشوں کا حال درج ہے، جو اورنگ زیب کو دکن کی مہم میں پیش آئیں۔ اس باب میں مولوی بشیرالدین احمد نے اس عہد کی اُردو زبان کے نمونے پیش کئے ہیں جو درج ہیں۔

خریدار کون خوب سودے سے کام
نہ دکاں کا دیکھنا سقف و بام

مضامین سوں جا بجابات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول (۱)

باب نہم میں سلطان سکندر (۱۶۲۷ءتا ۱۶۸۶ء) تک کے حصہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں، جس میں شیوا جی سے پہلی لڑائی اور اس کی شکست کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امراء کی سازشوں کا حال بیان کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے شیوا جی کو ابھرنے کا موقع ملا۔ اسی باب کے آخر میں اورنگ زیب کی پیش قدمی اور بیجاپور کی فتح کا تفصیلی ذکر ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اورنگ زیب کی وفات کیسے ہوئی اور اس کا کردار کیسا تھا، اس باب کا اہم ترین وہ حاشیہ ہے، جس میں اورنگ زیب کے مزار اور اس کی دیکھ بھال کی منظر کشی کی گئی ہے۔ اس باب کے آخر میں مؤلف نے بتایا ہے کہ بیجاپور کیا تھا اور کیا ہو گیا۔

---

(۱) واقعات مملکت بیجاپور، حصہ اول، ص ۳۳۲

واقعاتِ مملکتِ بیجاپور: حصّہ دوم

"واقعات مملکت بیجاپور" (حصّہ دوم ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا، جو ۱۲۵ صفحات پر مشتمل ہے، مؤلف نے اس حصے میں بیجاپور کے عام حالات، برج اور فصلیں، شہر کے دروازے، دروازوں اور برجوں کے کتبے، کتبہ بروج، ذرائع آب رسانی، مبارک محل، اس کے علاوہ سلاطین (۱) عادل شاہیہ کی فہرست مع زماں سلطنت کے درج کی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ان عمارتوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے، جو جس کے عہد میں بنی تھیں، ان سلاطین کے عہد میں بنی عمارتوں میں گگن برج، چاند باؤلی سات منزلی یا سات کھن کا محل، انند محل، گول گنبد، ابراہیم روضہ، ابراہیم کی جامع مسجد، بیوی باندی کا باؤلی وغیرہ عمارتوں کا تذکرہ بڑی شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان عمارتوں کی منظر کشی کے علاوہ آثار محل ۱۶۶۴ء میں رکھے موے مبارک کی موجودگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ موے مبارک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے ہیں۔

> "یہ مقدس ومتبرک عمارت قلعہ کی مشرق جانب ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش شریف کے موے مبارک یہاں موجود ہیں، جن کے اصلی ہونے کے متعدد اسناد ہیں چنانچہ حضرت شاہ صبغۃ الحسینی البھروچی المدنی نے جب زیارت فرمائی تو آپ نے اپنے دستخط خاص سے سند لکھ دی کہ فقیر کو اشارت و بشارت سے تحقیق ہوا ہے کہ یہ موے شریف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے ہیں اور یہ سند متولی آثار شریف مبارک کے پاس موجود ہے۔ ان موے مبارک ابراہیم عادل شاہ ثانی نے بہ صرف زر کثیر کمال خواہش و آرزو سے میر صالح ہمدانی سے حاصل کر کے اس عالی شان محل میں رکھا اور خدمت گزاری کے آداب انتہائی درجے کے بجالاتا تھا۔ خدام وحفاظ و مدرسین و طلبا ولنگر وغیرہ کے اخراجات کے لئے ایک سرمایۂ کثیر مقرر کیا" (۱)

---

(۱) واقعات مملکت بیجاپور، بشیر الدین احمد، حصہ دوم، ص ۳۴

اس ضمن میں مؤلف کا کہنا ہے کہ ہر سال ماہ مبارک ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو اس کی زیارت کرائی جاتی ہے، اس کی تصدیق محمد قاسم فرشتہ نے بھی کی تھی کہ موئے مبارک اصلی ہیں۔

بشیر الدین احمد نے آثار قدیمہ کا نہ صرف تذکرہ کیا ہے بلکہ ان کے فوٹو بھی اس حصّے میں شامل کئے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ مسجدوں اور مقبروں پر جو کتبے لکھے ہوئے ہیں، ان کی بھی نقل شامل کی ہے۔

'واقعاتِ مملکتِ بیجاپور' حصّہ سوم

"واقعات بیجاپور" حصّہ سوم ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا، یہ حصّہ ۲۱۷ صفحات اور ۳۲ ضمیمہ پر مشتمل ہے، اس حصّے کا آغاز رائچور سے کچھ میل دور ادھونی کے واقعات سے ہوتا ہے، قلعہ ادھونی پر سلطان علاء الدین کی چڑھائی (۱۳۴۷ء) کے واقعات سے لے کر ٹیپو سلطان کی اولاد کے ذکر کے ساتھ ہندوستان کے عام تاریخی حالات، بادشاہان ملک دکن، مسلمان بادشاہان و شہنشاہان دہلی، سلاطین کے شجرے، شاہی فرامین، کتبہ، مقبروں، قلعہ جات، مساجد اور دیگر آثار قدیمہ کے ذکر پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے۔

اس حصّے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف اسلامی آثار قدیمہ کا تذکرہ ملتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے آثار قدیمہ پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ونکٹیش کا دیول، برہم چکر ایشور لنگ کا دیول، مہانندیشور کا دیول، بھوگی ناتھ کا دیول، ہنومان دیول، میل شنکر دیول، حمیپ لنگیا دیول، بسپا کی دیول، کتبہ چاوڑی، بلیر نیڈی، کرور باولی، پھول باولی وغیرہ۔

اس حصّے کے آخر میں قطعات تاریخ واقعات مملکت بیجاپور دیئے ہوئے ہیں۔ حکیم لطیف احمد کے قطعہ سال تالیف واقعہ شہنشاہان بیجاپور کے ہر مصرعہ اوّل کے پہلے حروف کے مجموعے سے سنہ ہجری اور انہیں مصرعوں کے آخری حروف کے مجموعے سے سنہ عیسوی اور ہر دوسرے مصرعے کے پہلے حروف کے مجموعے سے سنہ فصلی نکلتا ہے، اس طرح فن تعمیر کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب بیجاپور کے آثارِ قدیمہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں اہم ترین کتاب ہے۔

'تذکرہ سلاطین دکن' (۱) از مولوی محمد عبدالجبّار

یہ کتاب ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی ۔ مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں عربی ، فارسی اور دیگر مستند ماخذات سے استفادہ کیا ہے ۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

'تذکرۂ سلاطین دکن' (جلد اوّل)

یہ جلد تین حصّوں پر منقسم ہے، حصّہ اوّل سلاطینِ بہمینہ کے بیان میں، حصّہ دوم میں طوائف الملوکِ دکن کا بیان ہے (سلاطینِ قطب شاہیہ، گولکنڈہ، حیدرآباد، سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور، سلاطین نظام شاہیہ، احمد نگر، سلاطینِ عماد شاہیہ برار، برید شاہیہ بیدر) حصّہ سوم میں سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ کے بزرگانِ سلف سے اعلیٰ حضرت بندگان عالی مدظلّہ العالی تک کا ذکر شرح وبسط سے مذکور ہے۔ یہ حصّہ تین جزؤں پر منقسم ہے۔ جز اوّل میں بزرگان سلف کے حالات ونسب وحسب کی کیفیت تا زمانۂ حضرت آصف جاہ بہادر مرحوم اوّل، جز و دوم میں حضرت آصف جاہ بہادر مرحوم اوّل سے تا زمانۂ میر نظام علی جاں اسد جنگ جاہ بہادر دوم تک، جز سوم میں آصف جاہ بہادر دوم سے تا زمانہ غفران منزل حضرت افضل الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر پنجم مذکور ہے اور جز چہارم میں حضرت بندگان عالی مدظلّہ العالی علی روس الادانی والا عالی مادامت الایام واللیالی کا حال درج ہے۔

'تذکرۂ سلاطین دکن' (جلد دوم)

یہ جلد دکن کے امراء اور وزراء کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں بہمنیہ کے زمانے سے اس عہد تک کے امراء و وزراء کا ذکر ہے۔

---

(۱) مملوکہ. ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ. انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ،سینٹرل لائبریری ، دہلی یونیورسٹی۔

'تذکرۂ سلاطین دکن' (جلد سوم)

یہ جلد تذکرۂ شعراء دکن سے متعلق ہے۔ اس میں مشاہیر اور شعراء کا ذکر عہد تصنیف تک درج ہے۔

'تذکرۂ سلاطین دکن' (جلد چہارم)

یہ جلد تذکرۂ اولیائے دکن کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس میں مشائخ، اولیاء اور علماء کا ذکر ہے۔

'تذکرۂ سلاطین دکن' (جلد پنجم)

اس جلد میں دکن کی عمارات قدیمہ وجدید وقلعہ جات، مقابر ومنادر مساجد کا تذکرہ ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں ہر ایک مضمون کو جداگانہ عنوان میں بیان کیا ہے۔ ہر ایک سلطنت کے عہد کا پورا خاکہ کھینچا ہے۔ اس عہد کی طرزِ معاشرت، عدالت وسیاست کی حالات اور خوشی وغمی کے مراسم ہر ایک بادشاہ کے دربار کی صورت اور امرا وزراء کے دربار، لباس کی کیفیت اور فوج کی ہتھیار وردی کی حقیقت، فوج کی تعداد، جواہر خزائن کی مقدار، مداخل ومخارج کی حقیقت اور یہ امر بھی کہ بادشاہ متعصب تھا یا صلح کل کا پابند اور رعایا کے ساتھ کس طرح سلوک کرتا تھا۔ بادشاہ کی فتوحات کا بھی حال درج ہے۔ اس طرح انہوں نے ہر مضمون کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے، تاریخ حقائق کو صاف وسلیس عبارت میں تحریر کیا ہے، کہیں بھی استعارات وتشبیہات کا استعمال نہیں کیا اور نہ کسی کی شاعرانہ مدح کی نہ مذمت کی۔

'تجلیات عثمانی' از عبدلغفار خاں

"تجلیات عثمانی" جنوبی ہندوستان سے متعلق تاریخوں میں اہم ترین تاریخی تصنیف ہے، اس کا سن تصنیف ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء ہے یہ مخطوطہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

جس کا مجموعی حجم ۹۵۰ صفحات ہیں۔ جلد اوّل ۳۸۶ صفحات پر مشتمل ہے اور جلد دوم ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، افسر صدیقی امروہوی نے اس مخطوطے کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"تجلیات عثمانی میں والی حیدر آباد دکن میر عثمان علی خاں کے دور ریاست (۱۳۲۱ف لغایت ف کی) تمدنی، اقتصادی، معاشرتی اور اخلاقی تفصیلات درج کی گئی ہیں" (۱)

'تاریخ ظفرہ' (۲) از گردھاری لال احقر

"تاریخ ظفرہ" قطب شاہی خاندان سلاطین اور روساء حیدر آباد دکن کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۷ء میں گورکھپور سے شائع ہوئی، یہ ۲۰۶ صفحات پر مبنی ہے، یہ کتاب دکن کی تاریخ پر مشتمل ہے، مصنف نے مضامین کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں سلاطین قطب شاہیہ کے واقعات درج ہیں۔ دوسرے باب میں سلاطین مغلیہ اور شاہان آصفیہ کا تذکرہ ہے۔ قاضی قلمند حسین نے ابتداء میں ۲۶ صفحوں کا ایک مقدمہ لکھا ہے، جس میں سب سے پہلے کتاب کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد دور حاضر کے بعض سیاسی علمی اور رفاہ عامہ سے متعلق واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف سیاسی واقعات تحریر کئے ہیں بلکہ ہر عہد کی عمارتوں کا تذکرہ بھی شامل ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے، جو اس سے پہلے کی تصانیف میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ دوسری خصوصیات یہ ہے کہ شاہان آصفیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اکثر مقامات پر مرہٹوں کا حال بھی درج ہے۔ کئی جگہ شاہی فرامین اور سرکاری مراسلات بھی نقل کئے ہیں، جن سے واقعات کی تصدیق و توثیق میں مدد ملتی ہے۔

---

(۱) بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، افسر صدیقی امروہوی، جلد سوم، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۳۰

(۲) مملوکہ: ذاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔

'آصف جاہ ثانی' از میر محمود علی ایم۔اے

۱۹۲۹ء میں میر محمود علی ایم اے کی تالیف ''آصف جاہ ثانی'' حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سلطنت آصفیہ کے فرمانروا نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ دوم کے عہد حکومت کی تاریخ درج ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی دو ابواب میں دکن کے جغرافیائی حالات اور سلطنت آصفیہ کی گذشتہ تاریخ درج ہے۔ تیسرے باب میں میر نظام علی خاں بہادر کے حالات درج ہیں اور اس میں ان واقعات کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جو سلطنت آصفیہ اور سرکار انگریزی کے تعلقات سے وابستہ ہیں۔ اس کے ساتھ میسور اور مرہٹوں کی لڑائیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ الغرض اس میں ۱۷۶۱ء سے ۱۸۰۳ء تک سلطنت آصفیہ کے بیالیس سالہ حکومت کی سیاسی تاریخ مذکور ہے۔ واقعات معتبر کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں، کتاب کے ساتھ ایک نقشہ بھی منسلک ہے، جس میں عہد نظام علی خاں بہادر کی سیاسی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ نظام علی خاں کی پالیسی اور انگریزی تعلقات کی نسبت بعض مباحث کو مؤلف نے تشنہ چھوڑ دیا ہے۔

'تاریخ ریاست حیدرآباد' (۱) از مولوی نجم الغنی

۱۹۳۰ء میں نجم الغنی رامپوری کی کتاب ''تاریخ ریاست حیدرآباد''، لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا مجموعی حجم ۶۲۸ صفحات ہیں۔ حصّہ اوّل میں خاندان آصف جاہی نظام الملکی کے مورث اعلیٰ عابد خاں تاتاری سے لے کر غازی الدین خان فیروز جنگ اور قمر الدین خاں نظام الملک جاہ اول اور امیر احمد خاں ناصر جنگ اور ہدایت محی الدین خاں، مظفر جنگ اور سیّد محمد خاں صلابت جنگ تک کے جملہ حالات درج ہیں، حصّہ دوم میں میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی سے میر عثمانی علی خاں بہادر، آصف جاہ کے عہد تک کے حالات درج ہیں۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ، سینٹرل لائبریری دلی یونیورسٹی، سینٹرل لائبریری جے۔ این۔ یو

'مقدمہ تاریخ دکن' (۱) از عبدالمجید صدیقی

یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو چار ابواب پر مشتمل ہے، ان ابواب میں ان تمام شاہی خاندانوں کے شجروں سے روشناس کرایا گیا ہے۔ جنہوں نے قدیم وسطیٰ اور زمانہ حال میں سطح مرتفع دکن پر حکمرانی کی ان شجروں میں بادشاہوں کے ساتھ ان کے قریبی رشتہ دار مثلاً بھائی، بیٹے، بیٹیاں بھی ہیں، اگرچہ یہ بادشاہ ہوئے لیکن حکومتیں ان سے ضرور متاثر ہوئیں۔

تمام بادشاہوں کے نام نہ صرف نشان سلسلہ کے ذریعے واضح کر دیئے گئے، جس سے ان کا صحیح تسلسل معلوم ہو۔ اس میں بادشاہوں اور راجگان کے نام کے ساتھ سنہ جلوس اور سنہ وفات بھی درج ہیں، ہر شجرے کے ساتھ ضروری وضاحت بھی ہے۔

'ریاض مختاریہ سلطنت آصفیہ' (۲) از میر دلاور علی دانش

یہ کتاب نواب مختار الملک سر سالار جنگ، ان کے اسلاف اور معاصرین کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۴۲ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۴۰۲ صفحات پر مبنی ہے، اس میں ایک مقدمہ دو باب اور ایک ضمیمہ ہے، باب اوّل کا عنوان "دربیان حالات ریاست حیدرآباد دکن قبل زمانۂ مدار المہامی نواب میر تراب علی خاں بہادر سر سالار جنگ شجاع الدولہ مختار الملک ہے"

باب دوم کا عنوان "مجملاً بیان ریاضت و جانفشانی سالار جنگ مختار الملک مغفور اوّل انتظام ملک و رفاہ عام میں اور واقعات من ابتدائے مدار المہامی الیٰ آخرہ" ہے۔ ضمیمہ میں منیر الملک بہادر ثانی کا تذکرہ ہے، جس میں طفلی میں بیمار ہونا، ذکر دیوانی و شادی و مغفور، بڑی و چھوٹی صاحبزادی کا تولد و شادی، نواب منیر الدولہ عماد السلطنت کا تذکرہ، رحلت منیر الملک بہادر ثالث، ذکر میلاد نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ کیفیت دربار، خانساماں مذکور کے اوصاف وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

---

(۱) مملوکہ صولت پبلک لائبریری رامپور

(۲) مملوکہ ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ

'تاریخ عطیات آصفی' از نصیرالدین ہاشمی

۱۹۴۲ء میں سررشتہ عطیات آصفی کی مکمل تاریخ پر مشتمل نصیرالدین ہاشمی کی تالیف ''تاریخ عطیات آصفی'' حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۱۲۲ صفحات پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں سررشتہ عطیات آصفی کی تاریخ کے علاوہ عطایا کی اقسام اور اس کے متعلقہ کاغذات کی تعریف اور اسناد کے الفاظ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہ کتاب سررشتہ عطیات اور دفتر دیوانی و مال کے کاروبار اور داخلوں کے متعلق ایک بیش قیمتی معلومات کا ذریعہ ہے۔

'دکن کی سیاسی تاریخ' از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو نواب نظام الملک آصف جاہ اوّل بانی خاندان آصفیہ کے حالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مبنی ہے اور ہر ایک باب کئی حصّوں میں بٹا ہوا ہے۔ پہلا باب بہت مختصر ہے۔ اس میں دکن کے حکمرانوں کے خاندان کا تذکرہ ہے۔ دوسرے باب کا عنوان ''عالمگیر کی وفات کے بعد'' جس میں سلطنت مغلیہ کے دور کی تاریخ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے تک دہرائی گئی ہے۔ یہی کتاب کا سب سے طولانی حصّہ ہے۔ آخری باب میں نظام الملک کے دکن پر تسلط اور دہلی کی وزارت کے حالات درج ہیں اور نادر شاہ کے دہلی پر حملے کے ساتھ یہ دکن کی تاریخ ختم ہو جاتی ہے اگرچہ بطور ضمیمہ آصف جاہی مملکت کا ایک نقشہ اور اس کی جغرافیائی نیز مال گزاری وغیرہ کی کیفیت شامل کر دی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب دولت اسلامیہ آصفیہ کی سیاسی تاریخ ہے۔ جو ایک جدید سلطنت کے وجود آنے کی تاریخ ہی نہیں بلکہ ایک نہایت بڑی شہنشاہت کے اضمحلال کی تاریخ ہے۔

'تاریخ دکن (عہد حالیہ)' از یوسف حسین خاں

۱۹۴۴ء میں ہی ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی تالیف ''تاریخ دکن (عہد حالیہ) حیدرآباد سے شائع ہوئی، یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل میں نواب نظام الملک آصف جاہ اول اور ان کے خاندان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں مملکت حیدر آباد کا قیام اور اس کے استحکام کا ذکر ہے۔ باب سوم میں نواب نظام الملک آصف جاہ اوّل کی جانشینی کا جھگڑا اور اہل یورپ کی مداخلت کا ذکر ہے، باب چہارم میں صلابت جنگ کے عہد حکومت میں فرانسیسیوں کا دکن میں سیاسی اثر سے متعلق ہے۔ باب پنجم میں نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کا ذکر ہے۔ باب ششم میں نواب سکند جاہ بہادر (۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء) اور نواب ناصر الدولہ بہادر اور حیدر آباد کے معاملات میں انگریزی اثر کا بڑھنا، باب ہفتم میں نواب افضل الدولہ بہادر اور نواب میر محبوب علی خاں بہادر کے عہد کے حالات درج ہیں، باب ہشتم عہد عثمانی کے حالات پر مشتمل ہے اور باب نہم عہد آصف جاہی میں تہذیب و تمدنی ترقی کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے منتخب اللباب، واقعات عالمگیری، حدیقۃ العالم، مآثر الامراء، گلشن عجائب، تاریخ مظفری، مآثر نظامی، تزک آصفیہ، گلزار آصفیہ وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا۔

گجرات سے متعلق تاریخیں

'مختصر تاریخ گجرات' (۱) از سیّد ابو ظفر ندوی

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، نو سات ابواب اور ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں نہ صرف راجاؤں اور سلاطین کی سیاسی تاریخ درج ہے بلکہ گجرات کی جغرافیائی حالت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں گجرات کا رقبہ، اس کی سرحدیں، پہاڑوں، آب و ہوا وغیرہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

---

(۱) مملوکہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

باب اوّل میں گجرات کی مختصر تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔

باب دوم کئی فصلوں پر مشتمل ہے، فصل اوّل میں آرین راج، گجرات کا اصلی نام، موریہ خاندان اور خاندان ترکی کوٹک کی تاریخ درج ہے۔ فصل دوم گوجر خاندان، ولبھ راج، خاندان چالوکیہ، خاندان راشٹ کوٹ سے متعلق ہے۔ فصل سوم میں چاوڑا خاندان اور اس کے راجاؤں کا ذکر ہے ان میں بن راج چاوڑا، بیر سنگھ چاوڑا، سامنت چاوڑا، کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ فصل چہارم میں سولنکی خاندان کے مول راج سولنکی، چاموڑ سولنکی، بھیم دیو اول، راجہ کرن سولنکی، سدھ راج کمار پال، اجے پال سولنکی، بھیم دیو ثانی سولنکی اور سری بھون پال کے حالات و واقعات درج ہیں۔ فصل پنجم خاندان باگھےلا (واگھےلا) سے متعلق ہے۔

باب سوم عہد اسلامی سے متعلق ہے،۔ جو کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس باب میں محمود غزنوی، محمد شہاب الدین غوری، قطب الدین ایبک، علاؤالدین خلجی، قطب الدین مبارک شاہ خلجی، خاندان تغلق، سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کے حالات و واقعات درج ہیں۔

باب چہارم میں سلاطین گجرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ناصرالدین محمد شاہ گجراتی، مظفر شاہ اول، ناصرالدین سلطان احمد شاہ، سلطان قطب الدین گجراتی، سلطان داود شاہ گجراتی وغیرہ گجرات کے سلاطین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

باب پنجم مغل سلطنت سے متعلق ہے۔ اس میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب شاہ عالم، محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد کے بارے میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

باب ششم میں مرہٹوں کی سلطنت کا ذکر ہے۔

باب ہفتم میں انگریزوں کی سلطنت، ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم قیصر ہند کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

میسور سے متعلق تاریخیں

'تاریخ سری رنگ پٹن'

اس مخطوطے کا سنِ تالیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۲ء ہے۔ اس میں راجہ کشن راج والئی میسور کے حالات اور حیدر علی کی حکومت کے قیام سے سلطان ٹیپو سلطان کی شہادت تک کے حالات درج ہیں۔

اس کتاب میں اولاً کشن راج راجہ میسور کی حکومت کا حال تحریر ہے۔ اس کے بعد حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا ذکر ہے۔ تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے یہ کتاب اہمیت کی حامل ہے۔ ذیل میں اس قلمی نسخہ کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"بعد از حمد کردگار کارساز و ---- کہ خالق ہے۔ جملہ مخلوقات جہاں کا اور رازق ہے۔ روزی دینے والا تمام روزی خواروں کتیں اور روشن کیا زمین کتیں آفتاب اور آفتاب سوں اور رنگارنگ اوراق سپہر گرداں کئے۔ ستاروں سے آپ و زینت دیا اور نعت احمد مختار سیّد الابرار شفاعت کرنے والے روز شمار کے"

اختتام

"عدل و انصاف انگریز کے بہوت لوگ آرام سے بے فکر اپنی اپنی جگہ پر گذران کرتے ہیں۔ درمیان اس کتاب کے کیفیت راجہ تخت سری رنگ پٹن کہی اور کیفیت نواب حیدر علی خاں بہادر اور کیفیت حضرت سلطان شہید کے لکھے گئے ہیں"(۱)

---

(۱) کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، نصیر الدین ہاشمی، حیدرآباد، ص ۲۳۴ تا ۲۳۵

یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ اس میں مؤلف کا نام نہیں ہے۔

تاریخ حیدری

یہ مخطوطہ ریاست میسور کی تاریخ پر مشتمل ہے، اس میں میسور کے راجہ کشن راج کے حالات کے علاوہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے حالات بھی درج ہیں، ان واقعات کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے، جو میسور اور برطانوی حکومت کے درمیان پیش آئے، ذیل میں اس کا نمونۂ عبارت تحریر ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"اور سوار اور پیادے ہمراہ کمپنی کوڑا پر گیا اور اسباب جنگی یعنی توپاں اور باناں باروت، گولی وغیرہ لے کر مع لشکر روانہ ہوا اور ہمراہ رکاب دیوراج کے بہت جمعداران قوم سے اہل اسلام اور ہنودوں سے تھے"

اختتام

" سب لوگ خوشی سے بیفکر اپنے اپنی جگہ پر گذران کرتے ہیں درمیان اس کتاب کے کیفیت راجہ تخت سری رنگ پٹن کے اور کیفیت نواب حیدر علی خاں اور کیفیت حضرات سلطان شہید ہونے کی لکھی گئی ہے" فقط (۱)

یہ مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اُردو پاکستان میں محفوظ ہے

'تاریخ سلطنت خداداد' از محمود بنگلوری محمود خاں

یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں بنگلور سے شائع ہوئی، جو ۶۵۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں میسور کی تاریخ درج ہے۔

---

(۱) مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد سوم، افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۳

فصل چہارم

مغربی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

مغربی ہندوستان کے شہروں قصبات میں راجستھان، پنجاب، راجپوتانہ، پٹیالہ، بھرت پور، بیکانیر اور میوات پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان کتابوں کا خلاصہ درج ہے۔

راجستھان سے متعلق تاریخیں

راجپوتانہ سے متعلق تاریخیں

'وقائع راجپوتانہ' (۱) از جوالا سہائے

۱۸۷۸ء میں جوالا سہائے کی تالیف "وقائع راجپوتانہ" لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف تالیف میں مصنف نے انگریزی و اردو ماخذات سے استفادہ کیا۔ یہ کتاب راجپوتانہ کی ہر ایک ریاست کے لئے ایک آئینۂ حقیقت نما ہے۔ اس میں مؤلف نے راجپوتانہ کی ریاستوں سے متعلق مختلف پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً جغرافیائی حالت، اقسامِ زمین، کیفیت، اجناس پیداوار، مختلف اقوام کا حال، ریاست کی آمدنی و خرچ، طرز حکومت، حالات جنگ وجدال و تعمیرات وغیرہ موضوعات پر غور وفکر کیا ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

'وقائع راجپوتانہ' (حصہ اوّل)

یہ حصہ ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا، جو راجپوتانہ کے مجمل حالات سے متعلق ہے، یہ ۹۸۷ صفحات اور چار ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کئی فصلوں پر مبنی ہے ذیل میں ان ابواب کا خلاصہ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال، رامپور رضا لائبریری، صولت پبلک لائبریری رامپور۔

باب اوّل: مجمل حالات کل راجپوتانہ

باب دوم: ضلع اجمیر و میرواڑہ

باب سوم: ایجنسی میواڑ

یہ باب حسب ذیل کئی فصلوں میں منقسم ہے، جس میں ایجنسی سے متعلق ریاستوں کا ذکر ہے۔

پہلی فصل :اودے پور

دوسری فصل :ڈونگر پور

تیسری فصل :بانسواڑہ

چوتھی فصل :پرتاب گڑھ

باب چہارم :ایجنسی جے پور (یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے)

پہلی فصل :راج جے پور

دوسری فصل : کشن گڑھ

تیسری فصل :لاوہ

'وقائع راجپوتانہ' (حصہ دوم)

یہ حصہ دو ابواب پر مشتمل ہے، جن میں ایجنسی مارواڑ اور جیسلمیر نیز راجپوتانہ، شرقی ایجنسی کی ریاستوں کا تذکرہ ہے، یہ حصہ ۱۸۷۸ء میں شائع ہوا۔ اس حصے کی ضخامت ۶۸۷ صفحات ہے۔

پانچواں باب :ایجنسی مارواڑ

پہلی فصل :جودھ پور

دوسری فصل :جیسلمیر

چھٹا باب :ایجنسی راجپوتانہ شرقی

پہلی فصل :راج بھرت پور

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب نایاب تاریخ راجستان المسمیٰ

وقائع راجپوتانہ

جلد دوم ۱۸۷۸

از تصنیف جناب محقق کامل بابو جوالا سہائے صاحب عدالتی راج بھرتپور

مطبع دکنی مفید عام آگرہ میں طبع شد

سرورق ''وقائع راجپوتانہ (جلد دوم)'' مؤلفہ جوالا سہائے

دوسری فصل : الور

تیسری فصل : دھولپور

چوتھی فصل : قرولی

'وقائع راجپوتانہ' (حصہ سوم)

یہ حصہ ۱۸۸۹ء میں آگرہ سے شائع ہوا، جو ایجنسی ہاڑوتی اور ریاست بیکانیر و ریاست سردہی سے متعلق ہے، مؤلف نے ہر ریاست کے لیے الگ فصل قائم کی ہے، یہ حصہ ۸۸۳ صفحات اور دو ابواب پر مشتمل ہے۔

ساتواں باب : ایجنسی ہاڑوتی

پہلی فصل : بوندی

دوسری فصل : کوٹہ

تیسری فصل : جھالاواڑ

چوتھی فصل : ٹونک

پانچویں فصل : شاہ پور

آٹھواں باب : ریاست بیکانیر

اس طرح اس کتاب میں نہ صرف تاریخی واقعات کا ذکر ملتا ہے بلکہ ہر ریاست کے جغرافیائی حالات کا بھی حوالہ ملتا ہے۔ جہاں تک اس کتاب کے متن کا تعلق ہے تو وہ عام فہم اور شستہ ہے۔ ذیل میں اس کتاب کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

"یہ بھی لازمۂ انسانی ہے کہ جو شخص کسی قدر علم و شعور اور نوشت و خواند سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ اپنی فکر کی رسائی اور میلانِ خاطر کی بموجب کسی مضمون پر طبع آزمائی کر کے کوئی تحریر صفحہ روزگار پر بطور یادگار چھوڑ جاتا ہے۔۔۔۔۔ شوق دامن گیر ہوا کہ جس میں ملک میں رہا ہے وہاں کے حالات جس قدر تحقیقاتِ محققان ہنرور اور تصنیفاتِ مصنفین نامور

کے ذریعہ بہم پہنچ سکیں جمع کر کے اصحاب فضل و کمال اور حضراتِ عالی ہمم کی خدمت میں پیش کرے اور اس میری آرزو میں زیادہ ترتحریک کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت تک اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ جس میں راجپوتانہ کی کل ریاستوں کے کوائف اور واقعات تاریخی جمع ہوں"۔(۱)

'خوابِ راجستان' (۲) از منشی دیبی پرشاد

یہ کتاب ۱۸۷۹ء میں مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو راجپوتانہ کے سیاسی اور انتظامی حالات پر مشتمل ہے، یہ ۴۷ صفحات پر مبنی ہے، اس کتاب میں مؤلف نے راجپوتانہ کی ریاستوں کی بدنظمی اور والیانِ ریاست کی نااہلی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا سبب حکمرانوں کا علم سے بے بہرہ ہونا قرار دیا ہے، نیز انگریزوں کے متعلق والیانِ ریاست کی غلط فہمیاں دور کر کے انگریزی حکومت کی سرپرستی کے فوائد ظاہر کئے ہیں اور ریاستی بدنظمیوں کو دور کرنے کی تدابیر بھی بتائی ہیں۔ جہاں تک اس کتاب کے متن کا تعلق ہے تو عبارت میں انیسویں صدی کے ابتدائی دور کی سلاست پائی جاتی ہے اور بعض جگہ عبارت نہایت صاف و شستہ ہے۔ ذیل میں اس کتاب کی نمونۂ عبارت درج ہے، جس میں مؤلف نے اصولِ حکمرانی بیان کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے۔

نمونۂ عبارت

اوّل : جہاں تک ہو سکے ایسی کوشش کرے کہ خرچ آمدنی سے ہرگز نہ بڑھنے پائے۔

دوم : رعایا سے اتنا خراج لے کہ اس کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

سوم : انصاف کے وقت اس بات کو فرض سمجھے کہ مجرم کو کسی طرح کی رعایت یا سفارش یا اور کسی قسم کے خوف یا لالچ سے نہ چھوڑے اور بے قصور کو ہرگز سزا نہ دے۔

چہارم : صلہ رحمی اور حق دار کا حق ضائع نہ کرے(۳)

---

(۱) وقائع راجپوتانہ، جلد اول، ص ۲۹ تا ۳۱

(۲) مملوکہ: اردو گھر لائبریری انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

(۳) خواب راجستان، منشی دیبی پرشاد، ص ۷۱
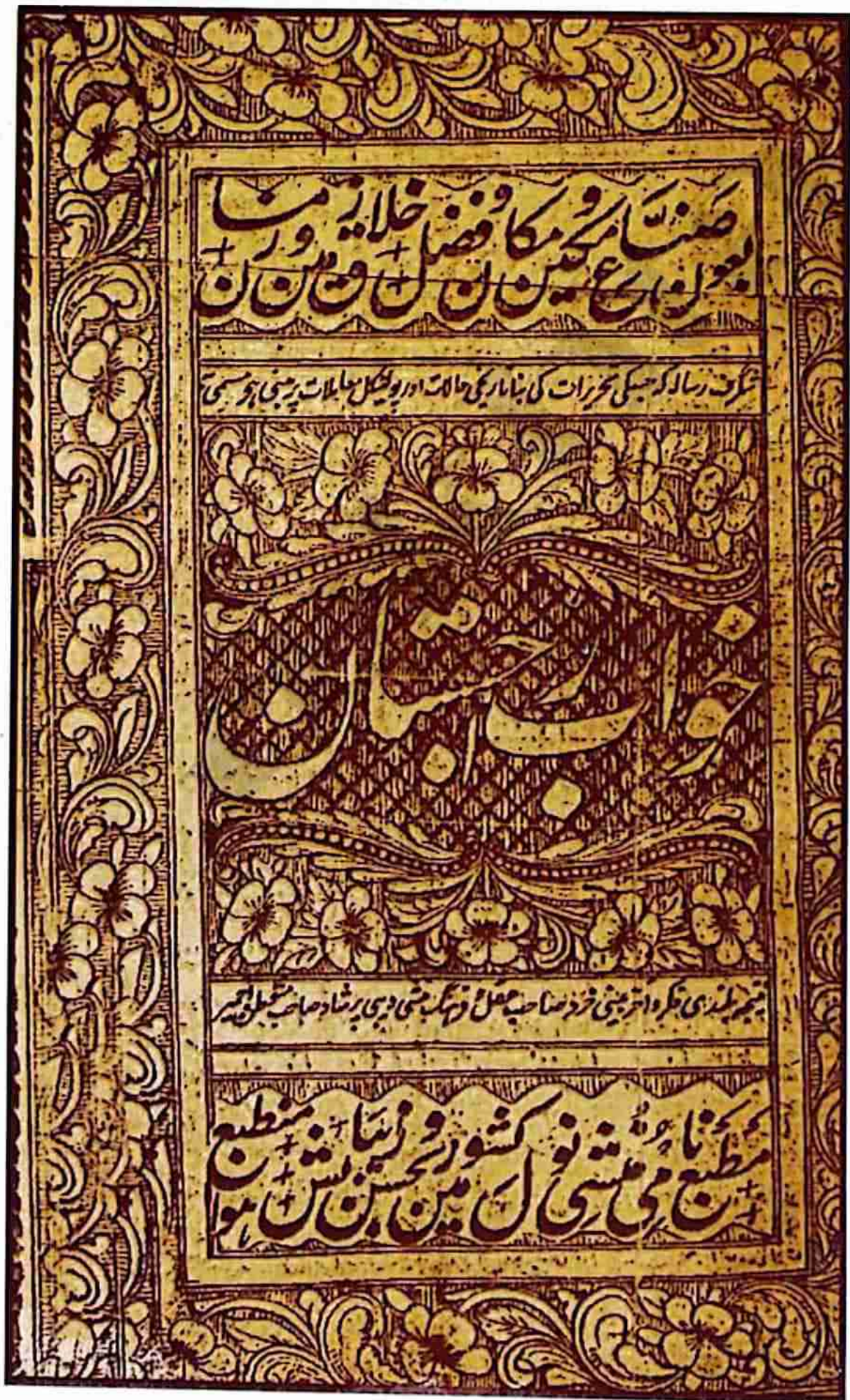
سرورق ''خواب راجستان'' مؤلفہ دیبی پرشاد

اس طرح یہ کتاب راجپوتانہ کے انتظامی امور سے متعلق ہے۔اس میں اکثر سیاسی معاملات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ راجپوتانہ کے رئیسوں کے خیالات اوران کے معاشرت کے حالات موقع بہ موقع سے بیان کئے گئے ہیں۔ جو تاریخ اور تمدن کے باب میں اضافہ کے باعث ہیں۔

'وقائع راجستھان با تصویر' از ٹھاکرا چھر چند شاہ پوریہ

یہ کتاب ۱۹۱۱ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نہ صرف راجپوتانہ کے تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے بلکہ جغرافیائی حالات کا بھی ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

'تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستھان' (۱) از نجم الغنی

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا مجموعی حجم ۶۲۴ صفحات ہیں۔پہلی جلد ۳۸۴ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد ۲۴۰ صفحات پر مبنی ہے، اس میں راجپوت اوران کی مختلف شاخوں کا مفصل و مستند بیان درج ہے۔ یہ کتاب روایات و رسوم، تاریخی و جغرافیائی حالات کا ایک اہم ترین مآخذ ہے۔اس میں مؤلف نے کرنل ٹاڈ و دیگر مؤرخین کی غلط بیانیوں کی تردید کی اصلاح نہایت شرح و بسط اور دلائل و ثبوت کے ساتھ کی ہے۔

مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں جن ماخذات سے استفادہ کیا ہے ان میں بادشاہ نامہ، طبقاتِ اکبری، عالمگیر نامہ، مراتِ جہاں نما، تاریخ فرشتہ، تزکِ جہانگیری، تاریخ مظفری، مآثرِ جہانگیری، مآثر الامراء، اقبال نامۂ جہانگیری، شاہ جہاں نامہ، مراتِ سکندری وغیرہ فارسی ماخذات کے علاوہ اردو ماخذات سے استفادہ کیا۔ان میں وقائع راجپوتانہ، تاریخ پالن پور، ترجمۂ مخزن التواریخ، کارنامۂ مظفری وغیرہ۔

---

(۱) مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ

'جلد اوّل'

یہ جلد ۳۸۴ صفحات پر مبنی ہے، اس جلد کی ابتداء میں فنِ تاریخ اور تاریخ کے موضوع سے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد جن موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں ہندوستان کے اصلی باشندے، ہندوستان میں باہر سے آنے والے فاتح جو ہندو بن گئے، آریہ اور متفرق راجپوت قومیں جن میں چادرا، جھالا، مکواہانہ، گوڑ، کاٹی، ہن، بالا وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ جغرافیائی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں تالاب، آب وہوا، بارش، ندیوں کا حال وغیرہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں راجپوتوں کے قلعوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں مانڈل چتوڑگڑھ وغیرہ کا بیان درج ہے۔ علاوہ ازیں مؤلف نے مندر، میواڑ کے خاندان کے حالات پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ نیز اس کتاب میں راج جے پور کے کچھ اہم سرداروں کا نقشہ مع جاگیرداروں کے درج ہے۔

باالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی اعتبار سے یہ کتاب راجستھان پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اہمیت کی حامل ہے۔

پنجاب سے متعلق تاریخیں

'تواریخ موسوم بہ گوشۂ پنجاب' از پنڈت رادھا کشن

۱۸۶۱ء میں مالوہ، سرہند، مالیر اور کوٹلیہ کے حالات پر مشتمل پنڈت رادھا کشن کی تالیف "تواریخ موسوم بہ گوشۂ پنجاب" لاہور سے شائع ہوئی، جو ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

'تاریخ سدھو براڑان' از سردار عطر سنگھ

"تاریخ سدھو براڑان" جو پنجاب کی (سابقہ) تاریخ سے متعلق ہے، یہ کتاب چار دفتر اور ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس مخطوطے کا سن مکتوبہ ۱۸۶۷ء ہے۔

منظور احسن عباسی نے اس نسخے کے بارے میں لکھا ہے کہ

"یہ کتاب مؤلف کے خاندان سدھو براڑان کی مستند اور مفصل تاریخ ہے، چونکہ سابقہ پنجاب کے سکھ روساء اور بیشتر راجگان ریاست ہائے پنجاب (ہند) اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی لئے اس کتاب میں ان کے خاندان کے حالات بھی مندرج ہیں۔ کتاب کے پہلے مضامین مندرجہ کی ایک مکمل فہرست درج ہے اور سکھ راجگان روساء کے متعدد خاندانوں کے شجرہائے نسب بھی شامل کتاب ہیں" (۱)

'تاریخ پنجاب المسمیٰ بہ گلشن پنجاب' از دیبی پرشاد

۱۸۷۲ء میں پنڈت دیبی پرشاد کی "تاریخ پنجاب المسمیٰ بہ گلشن پنجاب"، مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۲۲۹ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب دو حصّوں پر مبنی ہے۔ اس میں گرونانک سے انیسویں صدی کے وسط تک پنجاب کی تاریخ درج ہے۔ اس میں حال گروں کا جو بعد میں نانک شاہ کی گدی پر بیٹھے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کا حال، پنجاب کے مشہور شہروں کی آبادی ۱۸۴۵ء میں، سکھوں کے رسم ورواج اور طور طریقے، سکھوں کے فرقوں کی فہرست اور معافیات کی تفصیل وغیرہ پر پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

'سیر پنجاب' از کالی رائے و تلسی رام

۱۸۷۲ء میں ہی "سیر پنجاب" پٹیالہ کے مطبع نول کشور سے شائع ہوئی۔ جو دو حصّوں پر مشتمل ہے، اس کے پہلے حصے کی تالیف کالی رائے نے کی۔ یہ حصہ پنجاب خاص یعنی مابین ستلج و دریائے سندھ و نیز سندھ پار۔ اضلاع پیشاور دیرہ جات کی بابت ہے، اس کے ۲۰ صفحات ہیں۔

دوسرے حصے کی تالیف تلسی رام نے کی، جو ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، یہ حصہ مشرقی پنجاب (ہند) کے علاقہ دوآب کے مختصر تاریخی حالات پر مبنی ہے، جو پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (پنجاب پبلک لائبریری لاہور)، مرتبہ منظور احسن عباسی ۱۹۶۳ء، لاہور ص ۲۴

آخر میں سکھوں کے گوروؤں کے نام نسب اور ان کے کارناموں کا تذکرہ درج ہے۔اس کا مخطوطہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں محفوظ ہے۔جس کا ذکر منظور احسن عباسی نے کیا ہے۔(۱)

پٹیالہ سے متعلق تاریخ

'تاریخ پٹیالہ' (۲) از محمد حسین بہادر (۳)

پٹیالہ جو پنجاب کی مشہور ریاست ہے،اس ریاست کی تاریخ محمد حسین خاں بہادر ابن شیخ خادم حسین نے ''تاریخ پٹیالہ'' کے نام سے تالیف کی، جو ۱۸۷۸ء میں امرتسر سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۷۸۸ صفحات پر مشتمل ہے،اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے ریاست کے دفتر اور معتبر کتابوں مثلاً مسٹر گرفن صاحب کی کتاب پنجاراب خارو پنجاب چیفس وغیرہ سے استفادہ کیا۔اس کے علاوہ چشم دید واقعات کی رو سے تالیف کیا ہے اور بعض موقعوں پر مؤلف نے اقرارناموں اور سند کی نقل بھی درج کی ہے۔اس کے بعد ۸ صفحوں کا انگلش میں تعارف درج ہے۔فہرست مضامین، جو ۴۰ صفحات کا ہے، کتاب کی ابتداء دیباچہ سے کی گئی ہے۔دیباچہ کے بعد مؤلف کی شبیہ دی ہوئی ہے۔

اس میں ریاستِ پٹیالہ کے فرمانروایان کے خاندان، ان کی مسند نشینی کے واقعات انتظامی و سیاسی حالت اور دیگر پہلوؤں پر غور وفکر کیا ہے۔اس کے علاوہ کتاب کے شروع میں ریاست پٹیالہ کی اجمالی اور عام کیفیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔کتاب کے آخر میں خاتمہ،قطعۂ تاریخ اور اختتام کتاب تحریر ہے،جس میں درج ہے کہ یہ کتاب ۱۸۷۶ء میں لکھنی شروع کی گئی تھی اور ۲۹ اکتوبر ۱۸۷۸ء میں مکمل ہوئی۔

---

(۱) تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (پنجاب پبلک لائبریری لاہور)،مرتبہ منظور احسن عباسی،لاہور ۱۹۶۳ء،ص ۵۲ تا ۵۵

(۲) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری ٹاؤن حال

(۳) وزیر اعظم ریاست پٹیالہ۔

بھرت پور سے متعلق تاریخیں

’تاریخ بھرت پور‘ از راؤ ہاروتی چوبہ سکریٹری

یہ کتاب ۱۴۳ ابواب پر مشتمل ہے، اس کا سن تالیف اور کتابت ۱۸۹۵ء ہے۔ آخری باب میں مہاراجہ رام سنگھ کے حالات درج ہیں۔ مؤلف نے اس میں سنِ تصنیف تک کے حالات تحریر کیے ہیں۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ ذیل میں اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

" بکرم سمت میں جبکہ حکم گورنمنٹ ہندراؤ صاحب رگھناتھ سنگھ میو کالج اجمیر میں پڑھنے کے لئے گئے تو وہاں کے ہیڈ ماسٹر ہربرت شپرنگ نے حالات بھرت پور طلب کئے اون کے جمع کرنے کے لئے اس کتاب کی بنا پڑی اور جابجا سے حالات اکٹھا کئے گئے"

اختتام

"شکر گزار ہے کہ ڈبلیو پلولاک صاحب پولیٹکل ایجنٹ کو ہے کہ جنہوں نے دیوان جی کی تجویزوں کو منظور کیا اور پھر عمل میں لائیں"

اختتام سے پہلے یہ عبارت ہے ’ریاست کے انتظام کے لئے گورنمنٹ نے ۲۹ مارچ ۱۸۹۸ء کو ایک لائق دیوان مقرر کر کے بھیجا‘۔ (۱)

---

(۱) کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، نصیر الدین ہاشمی، ص ۲۵۴

بیکانیر سے متعلق تاریخ

'تواریخ راج سری بیکانیر' (۱) از منشی سوہن لال (۲)

یہ کتاب بیکانیر کے جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی، رسم و رواج طریق و معاشرت، طرز حکومت اور مہاراجگان فرمانروایان بیکانیر کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، جو ۱۸۹۰ء میں بیکانیر سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب شجرۂ نسب پر مبنی ہے۔ جو بیکانیر کی اہم ترین مقامی تاریخ ہے، اس کتاب کی ضخامت ۳۴۰ صفحات ہیں۔ کتاب کے آخر میں ۴۶ صفحوں پر راٹھور راجپوت بیکانیر، راجپوت بیداوت کے شجرے درج ہیں، اس کے علاوہ ۶ صفحوں پر تقریظ لکھی گئی ہے، جو منشی شنکر سروپ کی تحریر کردہ ہے۔ باب اوّل جغرافیائی و مقامی حالات پر مشتمل ہے۔

اس باب میں جغرافیائی حالات کے علاوہ وہاں کے باشندوں کے رسم و رواج، پوشاک تجارت، خوراک، بولی، مذہبی میلے، تہوار، اقوام زراعت پیشہ، اس کے علاوہ جاٹ، بنئے، مہیسری اوسوال، راجپوت، برہمن، پوکرنا برہمن، مسلمان، چمار وغیرہ کے بارے میں حالات و واقعات درج ہیں۔ مختلف پرگنوں جیسے پرگنہ بروارشہر، پرگنہ راج گڑھ، پرگنہ رتن گڑھ، پرگنہ سجان گڑھ وغیرہ مشہور شہر وقصبات کے عرض وطول پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ ریاست بیکانیر کے نظامت اور تحصیلات کی فہرست بھی تحریر کی ہے۔ باب دوم جو ذکر مہاراجگان راج سری بیکانیر سے متعلق ہے۔ اس باب میں راؤ بیکا جی سے لے کر مہاراجہ راؤ گنگا سنگھ جی تک راجگان کے حالاتِ زندگی اور ان کی مہمات کو تفصیل سے درج کیا ہے۔

باب سوم کا عنوان "دربارہ نظم ونسق ریاست وحال آمدنی وخرچ" ہے یعنی یہ باب نظم ونسق سے متعلق ہے، جس میں آمدنی محاصل زمین پیمائش، زکوٰۃ، باغات، بیاج بٹہ، ہنڈاون، فوج، کارخانجات، ٹکسال، فیل خانہ، فراش خانہ، توپ خانہ، مودی خانہ، بگی خانہ،

---

(۱) مملوکہ ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

(۲) ۲۱/اپریل ۱۸۸۲ء کو حسب الطلب ملازمت گورنمنٹ انگریزی سے تبدیل ہوکر ریاست ہذا میں آیا اور محکمہ مال کا افسر مقرر ہوا اور تھوڑے عرصے کے بعد علاوہ کام مال کے محکمہ کونسل میں ایڈیشنل ممبر تقرر کیا گیا تھا۔

پالکی خانہ، سلاخ خانہ، مرمت خانہ، تحصیلات، رتھ خانہ، کوتوالی، تحصیلات، شفا خانجات، تعمیرات، مدارس، جیل خانہ، ڈاک خانہ وغیرہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

باب چہارم ریاست کے امراء وارا کین سے متعلق ہے، ان میں جاگیرات، پٹہ داران تعظیمی، پٹہ داران وغیر تعظیمی، برادرانِ پٹہ داران تعظیمی وغیر تعظیمی، حالات استطاعت سرداران تعظیمی وغیر تعظیمی، غلام چیلہ معہ ان کی وجہ تسمیہ، عام خصلت وعادات اقوام راجپوت وغیرہ اراکین پر روشنی ڈالی ہے۔ باب چہارم کے بعد تمہ جات ہیں۔ تمہ اوّل، جو عہد نامجات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد فہرست شرحات زکوۃ پھر شرحات گوشوارہ دیہات درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں قطعاتِ تاریخ ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۸۹ء میں لکھی گئی ہے۔

میوات سے متعلق تاریخ

'تاریخ میوات' (۱) از منشی مولوی ابو محمد عبدالشکور میواتی

منشی مولوی ابو محمد عبد الشکور میواتی کی "تاریخ میوات" ۱۹۱۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مصنف نے فارسی، عربی اور انگریزی کے مستند ماخذوں کے حوالوں کی روشنی میں میوات اور میواتی قوم کے تمدنی ومعاشرتی حالات قدیم وجدید بیان قلمبند کئے ہیں، بعض جگہ ٹاڈ کی تاریخ راجستھان کے حوالے سے نسب نامے درج کئے ہیں۔ مصنف نے اس کتاب میں جن موضوعات پر تفصیل سے غور وفکر کیا ہے۔ ان میں پیدائش نوع انسان، ہندوستان کی قومیں، سورج بنسی نسل کے فرقوں کا بیان، میوات کا جغرافیہ، میواتی اقوام کے حالات اور ان کے گوت اور پالوں کی تحقیق، میوات میں اشاعت اسلام، میوات میں اسلامی حکومت، میواتیوں کے اخلاق وعادات کا بیان، میوات میں حالاتِ اسلام، میواتی قوم کے بعض بزرگوں کے حالات درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں مختصر شجرۂ نسب چھر کلوت پال از راجہ تمن پال جادو بنسی تخت بیانہ واقع ہاڑوتی ۱۱۹۶ المقدس تحریر ہے۔

---

(۱) مملوکہ: بارڈنگ لائبریری ٹاؤن ہال

فصل پنجم

مشرقی ہندوستان کے شہروں اور قصبات سے متعلق تاریخیں

اس فصل میں مشرقی ہندوستان کے شہروں اور قصبات میں مرشد آباد، بہار، اڑیسہ، مگدھ، پٹنہ وغیرہ پر لکھی جانے والی بعض تاریخوں کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کا مختصر تعارف ذیل میں درج ہے۔

مرشد آباد سے متعلق تاریخ

'حسن واختلاط' از سیّد ابوالقاسم سبزواری

اس میں مرشد آباد کی مختصر تاریخ اور اس کی تباہی کا حال درج ہے۔ مؤلف نے اپنے چشم دید حالات کو بطور افسانہ لکھا ہے۔ اس مخطوطے کا سن تصنیف اور سن کتابت ۱۸۰۳ء ہے، یہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، ذیل میں اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

" کبھو تجی تم نے بھی اوس کی حمد پر کمر باندھی ہے کہ جس کی کنہ ذات کی دریافت میں پیغمبر عاجز ہیں۔ خدا کے واسطے ذرا ادھر تو دیکھو اور اک محمد میں یہاں کسقدر قاصر ہے کہ وہ فرماتے ہیں ماعرفنا ك حق معرفتك یعنی میں نہ سمجھا وہ کہ حق ہے سمجھنے کا"

اختتام

"اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں صبح وشام یہی عرض کرتے ہیں کہ اپنے اس امیر کو مثل آفتاب کے منور و مظفر رکھ خدایا، دعا میری تو کر قبول بحق محمد و آل رسول مارکوس ولزلی بہادر گورنر جنرل کے عہد میں یہ کہانی موسوم "حسن

واختلاط "اٹھارسوتین سال انگریزی چوتھی مئی کے دن چشم بدور کلکتہ میں حسن انجام کو پہونچی الخیرفی ماوقع کنبہ سیّدناصرعلی عفی اللہ عنہ "(۱)

اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ اور کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے، جس کا ذکر نصیرالدین ہاشمی نے کیا ہے۔

بہار واڑیسہ سے متعلق تاریخیں

'تاریخ جدید صوبۂ اڑیسہ و بہار' (۲) از سیّداولاد حیدر

۱۹۱۵ء میں اڑیسہ و بہار کے تاریخی حالات پر مبنی سیّد اولاد حیدر کی کتاب ''تاریخ جدید صوبہ بہار واڑیسہ'' مطبع: کواتھ ضلع آرہ سے شائع ہوئی، جو ۴۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں صوبۂ اڑیسہ و بہار کی مالی، سیاسی وتمدنی اور علمی حالات و واقعات کی ترتیب درج ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں فارسی، اُردو، ہندی، انگریزی تاریخوں کے مطالعہ کے علاوہ گورنمنٹ کے خاص کاغذات سے استفادہ کیا ہے، مؤلف نے جن موضوعات پر اس میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ایرین قوموں کے حالات، ہندودھرم، گوتم بدھ بانی بدھ مذہب، راجہ اشوک، سلسلہ اندھرا کی بہار میں حکومت راجہ کانشکا، جگرناتھ کا مندر اور اس کے حالات بہار میں ہندو ریاستوں کے نظام مملکت، ہندوستان میں اسلامی حکومت صوبۂ بہار میں طغاں خاں، تیمور خاں، سیف الدین خاں، طغرل خاں ملک اُزبک سلطان، ناصرالدین بغرا خاں کا بنگال و بہار کا حکمراں بننا، وغیرہ موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ غرض کہ مؤلف نے سراج الدولہ، میر جعفر، میر قاسم، رگولیشن ۱۷۹۳ء کی رو سے بنگال و بہار کا جدید انتظام، لارڈ کارنوالس، لارڈ منٹو، لارڈ ولیم بینٹک، لارڈ کننگ ۱۸۵۷ء کا غدر، صوبۂ بہار

---

(۱) کتب خانہ آصفیہ کے اُردو مخطوطات، جلد اول، ص ۲۳۵ تا ۲۳۶

(۲) مملوکہ: اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

میں خاص عظیم آباد کا غدر، دانا پور میں غدر وغیرہ واقعات پر تفصیل سے نظر ثانی کی ہے۔ کتاب کے آخر میں صوبۂ بہار واڑیسہ کی کمشنریاں کی جدول درج ہے۔

'نقش پائیدار' از علی محمد شاد عظیم آبادی

۱۹۲۴ء میں صوبۂ بہار علی الخصوص پٹنہ عظیم آباد کے تاریخی حالات پر مشتمل علی محمد شاد عظیم آبادی کی تالیف ''نقش پائیدار'' کراچی سے شائع ہوئی ہے، جو ۲۴۷ صفحات پر مبنی ہے۔

'مذاکرۂ بہار واڑیسہ' از محمودہ خاتون

یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی، جو ۱۴۷ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں بہار واڑیسہ کے علمی، تاریخی، جغرافیائی، اقتصادی اور سیاسی حالات وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

'تاریخ مگدھ' (۱) از مولوی فصیح الدین بلخی عظیم آبادی

۱۹۴۴ء میں صوبہ بہار کی تاریخ پر مبنی مولوی فصیح الدین بلخی عظیم آبادی کی ''تاریخ مگدھ'' دہلی سے شائع ہوئی، جو ۶۴۲ ق۔م سے ۱۹۴۳ء تک کی صوبہ بہار کی تاریخ پر مشتمل ہے، یہ کتاب ۴۵۹ صفحات پر (بشمول مقدمہ) اور ۲۰ ابواب پر مبنی ہے اس میں بقول مرتب ۶۴۲ ق م سے ۱۹۴۳ء تک کے تمام تاریخی واقعات و حالات مستند تاریخوں سے اخذ کر کے مسلسل اور مکمل طور پر اصل مآخذ کے حوالوں کے ساتھ تفصیل وار درج کئے گئے ہیں۔

☆☆☆

---

(۱) مملوکہ سینٹرل لائبریری دہلی یونیورسٹی۔

باب چہارم

بیرونِ ہند کے ممالک پر لکھی گئیں تاریخیں

باب چہارم

بیرونِ ہند کے ممالک پر لکھی گئیں تاریخیں

اُردو میں نہ صرف ہندوستان کی تاریخ سے متعلق کتابیں لکھی گئیں بلکہ بیرونِ ہند کے ممالک پر بھی بڑی تعداد میں تاریخیں لکھی گئیں، جس سے اُردو تاریخ نگاری کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیرونِ ہند سے متعلق کتابوں میں کچھ کتابیں بہت ضخیم ہیں اور کچھ بہت مختصر، بعض کتابیں تو نصابی ضرورت کے پیش نظر قلمبند کی گئیں۔ اٹھارہویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک بیرونِ ہند کے ممالک پر لکھی گئیں تمام کتابوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اس باب میں صرف ان کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے، جو کسی نہ کسی حیثیت سے اہم ہیں۔ اس باب کو حسب ذیل دو فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل: یورپی ممالک سے متعلق تاریخیں

فصل دوم: ایشیائی ممالک سے متعلق تاریخیں

فصل اوّل

یورپی ممالک سے متعلق تاریخیں

اس فصل میں روم، یونان ، سسلی ،روس ،فرانس ،انگلستان، اندلس وغیرہ یورپی ممالک پر لکھی گئیں بعض تاریخوں کے حوالے دیئے گئے ۔ذیل میں یورپی ممالک سے متعلق تاریخوں کا مفصل تعارف درج ہے۔

روم و یونان سے متعلق تاریخیں

'تاریخ روم' (۱) از اسمٰعیل شاہ خاں

روم پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اسمٰعیل شاہ خاں کی تالیف "تاریخ روم" اہم ترین ماٰخذ ہے، اس مخطوطے کا سنِ تصنیف ۱۸۷۳ء اور سن کتابت ۱۸۷۴ء ہے، یہ مخطوطہ ۳۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں عہدِ عثمانیہ سے لے کر سلطان عبدالعزیز خاں کے دورِ حکومت تک ترکی کا سیاسی پس منظر، وہاں کی عمارتوں ،باغوں ،آب وہوا، پیداوار اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

'تاریخ جنگ روم و یونان ۱۸۹۷ء'(۲) از قاضی محمد جلال الدین مرادآبادی

یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں مرادآباد سے شائع ہوئی، جو ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں جنگ روم و یونان کے حالات مستند ماخذوں کی روشنی میں نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں، ترکی سپاہ و فوجی افسروں کی بہادری و الوالعزمی کا منظر بڑی شرح وبسط کے ساتھ درج ہے، اس کتاب میں غازی مختار پاشا و حفیظ پاشا

---

(۱) یہ مخطوطہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ میں محفوظ ہے۔

(۲) اس کتاب کی طبع سوم ۱۹۰۰ء میں ہوئی ،یہ کتاب بارڈ تف لائبریری میں محفوظ ہے۔

وغیرہ شخصیات کی تصاویر بھی منسلک ہیں۔

'یونان قدیم'(۱) از سیّد ہاشمی فرید آبادی

۱۹۱۸ء میں سیّد ہاشمی فرید آبادی کی تالیف "یونان قدیم" علی گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۲۵۲ صفحات، نو ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں بقول مؤلف

> "متعدد مؤرخین کی آرا پر غور و تفحص کیا۔جن میں گروٹ بیوری مہانی قابل ذکر ہے۔اس کے علاوہ متفرق امور کی تحقیق کے لیے انسائیکلوپیڈیا اور تاریخ المؤرخین عالم اور قدیم یونانی مصنفین کے انگریزی ترجموں سے استفادہ کیا ہے"

اس کتاب کے باب اوّل میں جغرافیائی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے، باب دوم زمانۂ ماقبل تاریخ سے متعلق ہے، باب سوم میں ڈورین قوم کی ہجرت اور تسلط پیلوپنی سس میں ۵۰۰ ق۔م۔تک اسپارٹہ دوسری ڈورین ریاستوں کا ذکر ہے، باب چہارم قوم آئی اونین اور اٹی کا (۵۰۰ ق۔م تک) حکومت جابریہ سے متعلق ہے، باب پنجم میں یونان کی جدوجہد ایران سے، آئی اونی بغاوت، یونان پر ایرانیوں کی فوج کشی، وغیرہ واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، باب ششم اتھنز کا عروج اور فارقلیس، عہد فارقلیس سے متعلق ہے، باب ہفتم میں جنگ پیلوپنی سس اور سلطنت اتھنز کا زوال، اسپارٹہ کا غلبہ درج ہے، باب ہشتم نسل یونان کے تنزل سے متعلق ہے، باب نہم میں یونان کی آزادی کے خاتمہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، کتاب کے آخر میں ضمیمہ بھی ہے، جس میں شاہان ایران کے ناموں کے فارسی و یونانی تلفظ کا تطابق ہے۔

---

(۱) مملوکہ بارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال

سسلی سے متعلق تاریخیں

’صقلیہ میں اسلام‘ (۱) از عبدالحلیم شرر

یہ کتاب صقلیہ میں اسلامی حکومت کے عہد کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ ۱۰۳ صفحات پر مبنی ہے، اس میں مؤلف نے جن موضوعات پر روشنی ڈالی ہے، ان میں صقلیہ کی صورت حال، ابراہیم بن اغلب تمیمی عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب، زیادۃ اللہ بن ابراہیم اغلب اور اس عہد کی سیاسی حالت، فتوحات اسلام، قاضی اسد کی وفات اور محمد ابن ابی الجواری کی سپہ سالاری، اندلس اور افریقہ کے مسلمانوں میں نزاع، محمد بن عبداللہ کی سپہ سالاری پہلا والی صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم وغیرہ حکمرانوں کے عہدِ حکومت پر روشنی ڈالی ہے۔

’تاریخ صقلیہ‘ (۲) از سیّد ریاست علی ندوی

سسلی پر لکھی جانے والی تاریخوں میں سیّد ریاست علی ندوی کی "تاریخ صقلیہ" اہم ترین تاریخ ہے، یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، جس کا مجموعی حجم ۹۷۶ صفحات ہیں۔

’تاریخ صقلیہ‘ (جلد اوّل)

یہ جلد ۵۱۶ صفحات پر مبنی ہے، جو صقلیہ کی رزمیہ تاریخ ہے، جس میں صقلیہ کے جغرافیائی حالات سسلی، اٹلی و جزائر، سسلی پر اسلامی حملوں کی ابتداء، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کے دوران کا عروج، اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ میں مسلمانوں کے مصائب وجلاوطنی کا تفصیلی تذکرہ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

(۲) مملوکہ اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔

اس جلد میں تین نقشے منسلک ہے، پہلا نقشہ قدیم صقلیہ کا ہے، جو فریمان کی قدیم تاریخ سسلی سے شائع ہوا، دوسرا نقشہ ادریسی کی نزہتہ المشتاق سے ماخوذ ہے، تیسرے نقشہ میں شمالی افریقہ کے سواحل، سسلی، جزائر سسلی اور اٹلی وغیرہ ممالک دکھائے گئے ہیں اور اسی میں شمالی افریقہ اور اٹلی کے قدیم شہروں کو بھی دکھایا گیا ہے۔

'تاریخ صقلیہ' (جلد دوم)

یہ جلد ۱۹۳۶ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۴۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، "تاریخ صقلیہ" سسلی کی تمدنی تاریخ پر مبنی ہے، اس ضمن میں سسلی کے عہد اسلامی کا تمدن جغرافیہ، نظام حکومت، زراعت، صنعت وحرفت، تعمیر، تجارت، تہذیب وتمدن ومعاشرت اور علم وفنون کا تفصیلی تذکرہ درج ہے، اس کے علاوہ یورپ پر سسلی کے اسلامی تمدن کے اثرات بھی دکھائے گئے ہیں، جلد کے آخر میں اٹھارہ صفحوں پر مشتمل ضمیمہ درج ہے، جس میں فہرست ماخذ دیئے ہوئے ہیں۔

روس سے متعلق تاریخیں

'بالشوزم المعروف انقلاب روس' (۱) از مہتہ آنند کشور

روس پر لکھی جانے والی کتابوں میں مہتہ آنند کشور کی تالیف "بالشوزم المعروف انقلاب روس" اہم ترین کتاب ہے، جو ۱۹۳۲ء میں لاہور سے شائع ہوئی، یہ ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں روس کے عوامی انقلاب اور اس کے بعد کے حالات درج ہیں، ابتداء میں دیباچۂ مؤلف ہے، اس کے بعد جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، ان میں روس کی پہلی حالت، آزاد سوسائٹی، نہلسٹ سوسائٹی، سوویت کی ابتداء ڈوما روسی پارلیمنٹ ۱۹۰۶ء کا اعلان، راس پوٹین اور اس کا قتل، امپریل کونسل میں بالشویکوں کا زور اور پیٹر گراڈ پر قبضہ، بالشوزم کی ابتداء، بالشویکوں کے معاہدے،

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

دوسری سلطنتوں کے ساتھ روسی ایرانی معاہدہ کی دفعات وغیرہ پہلوؤں پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی۔

'انقلاب روس یعنی روس کے عصر جدید کی کایا پلٹ کی داستان' (۱)

از

کشن پرشاد کول

یہ کتاب ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب اور اس کے بعد ملک کی ترقی کے تعارف پر مشتمل ہے، جو ۱۹۳۶ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، یہ ۲۵۰ صفحات اور پانچ حصّوں پر مبنی ہے، کتاب کے شروع میں دیباچہ ہے، اس کے بعد حصّہ اوّل ہے، جس میں ابتدائی زمانہ، سلطنت روس، روس بیسویں صدی کے شروع میں، دور جمہوریت کی نشو ونما، جنگ عظیم ومابعد پر روشنی ڈالی گئی ہے، حصّہ دوم میں سوشلزم، لینن اور بالشوزم، ہنگامۂ انقلاب ۱۹۱۷ء، مارچ سے اکتوبر تک کی سرگذشت نومبر اور مابعد سے متعلق ہے، حصّہ سوم دستور حکومت آئین وقوانین پر مشتمل ہے، حصّہ چہارم میں ملکیت اور صنعت وحرفت، زراعت پر روشنی ڈالی ہے اور حصّہ پنجم تعلیم، مذہب اور طرز معاشرت سے متعلق ہے۔

'انقلاب روس' از محمد مسعود جوہر

۱۹۴۱ء میں محمد مسعود جوہر کی کتاب "انقلاب روس" دہلی سے شائع ہوئی، جو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں مارچ ۱۹۱۷ء میں انقلاب روس کے اسباب ونتائج درج ہیں۔

'روس انقلاب کے بعد' از محمد مسعود جوہر

۱۹۴۶ء میں محمد مسعود جوہر کی ایک اور کتاب "روس انقلاب کے بعد" دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۱۸ صفحات پر مبنی ہے، اس میں انقلاب کے بعد روس کی سیاسی واقتصادی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

'انقلاب روس' از شیر جنگ

یہ کتاب عوامی انقلاب اور اشتراکی نظام پر مشتمل ہے، جو ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، یہ ۴۴۸ صفحات پر مبنی ہے۔

'سوویت روس' (۱) از محمد کلیم اللہ

۱۹۴۴ء میں روس کے معاشی، سیاسی، فنون لطیفہ، فوجی، تعلیمی و دیگر حالات پر مشتمل محمد کلیم اللہ کی تالیف "سویٹ روس "حیدر آباد سے شائع ہوئی، یہ کتاب ۳۲۰ صفحات تین حصوں اور ۲۱ ابواب پر مبنی ہے، ان ابواب میں جن پہلوؤں پر غور و فکر کیا گیا ہے وہ ہیں انقلاب سے قبل اور انقلاب کے بعد نئی معاشی پالیسی، پہلا دوسرا اور تیسرا پنج سالہ نظام العمل، زرعی نظام، کمیونسٹ پارٹی، فاشتوں کا حملہ، سرخ فوج کا نظام، فنون لطیفہ اور عورتوں کی حیثیت و اخلاق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فرانس سے متعلق تاریخیں

'تحفۂ فرانس' (۲) از اصغر حسین اصغر

فرانس سے متعلق تاریخوں میں اصغر حسین اصغر کی تالیف "تحفۂ فرانس" اہم ترین تاریخ ہے، جو الٰہ آباد سے ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی، یہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں مؤلف نے فرانس کے جغرافیائی، تاریخی، تہذیبی اور معاشرتی حالات پر روشنی ڈالی ہے۔

'انقلابِ فرانس' (۳) از غلام باری

یہ کتاب فرانس کے انقلاب سے متعلق ہے، جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی، اس

---

(۱) مملوکہ: سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

(۲) مملوکہ ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

(۳) مملوکہ: سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

میں فرانس کے انقلاب کے بارے میں مستند حوالوں کی روشنی میں واقعات درج کئے گئے ہیں، اس کتاب میں مؤلف نے پہلے تو نشاۃ ثانیہ سے لے کر لوئی پانز دہم کے عہد حکومت تک کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے، بعدازاں استبداد کا خاکہ پیش کر کے امکاناتِ انقلاب پر بحث کی ہے، مؤلف نے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ انقلاب کی تحریک کس ماحول میں نشوونما پا رہی تھی، انقلاب کی قیادت کن ہاتھوں میں تھی، اس کے سپاہی کون تھے، ان کے مطالبات کیا تھے اور وہ کیوں نہ پورے ہوئے ان اہم سوالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کتاب کا اسلوب خطیبانہ ہوتے ہوئے بھی دلکش ہے۔

'انقلاب فرانس' (۱) از عبدالقادر بی۔اے

فرانس کے قدیم وجدید حالات پر مشتمل مولوی عبدالقادر بی۔اے کی تالیف "انقلاب فرانس" ۱۹۳۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی، اس میں انقلابِ فرانس کے واقعات تسلسل کے ساتھ قلمبند کئے گئے ہیں، یہ کتاب ۱۹۱ صفحات اور بارہ ابواب پر مشتمل ہے، ان ابواب میں فرانس سے متعلق جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ان میں ملوکیت اور ملوک، لوئی شانزدہم، لوئی سولہ کی میراث، جمعتہ، طبقات ثلاثہ، ٹینس گھر کا عہد، دورِ ہیبت، ردِ عمل شہنشاہی، آئینی حکومت، جمہوریت ملوکیت، پھر جمہوریت کا قائم ہونا وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

انگلستان سے متعلق تاریخیں

'تاریخ سلطنت انگلشیہ' از پیارے لال

"تاریخ سلطنت انگلشیہ" ۱۸۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوئی، جو انگلستان پر لکھی جانے والی تاریخوں میں اہم ترین مآخذ ہے، اس میں انگلستان کی تاریخ بڑی شرح وبسط کے ساتھ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: بارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

’محاربات عظیم‘ (۱) از مولوی ذکاء اللہ

"محاربات عظیم" ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں برطانیہ اور دوسرے ممالک کے مابین جنگوں کے حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۰۴ء میں دہلی سے شائع ہوئی، یہ ۱۶۱ صفحات پر مبنی ہے، اس کتاب میں جن پہلوؤں پر مؤلف نے روشنی ڈالی ہے۔ ان میں جنگِ کریمیا، اہلِ انگلینڈ اور چین کی جنگ، فرانس کے ساتھ تجارت کے باب میں عہد نامہ ۱۸۶۰ء، روئی کا قحط ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۴ء تک، نیوزی لینڈ وشانٹی وجاپان میں لڑائی، جنگِ ابی سینا آئر لینڈ کا قانون آراضی ۱۸۷۰ء، بال لوٹ ایکٹ ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۲ء، پروشیا اور آسٹریا کی لڑائی ۱۸۶۶ء، فرانس اور جرمنی کے درمیان لڑائی ۱۸۷۰ء سے ۱۸۷۱ء، افغانستان پر حملہ، جنگِ جنوبی افریقہ، نہر سویز کے حصّوں کی خریداری، لارڈ ڈرپن وجنگِ افغانستان ٹرنسوال کے معاملات، جنگِ اندرمان اور جنگِ ٹرانسوال وغیرہ واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

’تاریخ انگلستان‘ از عطر چند کپور

۱۹۲۶ء میں عطر چند کپور کی تالیف "تاریخ انگلستان" لاہور سے شائع ہوئی، جو انگلستان سے متعلق لکھی جانے والی تاریخوں میں اہم ترین کتاب ہے۔

تاریخ انگلستان از گلاب رام دیو

یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، اس میں انگلستان کی تاریخ ۱۴۷۱ء سے ۱۹۳۲ء تک درج ہے۔

اندلس سے متعلق تاریخیں

’تاریخ اندلس‘ (۲) از حامد علی

۱۸۹۴ء میں حامد علی کی "تاریخ اندلس" لاہور سے شائع ہوئی، جو ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کی تاریخ درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، اس کتاب کا سرورق ضمیمہ سوم میں منسلک ہے۔

(۲) اس کتاب کا ذکر "فہرست کتابت خانہ انجمن ترقی اردو ہند" میں سید علی بشر حاتمی نے صفحہ ۱۰۷ پر کیا ہے۔

'خلافتِ اندلس' (۱) از ذوالقدر جنگ بہادر

"خلافتِ اندلس" اسپین میں عربوں کے ۳۸ سالہ عہدِ خلافت کی تاریخ پر مشتمل ہے، جو ۱۹۰۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی یہ کتاب چار حصّوں پر مبنی ہے، جس کا مجموعی حجم ۳۹۵ صفحات ہیں۔

'خلافتِ اندلس' (حصّہ اوّل)

یہ حصّہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے، ان ابواب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان میں اندلس کی ابتدائی حالت، عربوں کی آمد، عیسائیوں کا موسیٰ ابن نصیر کے پاس آنا، اندلس کی فتح کا قصہ وغیرہ واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

'خلافتِ اندلس' (حصّہ دوم)

یہ حصّہ آٹھ ابواب پر مبنی ہے، ان ابواب میں آغاز امارت اندلس، ہشام کی تخت نشینی، الحکم کی تخت نشینی، سلطان عبداللہ کا یکے کے بعد دیگرے تخت نشین ہونا، طوائف الملو کی محمد ابن الجبار المہدی، خلیفہ ہشام کا قتل وغیرہ واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'خلافتِ اندلس' (حصّہ سوم)

یہ حصّہ بھی آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، ان ابواب میں بنی حمود علی بن حمود کی تخت نشینی، سلطنت کا چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہونا، خاندان المسر السبطین والموحدین و بنی حمود کا یکے بعد دیگرے اندلس پر مسلط ہونا، اسلامی اندلس کے مجمل حالات طرز ریاست، صنعت وحرفت، عربوں کا اثر یورپ پر وغیرہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

'خلافتِ اندلس' (حصّہ چہارم)

اس حصّے میں علمائے اندلس کا بیان درج ہے۔

---

(۱) مملوکہ: بارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

'اندلس کا تاریخی جغرافیہ' (۱) از محمد عنایت اللہ (۲)

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب کے مضامین دو حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّے میں ملک کا عام جغرافیہ ہے، جس کی تفصیل پانچ ابواب میں درج کی گئی ہے، اندلس کی قدیم و جدید اسماء کی تحقیقات سے اس کتاب کی ابتداء کی گئی ہے۔ اس کے بعد یونانی اور عربی جغرافیہ نویسوں کی تحریرات کے موافق اندلس کی طبعی و سیاسی تقسیمات کو بیان کیا ہے۔ پھر اندلس کا موجودہ جغرافیہ مذکور ہے آخری دو ابواب میں مسلمان قبائل کا تذکرہ اور عہد اسلامی کے معاشی اور اقتصادی کوائف تحریر ہیں۔ ان بیانات پر جغرافیہ عمومی ختم ہو جاتا ہے بعد ازاں شہروں، قریوں، ضلعوں اور صوبوں، دریاؤں، نہروں اور پہاڑوں کے وہ نام بہ ترتیب حروف تہجی درج ہیں، جن کا ذکر عربی اور اسلامی تاریخوں میں آیا اور ہر نام کے ساتھ تاریخ و جغرافیہ کی تمام ضروری معلومات تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے، یہ حصّہ کتاب کے تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور اپنی جامعیت کے لحاظ سے اندلس کے اسلامی جغرافیہ کا ایک بہترین انسائیکلو پیڈیا بن گیا ہے، مؤلف نے اس کے مضامین عربی اور انگریزی کی ان مشہور و مستند کتابوں سے ماخذ کئے ہیں، جو اسلامی اندلس کے متعلق ضبط تحریر میں آئی ہیں ان کے علاوہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے اکثر مضامین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جغرافیائی حالات کے ساتھ ساتھ آثار و عمارت کا بھی تذکرہ ملتا ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں چھوٹے چھوٹے نقشے بھی شامل کئے گئے ہیں، اس طرح اس کتاب میں اندلس کی تاریخ کے ساتھ ساتھ وہاں کے جغرافیہ پر بھی روشنی ڈالی ہے، جو اس کتاب کی خصوصیت ہے۔

---

(۱) تعارف میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں شروع کی گئی تھی اور دسمبر ۱۹۲۶ء میں ختم ہوئی۔

(۲) مولوی ذکاء اللہ کے فرزند تھے۔

پہلی اور دوسری جنگ عظیم سے متعلق تاریخیں

پہلی جنگ عظیم سے متعلق تاریخیں

'تاریخ جنگِ عظیم یورپ' از کرنل محمد عظمت اللہ

یہ کتاب ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۳۴۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں پہلی جنگِ عظیم کے واقعات اور اسباب کے علاوہ اس میں حیدرآباد امپریل سروس ٹروپس کی شرکت اور خدمات کا تذکرہ بھی درج ہے۔

'جنگِ روس و جرمنی' از غلام حیدر

یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں پہلی عالمی جنگ کے اسباب و نتائج پر بڑی شرح وسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری جنگِ عظیم سے متعلق تاریخیں

'دوسری جنگِ عظیم' از محمد مرزا دہلوی

یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۳۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں جنگ عظیم کا پس منظر اور زمانۂ تصنیف تک کے حالات درج ہیں۔

'جنگِ عظیم ۱۹۳۹ء کیوں ہوئی' از شیخ رحمٰن بخش

یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو دوسری عالمی جنگ اور اس کے اسباب و حالات اور نتائج پر مشتمل ہے، اس کتاب میں جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان میں ہٹلر کی فرعونیت، نازیت کی ابتداء ورسیلز کے نتائج، نازیت کی انتقامیت، نازی جماعت، آسٹریا کس طرح جرمنی میں ملادیا گیا، پولینڈ پر حملہ، وغیرہ واقعات پر نظر ثانی کی گئی ہے۔

'مشرق بعید کے حالات' از محمد اسحاق وزبیدہ تبسم

یہ کتاب ۱۹۴۵ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۲۱۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مشرق بعید کے ممالک کے جغرافیائی و تاریخی حالات درج ہیں، جو دوسری جنگِ عظیم سے متاثر ہوئے۔

فصل دوم

ایشیائی ممالک سے متعلق تاریخیں

اس ضمن میں چین، عرب حجاز، افغانستان، جاپان، مصر پر لکھی گئیں بعض تاریخوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو حسبِ ذیل ہیں۔

چین سے متعلق تاریخیں

'تاریخ ممالک چین' (۱) از جیمز کارکرن

چین سے متعلق تاریخوں میں جیمز کارکرن کی تالیف "تاریخ ممالک چین" انیسویں صدی کی اہم ترین تاریخی تصنیف ہے، جو ۱۸۴۶ء میں شائع ہوئی، اس میں طوفانِ نوح سے لے کر ۱۸۴۲ء تک کے حالات درج ہیں یہ کتاب بڑی تقطیع میں دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جس کا مجموعی حجم ۱۱۸۱ صفحات ہے۔

'تاریخ ممالک چین' (جلد اوّل)

یہ جلد ۷۱۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں تین دفتر (باب) اور ۳۳ ابواب (فصلیں) ہیں اور ۴۴ صفحات کا اشاریہ ہے، جو انگلش میں ہے، یہ جلد حدودِ مملکت چین، اس کے صوبجات اور ان کے معاشرتی، تاریخی اور سیاسی حالات وواقعات پر مبنی ہے۔

'تاریخ ممالک چین' (جلد دوم)

یہ جلد ۴۶۵ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں دو دفتر (باب) اور ۳۲ باب

---

(۱) ۱۸۶۵ء میں دار العلوم میرٹھ سے بھی شائع ہوئی، میر حسن نے 'مغربی تصانیف کے اردو تراجم' ص ۵۱ پر اسے انگریزی کا ترجمہ قرار دیا ہے ان کے علاوہ مرزا حامد بیگ نے بھی 'مغرب سے نثری تراجم' ص ۲۷۳ پر جیمز کارکرن کو اپنی ہی کتاب کا مترجم بتایا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ اصل کتاب میں مترجم کا کہیں ذکر تک نہیں ملتا اور نہ ہی جیمز کارکرن کی انگریزی تصنیف ہی کا کہیں ذکر ہے۔ خود میر حسن نے انگریزی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ (یہ کتاب انجمن ترقی اردو ہند دہلی میں ہے) اس کا مخطوطہ قومی عجائب گھر پاکستان میں محفوظ ہے۔

(فصلیں) ہیں، اس میں طوفانِ نوح کے بعد سے ۱۸۴۲ء یعنی مصنف کے عہد تک کے چین کے حالات درج ہیں۔

اس طرح مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مؤلف نے اس کتاب میں چین اور اس کی مختلف ریاستوں کی سیاسی، تہذیبی اور تمدنی تاریخ درج کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب چین کے مختلف ادوار اور شاہانِ چین کے مختلف خاندانوں کا تفصیلی تذکرہ اور ان کی سیاسی سرگرمیوں کی تفصیلی تاریخ ہے، اس کا مخطوطہ کتب خانہ ٹونک میں محفوظ ہے، جس کا ذکر شوکت علی خاں نے کیا ہے۔(۱)

حالاتِ چین از غلام قادر فصیح

۱۸۹۰ء میں چین کے حالات پر مشتمل غلام قادر فصیح کی تالیف "حالات چین با تصویر" سیالکوٹ سے شائع ہوئی، جو ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

'چینی مسلمان'(۲) از بدرالدین چینی

یہ کتاب چین میں مسلمانوں کی آمد اور ان کی تہذیب وتمدن اور ان کے سیاسی حالات پر مشتمل ہے، جو ۱۹۳۵ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، یہ ۲۴۲ صفحات اور ۷/ ابواب پر مبنی ہے، باب اوّل چین میں مسلمانوں کے داخلے سے متعلق ہے، دوسرے باب میں مختلف عہد میں چین اور مسلمانوں کے تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں عہد سونگ میں مسلمان، عہد یواں میں مسلمان، عہد بینگ میں مسلمان وغیرہ عہد میں مسلمانوں کے تعلقات کا ذکر شامل ہے، باب سوم چینی قوموں میں مسلمانوں کی حیثیت سے متعلق ہے، باب چہارم میں چینی مسلمانوں کی موجودہ پستی اور آئندہ عروج کا تذکرہ ہے، باب پنجم مذہبی عقائد سے متعلق ہے، باب ششم میں چینی مسلمانوں کے چند فرقے اور ان کی تحریکوں کا ذکر ہے، باب ہفتم میں ٹسنگ، چینگ، ہوی ہوی ٹسنگ، چینگ، ہوی ہوی کی تشریح درج ہے۔

---

(۱) قصر علم ٹونک کے کتب خانے اور ان کے نوادر، مرتبہ شوکت علی خاں، راجستھان، ص ۱۰۴

(۲) مملوکہ اردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔
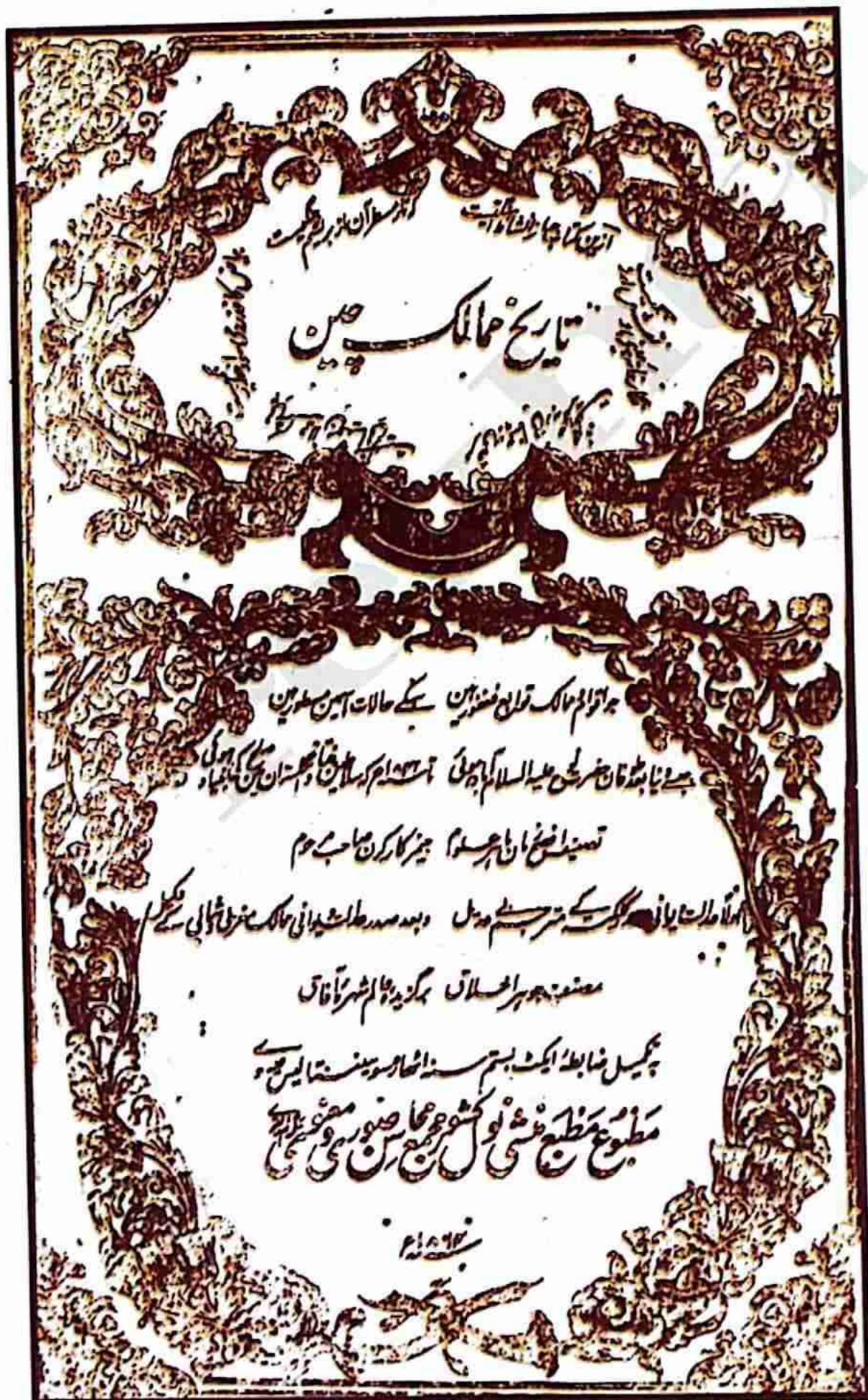
آٹھویں باب میں تصانیف کا تذکرہ کیا ہے، باب نہم تعلیمی انتظامات سے متعلق ہے۔ دسواں باب مسلمانان پیکن کی شادی کے رسوم پر مشتمل ہے، گیارہواں باب ٹسن چاؤ کے مسلمانوں کے جغرافیائی، تعلیمی اور معاشرتی حالات سے متعلق ہے، بارہویں باب میں سوی ہوا کے مسلمانوں کا تذکرہ ہے، جس میں مسلمانوں کی آمد، مسجد کی بناء وغیرہ واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، تیرہواں باب ہوکان کے مسلمان کے حالات پر مشتمل ہے، چودھواں باب کانسو اور مسلمان سے متعلق ہے۔

پندرہویں باب میں عام بیداری کا ذکر ہے، جس میں تنزل کا احساس اور اصلاح کی کوشش، مسلمانِ چین کی انجمنوں کا ایک نمونہ، اسلام کی اشاعت وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، سولہواں باب چینی ترکستان اور حکومتِ چین سے متعلق ہے، سترہویں باب میں مسلمان چین کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، جس میں ان کا پیشہ، مذہبی رسوم، آبادی، مساجد اور نظام مسجد کا تذکرہ کیا گیا ہے، غرض کہ یہ کتاب چین پر لکھی گئیں کتابوں میں اہم ترین کتاب ہے۔

'جمہوریہ چین' (۱) از میر عابد علی

۱۹۴۳ء میں میر عابد علی کی تالیف "جمہوریہ چین" حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، جو ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں جن موضوعات پر مؤلف نے روشنی ڈالی ہے۔ ان میں انقلابِ چین کے اسباب اور چینی جمہوریہ کی تاریخ اور تشکیل سے متعلقہ معلومات قلمبند کی گئیں ہیں اس کے علاوہ سن یات سنین کا عہدِ صدارت، چیانگ کائی شک کی قیادت، جنگِ چین و جاپان اور جدید چین پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

---

(۱) مملوکہ: بارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

عرب وحجاز سے متعلق تاریخیں

'خلاصۂ تواریخ مکہ معظمہ' (۱) از حاجی فخر الدین

۱۸۹۳ء میں حاجی فخر الدین کی تالیف "خلاصۂ تواریخ مکہ معظمہ" دہلی سے شائع ہوئی، جو ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں حالاتِ بنائے کعبہ اور نیز حالات اور مقاماتِ حال ابتداء سے عہد تصنیف تک درج ہیں، یہ چار ابواب اور کئی فصلوں پر مبنی ہے، پہلا باب مکہ معظمہ کے ناموں اور اس کی آبادی اور شرفِ بزرگی کے بیان میں ہے، یہ باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فصل اوّل :اسماء کے بیان میں

فصل دوم :مکہ معظمہ کی آبادی کے بیان میں

فصل سوم :مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی افضلیت کے بیان میں

فصل چہارم :مکہ معظمہ وطن بنانے میں مختلف اقوال کے بیان میں

فصل پنجم :ان متبرک جگہوں کے بیان میں جن میں دعا ہوتی ہے یعنی کعبہ کے گرد طواف دوسری جگہ حجرِ اسود وخانہ کعبہ کے دروازے کے بیان میں۔

فصل ششم :مکہ کے مکانات اور زمین بیچنے اور کرایہ لینے کے حکم کے بیان میں۔

دوسرا باب خانہ کعبہ کی تعمیر کے بیان میں اور چاہ زمزم اور اس شرف کے ذکر میں اور کعبہ کے جواہر سے متعلق ہے۔ اس باب ان سب تعمیرات کا ذکر جداگانہ فصلوں میں کیا گیا ہے، تیسرے باب میں مسجدِ حرام کی وضع پہلے کیا تھی اور اس کے بعد کس قدر تی ئی اس سے متعلق پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، چوتھے باب میں آل عثمان کے

---

(۱) مملوکہ، بارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

قائم ہونے کے بیان میں خدمات کعبہ اور مسجد حرام کے لیے اور اس بارے میں ان کی ہمتوں کے صرف کرنے کا ذکر ہے۔

'عربوں کی گذشتہ تجارت' از مجیب احمد تمنائی

یہ کتاب ۱۸۹۴ء میں آگرہ سے شائع ہوئی، جو عربوں کے تاریخی و معاشی حالات سے متعلق ہے، اس کتاب کے ۶۷ صفحات ہیں۔

'خلاصۂ تواریخ مکہ' از فخرالدین حسین

یہ کتاب ۱۹۰۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں ابتداء سے عہد خلافت عثمانیہ تک کے تاریخی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'ام القریٰ' از خواجہ محمد عباداللہ

یہ کتاب ۱۹۱۸ء میں امرتسر سے شائع ہوئی، جو ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مورخانہ محققانہ اور عالمانہ طریق پر ثابت کیا گیا ہے کہ امم سامیہ کا مسکن اوّل ارض مقدس حجاز ہے اور مکہ معظمہ القرے' ہے۔ مؤلف نے اس موضوع پر متعدد تنوع طریقوں اور پہلوؤں سے بحث کی ہے۔

'خون حرمین' (۱) از غفور شاہ الحاج سیّد غفور شاہ

غفور شاہ الحاج سیّد غفور شاہ کی تالیف "خون حرمین" ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی، جو ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، مؤلف نے اس کتاب میں چشم دید واقعات پیش کیے ہیں، یعنی اس میں انہوں نے حجاز کے ان قیامت خیز واقعات کا انکشاف کیا ہے، جو شریف مکہ کی غداری کی وجہ سے حرم کے اندر ہوئے مثلاً مدینہ منورہ کے محاصرہ کے حالات، گنبد خضرا پر توں اور ہوائی جہاز سے بگولوں کی بارش، کربلائے عثمانیہ آغوش کعبہ میں، عربوں کے مظالم اور حاجیوں کی تکالیف اور ان پر کیے گئے ظلموں کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔

---

(۱) مملوکہ: نذیریہ پبلک لائبریری جامعہ ہمدرد۔

'تاریخ الحرمین الشریفین' (۱) از مولوی عبدالسلام ندوی

یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی، جو ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، مؤلف نے اس میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے تاریخی حالات، اہل مکہ و اہل مدینہ کے اخلاق و عادات، رسم و رواج، لباس، زیارت گاہوں، قلعوں، کتب خانوں، نیز خانہ کعبہ، مسجد نبوی، حج اور قربانی وغیرہ موضوعات کی مفصل تاریخ بیان کی ہے، اس طرح مؤلف نے اس کتاب میں مذہبی، سیاسی، تمدنی اور علمی حیثیت سے حرمین کی ایک نہایت مستند تاریخ مرتب کی ہے۔

'تاریخ بخد' (۲) از اسلم جیراجپوری

یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں حائل، القصیم، الوشم، المحمل، العارض، الخراج، الافلاح، وغیرہ کے بارے میں مفصل حالات مندرج ہیں، اس کے علاوہ بخد کے قبیلوں، اہل بخد (۳) کے عام حالات، حکومت بخد، شیخ محمد بن عبدالوہاب، عبدالعزیز اول، عبداللہ بن سعود، عبداللہ بن فیصل کے حالاتِ زندگی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

'عرب کی موجودہ حکومتیں' (۴) از شاہ معین الدین احمد ندوی

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۷۰ اصفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مؤلف نے مختلف تصانیف، تعلیمی رپورٹوں اور عربی اخبارات وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا ہے، مؤلف نے اس میں عرب کی قابلِ ذکر حکومتوں مثلاً بخد و حجاز، عسیر، یمن، لحج امارت، نواحی تسعہ، بحرین، کویت، عراق اور حوادثِ فلسطین و شام کے مختصر حالات درج کئے ہیں گو یہ حالات بہت مختصر ہیں تاہم

---

(۱) مملوکہ صولت لائبریری، رامپور۔

(۲) مملوکہ ہارڈنگ لائبریری، ٹاؤن ہال۔

(۳) نجد کا خطہ ایک وسیع خطہ ہے اور عرب کے دیگر حصوں کی بہ نسبت اس میں آبادی زیادہ ہے۔

(۴) مملوکہ صولت لائبریری، رامپور۔

اجمالی معلومات کے لئے اہم ہیں، یہ کتاب دو حصّوں میں تقسیم ہے، پہلا حصّہ عرب کے جغرافیائی حالات سے متعلق ہے، دوسرے حصّے میں عربوں کی بعض حکومتوں کی تاریخ درج ہیں، اس حصّے میں زیادہ تر واقعات امین ریحانی کے سفرنامہ ملوک العرب سے ماخوذ ہیں (جو دو ضخیم جلدوں میں مشتمل ہے)۔ "ملوک العرب" کے علاوہ مؤلف نے بعض دوسرے ماخذوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ شام کے حالات محمد کرد علی مجمع العلمی کی خطط الشام سے ماخوذ ہیں جبکہ یمن کے حالات شیخ عبدالواسع یمنی کی "تاریخ یمن" اور عراق کے حالات "رسالہ العرفان صیدا" اور عراق کی تعلیمی رپورٹوں پر مشتمل ہیں۔

'عربوں کی جہاز رانی' (۱) از سیّد سلیمان ندوی

یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوئی، جو ۱۹۹ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں عربوں کی جہاز رانی کی ابتداء وارتقاء، ان کی بحری ایجادات واختراعات، بحری تصنیفات اور عربوں کے عروج وزوال کی تاریخ درج ہے، اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں فتوح البلدان بلادری، مروج الذاہب مسعودی، الفوائد فی علم الجر وقواعد ابن ماجد سعدی، لسان العرب وشفاء الغلیل، ظفر الوالہ، سیرۃ ابن ہشمام، تاریخ طبری، تاریخ بصریٰ، للائی، مقدمۂ ابن خلدون وغیرہ ماخذات سے استفادہ کیا۔

کتاب کی ابتداء میں تمہید ہے، جس میں موضوع کی اہمیت اور جہاز رانی سے عربوں کی دلچسپی کے اسباب لکھے ہیں بعدازاں اہل جاہلیت میں عربوں کی جہاز رانی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس ضمن میں لغات عرب اشعار جاہلیت اور قرآن مجید سے دلائل وشواہد فراہم کئے ہیں۔

مؤلف نے جاہلی شعراء کے کلام کے حوالے سے عربوں کی بحری واقفیت پر روشنی ڈالی ہے، اس ضمن میں انہوں نے ان شعراء کے کلام میں بحری تمثیلات،

---

(۱) مملوکہ: اورینٹل لائبریری جامعہ ہمدرد۔

تلمیحات اور استعارات کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ مؤلف نے قرآن پاک کی ۲۸ آیات کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ عربوں کو قبل از اسلام جہاز رانی کے علم سے واقفیت تھی۔ اس ضمن میں ان کا کہنا ہے کہ:

"عرب جاہلیت کی تاریخ کا سب سے محفوظ سرمایہ قرآن پاک ہے جو اس وقت سے آج تک ہر تحریف و تغیر سے پاک موجود ہے قرآن میں جہازوں اور سمندروں کا ذکر اس کثرت سے ہے کہ سب کو اس موقع پر سمیٹنا بھی مشکل ہے۔ قرآن پاک میں جہازوں کا ذکر ۲۸ آتیوں میں ہے۔ ۲۳ آتیوں فلک کے لفظ ساتھ دو جگہ "جوار" کے ساتھ ایک آیت میں سفینۃ اور ایک آیت میں ذات الواح دوسری تلمیح کے ساتھ اور ایک آیت میں بلفظ جاریۃ"(۱)

بعد ازاں مؤلف نے عہدِ رسالت، خلفائے راشدین، بنواُمیہ، بنوعباس، فاطمین مصر اور اندلسی بنواُمیہ کے عہد میں جو بحری ترقیاں ہوئیں اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے، انہوں نے نہ صرف عربوں کی جہاز رانی پر روشنی ڈالی ہے بلکہ جہاز رانی کے آلات اور ساز و سامان کی تفصیلات بھی درج کی ہیں، اس ضمن میں بحری نقشوں، لائٹ ہاؤس اور میل کے نشان ستاروں، ہواؤں اور جغرافیہ کی کتابیں، قطب نما، جہازوں کے نام وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، کتاب کے آخر میں عربوں کی بحری تفصیلات کا تذکرہ درج ہے، اس ضمن میں انہوں نے اسد البحر شہاب الدین احمد ابن ماجد کی تصانیف کا ذکر کیا ہے غرض کہ مؤلف نے اس کتاب میں عربوں کی جہاز رانی کی ابتداء سے لے کر دسویں صدی ہجری تک عربوں کی جہاز رانی سے متعلق تاریخ کو مستند ماخذات کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔

---

(۱) عربوں کی جہاز رانی، سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۵ء، ص ۳۰۔۳۱

افغانستان سے متعلق تاریخیں

'تاریخ افغانستان' از سیّد فدا حسین عرف نبی بخش

یہ کتاب افغانستان کی تاریخ سے متعلق تاریخوں میں مستند کتاب ہے، اس کا سن تالیف ۱۸۳۹ء ہے، ذیل میں اس کتاب کا نمونۂ عبارت درج ہے۔

نمونۂ عبارت

امّا بعد، یہ آوارہ عاجز و ناکارہ درماندہ و درافتادہ سیّد فدا حسین عرف نبی بخش بخاری الحیدری نسب علاقہ روزگار سرکار انگریزی میں بعہدہ جمعداری تُرک سواروں میں ملازم ہوا تھا، زمانۂ ناہنجار کہ ہر روز بازیِ تازہ بر روئے کار لاتا ہے۔ اور شعبدہ نیا اٹھاتا ہے۔ چناں چہ صاحبانِ عالی شان کو بحمایت شاہ شجاع درانی بادشاہ کابل کے مہم اس ملک کی اور بادشاہ کرنا اس کا صحم ہوا، اور رسالہ ہمارا مقام چھاؤنی میرٹھ سے اس مہم میں مقرر ہوا، عاصی بھی چار و ناچار بندگی و بیچارگی مثل مشہور ہے سب دوست و یگانہ سے رخصت ہو کر مستعد و آمادۂ سفر ہوا۔ تاریخ ۳۔ ماہ نومبر ۱۸۳۹عیسوی مطابق ۲۵۔ شعبان ۱۲۵۵ ہجری کو شاہجہاں آباد سے دو تین منزل آگے گئی تھی کہ قضائے الٰہی سے بیماری ہیضہ وبا کی فوج میں پڑگئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب پھر آیا میں اوپر مطلب اپنے کے۔ غرض نیچ خدمت سامعانِ کتاب کے یہ ہیں کہ دس ہزار فوج لڑائی پر گئی سب ماری گئی۔ ۷ ہزار آدمی وہاں سے بچکر آئے اور باقی وہیں مدفون ہوئے۔

'نیرنگِ افغان' (۱) از مولوی سیّد محمد حسین اغلب موہانی

۱۹۰۴ء میں مولوی سیّد محمد حسین اغلب موہانی کی تالیف "نیرنگ افغان" لکھنؤ سے شائع ہوئی، جو ۳۲۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں ایک دیباچہ اور چھ ابواب ہیں، جن میں حسبِ ذیل مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔

کتاب کے شروع میں اصول تاریخ نویسی کیا ہے، اس پہلو پر تبصرہ کیا گیا ہے، اس کے بعد جغرافیہ افغانستان، افغانوں کے نسب کی تحقیق، بابر اور اس کی اولاد کے زمانے میں افغانستان کی حالت، احمد شاہ درّانی اور اس کی اولاد کی سلطنت کا بیان، شجاع کا انگریزوں کے ساتھ چڑھائی کرنا، امیر دوست محمد خاں، اکبر خاں، امیر شیر علی خاں، امیر یعقوب اور امیر عبدالرحمٰن خاں کی سرگذشت پر مجبتی امیر حبیب اللہ خاں کے حالات مع ۳۸ پیشن گوئیوں کے درج ہیں اس کتاب کا حجم ۲۷ جزو ہے اور شروع میں دو عکسی تصویریں امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم و امیر حبیب اللہ خاں خلد اللہ ملکہ کی ہیں اور آخر میں ایک نقشہ افغان کا ہے۔

'تاریخ جنگِ کابل' از سیّد فدا حسین مسمیٰ نبی بخش

"تاریخ جنگِ کابل" ۱۹۴۰ء میں کابل کے نزدیک لڑی گئی اینگلو افغان جنگ کے چشم دید حالات پر مشتمل ہے (مصنف جو کہ خود بھی جنگ میں شریک تھا) یہ مخطوطہ ۱۲۱ صفحات پر مشتمل ہے، جو نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے۔

'زوال غازی انقلاب افغانستان' (۲) از محمد حسین خاں

انقلاب افغانستان پر لکھی جانے والی تاریخوں میں "زوال غازی انقلاب افغانستان" ایک ضخیم تاریخ ہے، جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی، یہ ۴۵۶ صفحات اور دس ابواب پر مشتمل ہے، ان ابواب میں انقلابِ افغانستان سے متعلق جن پہلوؤں پر روشنی

---

(۱) مملوکہ سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

(۲) مملوکہ سینٹرل لائبریری، دہلی یونیورسٹی۔

ڈالی گئی ہے وہ ہیں غازی امان اللہ خاں اور سیاحت اور یورپ، ملک کا اقتصادی پس منظر، زراعتی، صنعتی، تجارتی اور تعمیری ترقیات، ملک کے دور عمرانی پر ایک نظر، مسئلہ تقدیر پر تفصیلی بحث، ملوکیت، ملوکیت اور وراثت، بغاوت شنواور اس کے اسباب، شیر احمد خاں کی ناکامی، سردار علی احمد خان اور بادشاہتِ افغانستان، بچہ سقاؤ کی نو ماہہ بادشاہت اور اس کی جنگی مہمات کا تذکرہ، حکومت امانیہ اور دول ہجوار، غازی امان اللہ خاں اور انگریز امانی حکومت کے روسیوں سے تعلقات، غازی امان اللہ خاں کی ہندوستان میں ہر دل عزیزی کے اسباب اور افغانستان کی جنگ استقلال کے اثرات وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'انقلابِ افغانستان' از محمد حسین خاں

یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں امان اللہ خاں کی حکومت کے زوال اور انقلاب کے اسباب پر بحث کی گئی ہے، مؤلف نے سارا الزام امان اللہ پر رکھا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ معزول بادشاہ میں انتہا درجے کی خودسری، ریاکاری، کوتاہی پائی جاتی تھی ان کا قول کچھ تھا اور فعل کچھ ان تمام واقعات کو مصنف نے بہت تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

دوسرے حصے میں نادر خانی خدمات، مشکلات اور فتوحات کا ذکر ہے اور ان مشکلات کا بھی ذکر ہے جو افغانستان کو ظلم کے پنجے سے نجات دینے میں پیش آئیں حصہ سوم میں انقلاب کے عجیب وغریب اسباب اور نتائج سے بحث کی ہے، چوتھا حصہ بطور ضمیمے کے ہے، جس میں اپنی افغانی ملازمت، مجلس جاں نثاران ملّت کے قیام کا ذکر ہے کتاب کی عبارت میں جا بجا تعقید اور بے ربطی پائی جاتی ہے۔

جاپان سے متعلق تاریخیں

'جاپان قدیم وجدید' از دینا ناتھ حافظ

جاپان کی تمدنی، علمی، سیاسی، تجارتی، اخلاقی، قومی ترقیات اور جغرافیائی و تاریخی حالات پر مشتمل دینا ناتھ حافظ کی تالیف "جاپان قدیم وجدید" الہ آباد سے شائع ہوئی، جو ۷۲ اصفحات اور ۳۸ ابواب پر مبنی ہے، ان ابواب میں جن پہلوؤں پر غور وفکر کیا گیا ہے، ان

میں جاپان کی معدنیات، اخبارات ورسائل تربیت اطفال، اغذیہ، صنعت وحرفت، جاپانی مکانات، افواج، علم وادب، زبان، سماجی زندگی، جاگیرداری کا انسداد، مذہب، مشاغل، تعلیم، رسم ورواج، جنگِ روس وجاپان، جاپانی جاسوس وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

'حقیقتِ جاپان' (۱) از محمد بدرالاسلام (۲)

یہ کتاب ۱۹۳۴ء میں دہلی سے شائع ہوئی، جو دو حصوں پر مشتمل ہے، اس کا مجموعی حجم ۳۹۳ صفحات ہیں، یہ جاپان کے حالات پر اہم ترین کتاب ہے، اس میں ۳۰ سے زیادہ ہاف ٹون بلاک تصاویر ہیں۔

تحفۂ جاپان از اصغر حسین اصغر

یہ کتاب ۱۹۳۸ء میں الہ آباد سے شائع ہوئی، جو جاپان کے تہذیبی، تاریخی، تمدنی اور اہلِ جاپان کی اخلاقی خصوصیات پر مشتمل ہے، اس کتاب کے ۸۲ صفحات ہیں۔

'جنگِ مشرق وخاتمہ جاپان' از محمد اسحاق

یہ کتاب ۱۹۴۵ء میں حیدرآباد سے شائع ہوئی، جو ۳۱۰ صفحات پر مبنی ہے، اس میں مؤلف نے مشرق بعید کے ان تمام ممالک کے مختصر جغرافیائی، تاریخی اور جنگی حالات تحریر کیے ہیں جو جنگ مشرق سے بالراست متاثر رہے، اس کتاب کی تصنیف وتالیف میں مؤلف نے جن کتابوں سے استفادہ کیا۔ ان میں مشرق بعید کا سیاسی مستقبل از مولوی سیّد عبدالباری، مشرق بعید از شاہد حسین رزاقی، جنگ مشرق کو فتح کرنے والے از سلام فہمی، جاپان اور قومیت از قاسم حسن، جاپان کی فوجی تنظیم از علی امام بلگرامی وغیرہ۔ اس کتاب میں جن عنوانات کو قائم کیا گیا ہے ان میں جاپان (ماضی وحال)، چین (ماضی وحال)، شمالی چین اور جاپان، جنوبی چین اور جاپان، جزائر مشرق الہند اور جاپان، جاپان کی فوجی تنظیم، جاپان کی فسطائی انجمنیں، روس کا اعلانِ جنگ جاپان کے خلاف، پوٹسڈم کانفرنس کے شرائط کا اعلان، جنگ کے مشہور جنرلس (جن میں جنرل میک آرتھر، لارڈ ماونٹ بیٹن اور جنرل جوزف اسٹپلول کا ذکر کیا ہے) اس کے علاوہ ایٹم بم کی ساخت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

---

(۱) مؤلف ٹوکیو یونیورسٹی میں ایک مدت تک اُردو کے پروفیسر تھے۔
(۲) مملوکہ اُردو گھر لائبریری، انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی۔

باب پنجم

اختتامیہ

باب پنجم

اختتامیہ

گذشتہ ابواب میں ۱۸ ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک اردو تاریخ نگاری نے عہد بہ عہد جو ترقی کی اور اس میں جو نمایاں رجحانات آئے اور جن مراحل سے گذری اس کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ وضاحت ہو چکی ہے کہ اُردو تاریخ نگاری کی روایت کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں ہوا، جو کسی حد تک ترجموں اور دوسری روایتوں کی مرہونِ منت ہے کیوں کہ ترجمے ہی جو اردو میں تاریخ نگاری کی روایت میں ابتدائی حیثیت رکھتے ہیں۔ گو یہ پس منظر ہے جہاں سے اردو تاریخ نگاری کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں فورٹ ولیم کالج نے نمایاں کارنامہ انجام دیا کیوں کہ اُردو نثر کی تصنیف و تالیف نیز تراجم کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج کے تحت شروع ہوا۔ فارسی کی چند تاریخ کے موضوع سے متعلق کتابوں کو بھی اردو میں ترجمہ کرنے کی کوششیں ہوئیں لیکن فورٹ ولیم کالج سے قبل چند اُردو میں تاریخیں مل جاتی ہیں۔ ان میں " قصہ واحوال روہیلہ " ہے۔ جسے محققین نے اُردو میں تاریخ کے موضوع پر پہلی کتاب مانا ہے۔

فورٹ ولیم کالج کی ان خدمات سے مابعد کے مصنفین میں تحریک پیدا ہوئی اور انہوں نے ابتدائی کوششوں کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اردو تاریخ نگاری کے تصنیفی رجحان کو بھی فروغ دیا چنانچہ اس سلسلے سر سیّد احمد خاں نے اہم کردار ادا کیا انہوں نے اُردو میں تاریخ نگاری کے رجحانات کو فروغ دیا۔ " الماموں " کے دیباچے سے تاریخ نگاری کے فن سے متعلق سر سیّد احمد خاں کے خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

انہوں نے جہاں شبلی کے تاریخ نگاری کے اصولوں کی (یعنی واقعات تاریخی کے اسباب کا کھوج لگانا، بادشاہوں کے اچھے یا برے سب کاموں کو درج کرنا، واقعات سے زیادہ معاشرت پر زور دینا وغیرہ وغیرہ) تائید کی بلکہ تحسین کی، وہیں انہوں نے دو اصولوں پر زور دیا اوّل یہ کہ پرانی تاریخ کو جدید مذاق کے مطابق از سر نومرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ دوم یہ کہ ہر فن کے لیے زبان کا طرز بیان جداگانہ ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ناول (قصہ) اور ناول میں تاریخانہ طرز کو کیسی ہی فصاحت و بلاغت سے برتا گیا ہو، دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔ سرسیّد کے نزدیک میکالے کی تاریخ نگاری کا طرز پسندیدہ نہ تھا کیوں کہ اس کا طرز ادا شاعرانہ تھا۔

سرسیّد کو سب زیادہ ہندوستان کی تاریخ سے لگاؤ تھا انہوں نے ابوالفضل کی "آئینِ اکبری" کی تصحیح کی اور اس پر حواشی لکھے، اس کے علاوہ انہوں نے "تزک جہانگیری" اور ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی کے ایڈیشن شائع کئے۔ علاوہ ازیں آثار الصنادید، تاریخ سرکشی ضلع بجنور اور اسباب بغاوتِ ہند جیسی اردو میں تاریخیں لکھیں۔ اس طرح سرسیّد کی تاریخ کے موضوع سے متعلق کتابوں کی فہرست سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے اردو میں تاریخ نگاری کے رجحان کو فروغ دیا۔ اس طرح انہوں نے عہد وسطیٰ کی تاریخ نگاری کے فن کے ساتھ جدید تاریخ نگاری کے فن کو جس کا فروغ انگلینڈ میں ہوا تھا دونوں کو اپنا کر اپنی تصانیف میں استعمال کیا۔

سرسیّد احمد خاں کے بعد شبلی، ذکاء اللہ، محمد حسین آزاد وغیرہ مؤرخین نے اردو تاریخ نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔ شبلی کا تاریخ نگاری میں سب بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسے فلسفۂ تاریخ سے روشناس کرایا اور اسے شاہی خاندان کی تاریخ تک محدود نہیں رکھا بلکہ علم و ادب، اخلاق و مذہب، فن و ہنر بھی کچھ تاریخ کے دائرے میں شامل کیا وہ تاریخ نگاری کے سلسلے میں کارلائل کے اس خیال سے متفق تھے کہ تاریخ غیر معمولی افراد اور نامور اشخاص کے غیر مختتم سلسلے کا نام ہے۔

جن کے اعمال سے تہذیبِ انسانی نت نئے انقلاب اور تغیرات سے دوچار رہتی ہے، ان کی تاریخ نگاری میں عربی، ایرانی اور مغربی نظریات کا امتزاج ملتا ہے۔ بقول خلیق احمد نظامی:

"مولانا شبلی نے ان تینوں نظریوں کو اپنی تنقیدی فکر کی کسوٹی پر پرکھا ان کی خوبیوں اور خامیوں سے واقفیت حاصل کی۔ عالمی تاریخی فکر کے نشوونما کے جائزہ میں انہوں نے مسلمانوں کے تاریخی اصولوں کی بنیادی اہمیت اور افادیت پر غور کیا اور ان اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جن کے باعث مسلمان اصول اسناد اور اسماء الرجال کو تاریخی تحقیق کے ستون بنا کر آگے نہ بڑھ سکے"(۱)

المامون، الفاروق، النعمان وغیرہ سوانح عمری میں افراد کے حوالے سے اس عہد کی تاریخ کو بھی پیش کیا ہے، جس میں تہذیب، معاشرت اخلاق وعادات مذہب، سیاسی وسماجی ماحول کی عکاسی کی ہے۔ اس طرح شبلی نے تاریخ سے متعلق اپنی کتابوں میں صرف ایک شخصیت کا انتخاب کر کے صرف اسی زمانے کے حالات بیان کیے ہیں۔ انہوں نے جتنی بھی شخصیات کی سوانح عمریاں یا دوسرے الفاظ میں تاریخیں لکھیں ہیں وہ ان سبھی کے عقیدت مند تھے اور انہوں نے ان کا انتخاب اپنی پسند ایک خاص معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کیا تھا، اس عقیدت کے باوجود انہوں نے کہیں بھی اپنی خوش اعتقادگی کو تاریخ نگاری میں رکاوٹ نہیں بننے دیا بلکہ ایک طرف تو انہوں نے اپنے چنے ہوئے ناموروں کی باعظمت زندگی کے کارنامے بیان کئے ہیں تو دوسری طرف اگر انہیں کوئی خامی دکھائی دی ہے تو اس کا بلا جھجھک ذکر کیا ہے۔

منشی ذکاء اللہ نے بھی تاریخ نگاری کے ضمن میں کارہائے نمایاں انجام

---

(۱) مولانا شبلی بہ حیثیت مؤرخ، پروفیسر خلیق احمد نظامی، معارف مارچ ۱۹۸۶ء، ص۔ ۱۸۹

دیئے ہیں انہوں نے دس جلدوں پر مشتمل "تاریخ ہندوستان" لکھ کر اُردو تاریخ نگاری کے ارتقاء میں وقیع اضافہ کیا، انہوں نے سرسیّد کی طرح تاریخ کو جدید اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔

بقول ذکاءاللہ:

"جو مؤرخ زمانۂ ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں ان پر یہ فرض ہے کہ جس زمانے کی وہ تاریخ لکھ رہے ہیں۔ اس زمانے کے بارے میں یہ بھی بتائیں کہ اس میں تمام خلقت کی حالت ومعاشرت کیا تھی؟"

ان کے نزدیک تاریخ کو انسانی تہذیب کے ہر پہلو کا نمائندہ ہونا چاہیے۔ وہ تاریخ کو جنگ وجدال اور بادشاہوں کی تخت نشینی کے واقعات تک محدود نہیں سمجھتے۔ انہیں اہمیت ضرور دیتے تھے لیکن اتنی بھی نہیں کہ وہ تاریخ نگاری کے دوسرے تقاضوں پر چھاجائیں وہ صداقت کو تاریخ نگاری کی بنیاد قرار دیتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے لکھا ہے کہ

"مؤرخ جو کچھ لکھے وہ بیان واقعہ ہو۔ کل حالات کو قدر کتابت میں لائے یعنی جیسے کہ اکابر واعیان کے فضائل وخیرات وعدل وانصاف تحریر کئے ہیں۔ ایسے ہی مقالج ورزائل کا ذکر کرے اور کسی بات کو چھپائے نہیں" (۱)

اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ:

"اگر مؤرخ صاف صاف کوئی بات نہ لکھ سکتا ہو تو اسے اشاروں، کنایوں سے اس کا ذکر ضرور کردینا چاہیے" (۲)

---

(۱) تاریخ ہندوستان، ذکاءاللہ، جلد اول، ص ۱۲

(۲) ایضاً ص ۸

مگر ذکاء اللہ اس پر عمل پیرا نہیں تھے۔ اپنی اس احتیاط پسندی کی وجہ سے انہوں نے اپنی تصانیف میں یورپی مؤرخین کے مسلمانوں پر لگائے ہوئے اعتراضات کا جواب دینے سے احتراز کیا ہے۔

> "ان کی کتابیں برطانوی ماخذ سے وافر استفادے اور بسا اوقات بلا جھجک آمنا وصدقنا کہہ دینے کی غمازی کرتی ہیں وہ ہنری ایلیٹ اور جے۔ ڈاؤسن کے خیالات ونظریات کا اعادہ کرتے ہوئے پامال راہوں پر چلتے ہیں"(۱)

محمد حسین آزاد بھی اُردو تاریخ نگاری کے ارتقاء میں اضافہ کے باعث ہیں۔ "دربارِ اکبری" میں انہوں نے واقعات کی ترتیب کے علاوہ سیاسیات، معاشیات، طرزِ معاشرت، اخلاق وآداب، علم وفنون، تعمیرات، مذہب، رزم وبزم غرض کہ سبھی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

شبلی کی طرح آزاد بھی تاریخ میں تہذیبی وتمدنی واقعات کے ذکر کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جنگی مہمات کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں، اکبر کے زمانے کی مختلف مہمات کے تفصیلی تذکرے اس بات کی واضح دلیل ہیں۔

اُردو مؤرخین میں مولوی بشیر الدین احمد کا نام بھی ان کی تاریخ سے متعلق تصانیف کی افادیت اور کیفیت کے اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ تاریخ بیجانگر، واقعاتِ مملکتِ بیجاپور اور واقعاتِ دارالحکومت دہلی ان کی تاریخ سے متعلق تصانیف ہیں، ان تصانیف کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بشیر الدین احمد کی نظر میں تاریخ نگاری کے فن کی جملہ ضروریات بڑی واضح تھیں وہ اختصار نویسی کے انتخاب کے بے حد قائل ہیں شاید انہوں نے اس لیے ہمیشہ طویل موضوع کا انتخاب کیا۔ ان کی لکھی ہوئیں

---

(۱) دہلی کے مسلمان دانشور، پروفیسر مشیر الحسن، مترجم مسعود الحق، ۲۰۰۶ء، دہلی، ص ۲۹۰

تینوں تصانیف میں کئی کئی صدیوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں انہوں نے تاریخ کو غلط بیانی اور طوطیا بندی سے نفوز قرار دیتے ہوئے واقعات کے بلاکم وکاست بیان کا نام دیا ہے۔ان کی نظر میں یہ بات بڑی واضح تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی تاریخوں میں زمانے کی معاشرتی اور تہذیبی نقوش کو شخص اور شخصیت سے زیادہ اہمیت دی۔

سرسیّد تحریک کے زیر اثر اردو میں تاریخ بالخصوص ہندوستان کی تاریخ کا سرمایہ نسبتاً محدود ہے۔ سرسیّد کی آثار الصنادید، مولوی ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان اور محمد حسین آزاد کی دربارِ اکبری وغیرہ ،اس طرح عہدِ سرسیّد تک طبع زاد کتابوں کے مقابلے میں ترجمے زیادہ کیے گئے ۔گو سینکڑوں کتابیں لکھیں اور ترجمہ کی گئیں مگر ان میں فنی اور اصولی عناصر پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔

ابتداً ہندوستان کی جو تاریخیں مرتب ہوئیں تھیں ان میں سلاطین ہند کی فتوحات اور ان کے تزک واحتشام، درباریوں کی تزئین و آرائش، عمارتوں کی عظمت، بادشاہوں کی شان وشوکت ،جنگوں کی ہماہمی اور سیاسی کشمکش کا زیادہ دخل رہا ہے۔مثال کے طور پر عنایت حسین کی فتوحاتِ ہند، منشی بلاقی داس کی تواریخ غوری، غنچۂ عشرت المعروف تحفۂ مرغوب، مرزا کاظم برلاس کی تاریخ مرقع جہاں نماں وغیرہ۔

ان تاریخوں سے علوم وفنون اور ادبیات نیز عوامی زندگی کے تعلقات، تمدنی معاشرتی اور اقتصادی حالات کا کوئی پہلو نمایاں نہیں ہوتا۔اس کے علاوہ صوفیائے اکرام اور اولیائے اعظم کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کے علمی وروحانی کارناموں کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ بیشتر تاریخیں اسی طرز پر لکھی گئیں۔

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ تاریخ کی جو کتابیں شروع شروع میں لکھی گئیں وہ تاریخ نگاری کے فن اور معیار پر پوری نہیں اترتیں۔ جہاں تک متن کی نوعیت کا تعلق ہے تو ان تاریخوں میں اُردو پر فارسی کا رنگ واضح نظر آتا ہے اور اس طرح فارسی کے الفاظ ،جملوں اور صنائع بدائع کی وجہ سے عبارت کا مفہوم ذرا مشکل ہی سے

واضح ہوتا ہے، برخلاف بعد کی تصانیف میں نثر سادہ پائی جاتی ہے، جو اُردو زبان کی بتدریج ترقی کا نتیجہ ہے۔

ذیل کی عبارت سے اس پہلو کی عکاسی ہوتی ہے۔

"ایک امر اور تنقیح طلب تھا اور وہ یہ کہ یہ عروس زیبا حلیۂ فارسی سے مزین ہو کر خلعت اُردو مخلع سے آخرش صلاح دوستاں دوستی شعار اس پر قرار پائی کہ زیور اردو اس پردہ نشین خجلہ خفا کی واسطے بہت شایستہ اور زیبا ہے"(۱)

اس کے علاوہ کیفیت اسمائے راجایان بادشاہان دہلی (مؤلفہ میر ہاشم علی الحسینی) کے متن میں بھی یہ خصوصیت نمایاں ہے۔

"اسم نویسی بادشاہان اندر پرست عرف دلی بعد از پانڈو ہا یکہ مسلط شدند"(۲)

لیکن زبان و بیان کے لحاظ سے مرصع نثر ہونے کے باوجود تاریخ نگاری کے اعتبار سے یہ کتابیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں جزئیات نگاری اور ربط و تسلسل بھی موجود ہے اور شاید اس دور میں داستانوں کے فروغ اور چلن کے زیر اثر ممکن ہوا البتہ معیارِ تحقیق و تدقیق فطری طور پر اتنا بلند پایہ نہیں تھا، جو بعد کی تاریخوں میں نظر آتا ہے۔

چنانچہ ۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک جو سیاسی اور ثقافتی تبدیلیاں واقع ہوئیں ان کو اس وقت لکھی جانے والی تاریخ سے متعلق کتابوں میں بیان کیا گیا۔ علاوہ ازیں اچھی یا بری تبدیلیوں کے جو اسباب تھے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً ان کتابوں میں بادشاہوں کی تخت نشینی، ان کی فتوحات، ان کے عظیم کارنامے اور ان کی علم و ہنر کی قدردانی وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

---

(۱) محاربۂ عظیم، کنھیا لال، مطبع نولکشور، کانپور، ۱۸۹۶ء، ص ۱

(۲) بحوالہ کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات، نصیر الدین ہاشمی، جلد اول، ص۔ ۲۵۲ تا ۲۵۳

بقول پروفیسر مشیر الحسن:

> "ان کتابوں کے لہجے اور ان کے منشا و مقصد نے بعض مسلمان پڑھنے والوں میں ایک جھوٹے ثقافتی اور مذہبی احساس برتری کی داغ بیل ڈال دی"(۱)

دراصل اردو تاریخ نگاری ایک مقصد کے خاطر شروع کی گئی تھی کہ کس طرح مسلمانوں کے آباؤ اجداد کی عظمت کی داستان سنا کر ان کے دلوں سے پستی کا احساس دور کیا جائے کیونکہ زوال کے دور میں ان کے دلوں پر جو مایوسی طاری تھی اور معاشرت کی ٹوٹ پھوٹ سے جس سے لوگ متاثر ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے لوگ تاریخ نگاری کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف موضوعات کو اپنایا۔ جیسا کہ شبلی نے تاریخیں لکھتے وقت ایک مقصد یہ اپنے پیش نظر رکھا تھا کہ کس طرح وہ مسلمانوں کے اس احساس کمتری سے بچاؤ کی صورت پیدا کریں، جو جنگِ آزادی میں شکست کھانے کے بعد ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا تھا۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تاریخ نگاری کو ہمت اور جوش بڑھانے کا ذریعہ سمجھتے تھے، انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی تاریخوں میں ایسے نامور مسلمانوں کے حالات بیان کئے ہیں، جنھیں پڑھ کر مسلمانان ہند کو تسکین ہوتی ہے۔ تاریخ کے بارے میں بالکل یہی نظریہ بشیر الدین احمد کا بھی تھا وہ بھی سمجھتے تھے کہ:

> "مذہبی ہادیوں کی زبانی سحر انگیز تقریروں سے اتر کر کسی قوم کے مردہ دلوں میں جوش پیدا کرنے اور ہمت بڑھانے کا اگر کوئی عمدہ ذریعہ ہے تو وہ تاریخ ہے اور تاریخ بھی کون سی ان کے آباؤ اجداد کی ہے"(۲)

---

(۱) دلی کے مسلمان دانشور، پروفیسر مشیر الحسن، مترجم مسعود الحق، ۲۰۰۶ء، دلی، ص ۲۹۲

(۲) واقعات دار الحکومت دلی، حصہ اول، بشیر الدین، ص ۳۵

۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً ہر تصنیف انگریزوں کے تئیں وفاداری کا بیانگِ دہن اعلان کرتی تھی اور ساتھ ساتھ تحریکِ جہاد یا جنگ آزادی سے اپنی مکمل برات کا بھی اظہار کرتی تھی۔

درحقیقت ۱۹ویں صدی کے آغاز سے زیادہ تر تاریخوں میں انگریزوں کے نقطۂ نظر کو بے حد اہمیت دی گئی۔ مثال کے طور پر منشی نول کشور نے اپنی تصنیف ''تاریخ نادر العصر'' کو ایک انگریز حکمراں ایبٹ کے نام منسوب کی'' کتاب کے سرورق پر تحریر ہے ''تحفۂ کرنل ایبٹ یعنی واسطے یادگار نام نامی جناب کرنل سانڈرس الکسن ایبٹ صاحب بہادر کمشنر لکھنؤ'' اس لئے اس کتاب کے مؤلف سے یہ توقع نہیں کرنا چاہیے کہ وہ انگریزوں کی مصلحت اور مزاج کے خلاف کچھ لکھے گا۔

مرزا حاتم مہر نے "ایاغ فرنگستان"، میں انگریزوں کی تعریف میں قصیدے لکھے ہیں، حسب ذیل اقتباس سے اس پہلو کی عکاسی ہوتی ہے۔

> "سبحان اللہ حکام انصاف پسند بادشاہ حاجت برار حاجتمند بار الہا ملک الرقاب ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا کا سایہ ہما پایہ ہندوستان اور انگلستان پر دوام رہے۔ شہنشاہ انجم سپاہ مع شاہزادگان و ارکان سلطنت میں ذات وزرائے خوش تدبیر اور ندمائے ارسطو نظیر سے حسن مملکت ہے تو ان کے حالات سے آگاہی لامحالہ معین خبرت ہے، اس لئے بندۂ زرد چہر مرزا حاتم مہر جو کہ دل سے خیر اندیشی کا دم بھرتا ہے"(۱)

---

(۱) ایاغ فرنگستان یعنی تاریخ گورنران ولفٹنٹ گورنران، مرزا حاتم مہر، آگرہ، ۱۸۷۳ء، ص ۲

اسی طرح فیروز الدین نے "شوکت انگلشیہ" میں انگریزی سرکار کی وسعت وعظمت، انتظامات واصلاحات برکات وحسنات بیان کئے ہیں اور مغلیہ حکومت کے مقابلے میں برطانوی عہد میں ہندوستان کی ترقی کے حالات پر روشنی ڈالی ہے، رائے ہیت لال کی تاریخ "سلطنت انگلشیہ" میں بھی انگریزی حکومت کے اندازِ فکر، اغراض ومقاصد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس طرح ان کتابوں کے علاوہ اور دیگر کتابوں میں بھی یہ پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

اکثر مؤرخین نے انگریز حکمرانوں کے زیر اثر اپنی تحریروں میں حقائق سے چشم پوشی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

اس طرح انہوں نے اپنی تصانیف میں انگریزوں کی شجاعت وبہادری اور ان کے عدل وانصاف کے بہت سے واقعات قلم بند کئے ہیں، ظاہر ہے کہ طاقتور انگریزی حکومت کی موجودگی میں یہ خلافِ دستور بھی نہیں، اور یہ صورت حال تقریباً ۱۹ویں صدی کے آخر تک چلتی رہی۔ اس صورتِ حال کے بدلاؤ میں کچھ حد تک علی گڑھ کالج کے فارغین اور ریاستہائے رامپور، بھوپال اور حیدرآباد کے دانشوروں کا ہاتھ ہے۔

اس طرح زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون کی طرح اُردو تاریخ نگاری کے تصورات میں بھی تبدیلی ہوئی اور اس میں رفتہ رفتہ ان سبھی عناصر کی شمولیت ضروری قرار پائی، جن کا تعلق انسانی زندگی سے ہے اور اُردو تاریخ نگاری جو صرف تراجم اور دوسری روایتوں کی مرہونِ منت تھی وہ بالآخر اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور بیسویں صدی کے شروعات سے ہی ایسی تصانیف سامنے آنے لگیں، جو تاریخ نگاری کے اصولوں کے مطابق معیاری کتب تھیں، جن میں خاصی جیر التعدیل مآخذ پر مباحث نمایاں ہیں۔ ان کتابوں میں سیاسی، تہذیبی اور تمدنی تاریخ کے علاوہ جغرافیائی کوائف اور معاشرتی احوال کا حوالہ ملتا ہے نیز ان میں شہروں وقصبات کے مواضعات رہن سہن، لباس وغیرہ کی تفصیل ملتی ہے۔

ان مؤرخین نے اپنی تحقیق میں ان جدید تنقیدی طریقوں کو استعمال کیا، جو یورپ میں رائج ہیں، جن سے ماخذوں میں پائے جانے والی تاریخی مواد کی سائنٹفک طریقہ پر توجہ کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا ان کتابوں میں ہر دور کے تاریخی عوام کی کارفرمائی اور معاشرے میں ثقافتی اور معاشی تبدیلیوں کا جو کہ مختلف ادوار میں واقع ہوئیں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تنقیدی تجزیہ ملتا ہے۔

علاوہ ازیں ان میں مسلمانوں کی ثقافت مسلم معاشرہ میں دانشورانہ رجحانات، مذہبی فلسفہ وغیرہ موضوعات پر مواد ملتا ہے۔ اس ضمن میں مقامی تاریخوں کے زمرے میں فتح گڑھ نامہ، نامۂ مظفری، تاریخ امروہہ، تاریخ بدایوں، تاریخ صبیح، کنز التاریخ، تاریخ کڑا مانک پور وغیرہ جب کہ تہذیبی و ثقافتی تاریخوں میں عرب و ہند کے تعلقات، سلسلۂ کوثر، وغیرہ ایسی تصانیف ہیں، جو ہر اعتبار سے تاریخ نگاری کے اصول پر تقریباً پوری اترتی ہیں اور ان کتابوں کا موازنہ انگریزی میں لکھی گئیں تاریخی کتابوں سے بجا طور پر کر سکتے ہیں۔ ان میں حقائق تک پہنچنے کے تحقیق و تنقید دونوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حالات اور واقعات کو محض زمانی ترتیب کے تسلسل کے ساتھ پیش کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ صورت حال کا صحیح تجزیہ اور ان پر تبصرہ کر کے نتائج کے استنباط پر بھی زور دیا ہے۔ چنانچہ یہ مؤرخین تحقیقی موضوعات کی اہمیت سے اچھی طرح واقف تھے وہ ان جدید تنقیدی اور تحقیقی اسالیب سے بھی بہرہ ور تھے، جن کے استعمال سے تاریخی واقعات اور افسانوں میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح ان مؤرخین نے تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر دادِ تحقیق دی اور واقعاتِ تاریخ کی ایک خاص زاویہ سے توجیہ و تشریح کرنے پر زور دیا۔ اس کے علاوہ سیاسی تاریخ کی بہ نسبت تہذیبی و تمدنی تاریخ نویسی پر خصوصیت سے زور دیا۔

اُردو تاریخ نگاری کے رجحان اور معیار کو بلند کرنے کی جہت میں بڑی خدمت انجام دی اور اُردو تاریخ نگاری کو بلند مقام تک پہنچانے میں ان کا بڑا حصّہ ہے۔اس طرح اُردو میں تاریخ نگاری کے تعارف سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ "قصہ واحوال روہیلہ" سے پہلے کوئی با قاعدہ روایت موجود نہیں تھی لیکن ۱۸ویں صدی سے ۱۹۴۷ء تک جو وقیع مواد جمع ہوگیا۔اس پر اہمیت اور کیفیت کے لحاظ سے تو بحث ہوسکتی ہے،لیکن کمیت کے اعتبار سے ایسا نہیں کہ بے جا طور پر مایوسی کا اظہار کیا جائے۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ اوّل

اُردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق مخطوطات کی فہرست

زیرِ نظر ضمیمہ اردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق ان مخطوطات کی فہرست پر مشتمل ہے۔ جو کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد، کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد، کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد، رامپور رضا لائبریری، انڈیا آفس لائبریری، کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کتب خانہ قومی عجائب گھر کراچی، کتاب خانہ گنج بخش، پنجاب پبلک لائبریری، نیشنل آرکائیوز، نیشنل میوزیم، کتب خانہ جامع مسجد بمبئی، نذیریہ پبلک لائبریری (جامعہ ہمدرد)، سینٹرل لائبریری دلی یونیورسٹی اور ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ وغیرہ کتب خانوں کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔

اس فہرست میں صرف وہی مخطوطات شامل ہیں، جو ۱۸ صدی سے ۱۹۴۷ء تک لکھے گئے ہیں۔

مخطوطات کی تعداد

مذکورہ بالا کتب خانوں میں اردو میں تاریخ کے موضوع سے متعلق مخطوطات کی مجموعی تعداد ۱۰۵ ہے، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(الف) براہِ راست اردو میں دستیاب مخطوطات کی فہرست ۔۔ تعداد ۶۷

(ب) منظوم اردو مخطوطات کی فہرست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تعداد ۱۷

(ج) اردو میں ترجمہ شدہ مخطوطات کی فہرست ۔۔۔۔۔۔۔ تعداد ۱۳

(د) اردو میں ترجمہ شدہ منظوم مخطوطات کی فہرست ۔۔۔۔ تعداد ۸

(الف) براہِ راست اردو میں دستیاب مخطوطات کی فہرست

(۱) تاریخ روہیلہ، رستم علی بجنوری، سنہ تصنیف و کتابت ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء صفحات: ۲۳۸، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۲) تاریخ ہندوستان، مصنف نا معلوم، سنہ تصنیف ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء صفحات ۱۸۰، (مملوکہ: کتب خانہ ادارہ ادبیات اُردو حیدر آباد)

(۳) تاریخ سوانح دکن، منعم خاں، سنہ تصنیف ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء، صفحات: ۱۱۴، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۴) تاریخ سری رنگ پٹن، مصنف نا معلوم، تاریخ تصنیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۲ء صفحات ۱۵۶، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۵) کیفیت اسمائے راجایاں بادشاہانِ دہلی، مصنف نا معلوم، تاریخ تصنیف و کتابت ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء، صفحات ۸۹ (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۶) حسن اختلاط، سید ابوالقاسم سبزواری، سنہ تصنیف و کتابت ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۴ء صفحات ۵۲ (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد اور کتب خانہ سالار جنگ)

(۷) حیدر نامہ، مظفر، سنہ تصنیف ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء، کتابت ۱۲۶۰ھ ۱۸۴۴ء، صفحات ۵۹، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۸) تاریخ فرخ سیر، مصنف نا معلوم، سنہ تصنیف تقریباً ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء صفحات ۲۰، (مملوکہ: انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان)

(۹) تاریخ افغانستان و سندھ، میر اشرف علی گلشن آبادی، سنہ تصنیف ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء (مملوکہ: کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد)

(۱۰) تواریخ ضلع بریلی، گلزاری لعل، سنہ تصنیف ۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۷ء، صفحات ۲۰۴، (مملوکہ: کتب خانہ قومی عجائب گھر کراچی پاکستان)

(۱۱) زبدۃ التواریخ، مولوی عالم علی، سنہ ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء، صفحات ۲۹۸، (مملوکہ: انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان)

(۱۲) گل دستۂ ہند، سیّد تاج الدین، سنہ تصنیف ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء سنہ کتابت ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء، صفحات ۱۳۲، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۳) عمدۃ التواریخ، رتن لال مست، سنہ تصنیف ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء، کتابت ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء، صفحات ۳۰۶، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۴) عمدۃ التواریخ (دوسرا نسخہ) صفحات ۲۶۲، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۵) تاریخ رشید الدین خانی، غلام امام خاں، سنہ تصنیف آغاز ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء، صفحات ۶۱۴، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۶) تاریخ رشید الدین خانی، (جلد دوم)، صفحات ۷۷۲، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۷) تاریخ رشید الدین خانی، دوسرا نسخہ، جلد اول، صفحات ۴۲۱، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۸) تاریخ رشید الدین خانی، (دوسری جلد)، صفحات ۵۲۲، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۱۹) تاریخ میسور، مصنف نامعلوم، تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء، صفحات ۵۰، (مملوکہ: سالار جنگ لائبریری حیدرآباد)

(۲۰) تاریخ اقتداریہ (جلد اوّل)، اقتدار الدولہ، سنہ تصنیف ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء، صفحات ۶۸۷، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۲۱) تاریخ اقتداریہ، جلد دوم، صفحات ۸۱۶، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۲۲) شش صوبہ جات دکن، غلام امام خاں ترین، سنہ تصنیف ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء، (مملوکہ: کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد)

(۲۳) چار گلزار، فضل الرحمن، سنہ تصنیف ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء،
(مملوکہ: کتب خانہ ادارۂ ادبیات اُردو)

(۲۴) خندۂ غدر یعنی تاریخ فرخ آباد، نواب محمد واحد خاں، سنہ تصنیف ۱۸۶۳ء،
کتابت ۱۷ رمضان ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء، صفحات ۳۲۵،
(مملوکہ: نیشنل آرکائیوز آف انڈیا)

(۲۵) احوال خاندان مخدوم پیر کرم حسین، مخدوم راجن بخش، مکتوبہ ۱۸۶۴ء،
صفحات ۸، (مملوکہ: پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

(۲۶) تاریخ ممالک چین، جیمز کارن، اشاعت ۱۸۶۴ء، نول کشور لکھنو،
(مملوکہ: قومی عجائب گھر کراچی)

(۲۷) تاریخ سدھو براڑان (دفتر اول)، سردار عطر سنگھ، مکتوبہ ماہ اکتوبر ۱۸۶۷ء،
صفحات ۱۳۰، (مملوکہ: پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

(۲۸) تاریخ خورشید جاہی، غلام امام خاں، سنہ تصنیف ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء،
صفحات ۲۹۱، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۲۹) تاریخ ارسطو جاہ، میر احمد خاں موسوی، سنہ تصنیف ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء،
(مملوکہ: کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد)

(۳۰) امیر نامہ، سید احمد علی، سنہ تصنیف و کتابت ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء، صفحات ۱۶۷،
(مملوکہ: قومی عجائب گھر کراچی)

(۳۱) دوازدہ گلزار، غلام قاسم صدیقی و غلام محی الدین، سنہ تصنیف و کتابت
۱۲۸۷ھ/۱۸۷۱ء، صفحات ۶۰۴، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۳۲) سیر پنجاب حصہ دوم یا تواریخ اضلاع ایں ستلج، تلسی رام، سن تالیف ندارد،
(مملوکہ: پنجاب پبلک لائبریری لاہور)

(۳۳) انوار رحمان، محمد عبدالرحمان سقاف، سنہ تصنیف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء، کتابت
۱۲۹۵ھ/۱۸۷۹ء، صفحات ۲۳۷، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۳۴) غرابت نگار، عبدالحق، تاریخ تصنیف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۳۵) اسباب بغاوت ہند کا جواب، احمد شفیع وزیر آبادی، سنہ تصنیف ۱۸۷۴ء
صفحات ۲۹۵، (مملوکہ: کتب خانہ گنج بخش)

(۳۶) تاریخ سکھاں، مصنف نامعلوم، سنہ تصنیف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء، صفحات
۲۶۴، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۳۷) اُم التواریخ، سید ظہور الدین حسن گلاڈی، تاریخ تصنیف، ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء
صفحات ۷۷۰، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۳۸) دستوالعمل ملک محضوظہ، سروپ لعل، سنہ تصنیف ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء، صفحات
۷۲۸، (مملوکہ: پنجاب پبلک لائبریری، لاہور)

(۳۹) تاریخ جنگ صفین ونہروان، مصنف نامعلوم، تاریخ تصنیف قریب
۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء، صفحات ۷۸۲، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴۰) کیفیت دکن، مصنف نامعلوم، سنہ تصنیف قریب ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء،
صفحات ۱۱۶، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴۱) نوعیت حقیقتوں کی، مصنف نامعلوم، سنہ تصنیف قبل ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء،
صفحات ٦٧ (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴۲) نوعیت ملک اراضی وطریقہ بندوبست سلاطین مغلیہ، سنہ تصنیف قبل
۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء، صفحات ٦٧ (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴۳) کتاب سررشتہ تعلیم، محمد سخاوت حسین، سنہ تصنیف قریب ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء،
صفحات ۱۰٦، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۴۴) نقدِ رواں، محمد عباس شیروانی، سنہ تصنیف ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء، صفحات ۱٦۸،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۴۵) آثارالآثار، سیّد محمد، سنہ تصنیف مابعد ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء، صفحات ۱۰۶، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۴۶) تاریخ جیون خاں، مصنف نامعلوم، سنہ تصنیف ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۴۷) یادگار بنکٹی داس، رائے بنکٹی داس منصب دار، سنہ تصنیف ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء، (مملوکہ: انڈیا آبس لائبریری)

(۴۸) یادگار بنکٹی داس، رائے بنکٹی داس منصب دار، سنہ تصنیف ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۴۹) سیمائے ظفر یا تاریخ کامل، سپہدار خاں ابن بیرم خاں، سنہ تصنیف ۱۸۸۵ء، صفحات ۳۲، (مملوکہ: پنجاب پبلک لائبریری، لاہور)

(۵۰) تاریخ ہند، مرزا حیرت دہلوی، کتابت ۱۸۸۷ء، صفحات ۴۵۸، (مملوکہ: نذیریہ پبلک لائبریری جامعہ ہمدرد)

(۵۱) تاریخ نواب نجیب الدولہ، دُرگا پرشاد ساکن نجیب آباد، سنہ تصنیف ۱۸۹۰ء، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۵۲) دلچسپ تاریخ، ابوالفضل محمد عباس شیروانی، سنہ تصنیف ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء، صفحات ۱۱۷، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۵۳) تاریخ بھرت پور، راؤ ہاروتی چوبہ سکریٹری، سنہ تصنیف و کتابت ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء، صفحات ۲۷، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۵۴) حالات نواب رشید خاں، بانی رشید آباد، واقع فرخ آباد، سنہ تصنیف ۱۸۹۳ء، صفحات ۳۰، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۵۵) ہفت خواہ حیدری، عبدالمجید، سنہ تصنیف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء، صفحات ۲۶۸، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۵۶) روضۃ الاقطاب، رونق علی، سنہ تصنیف ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۲ء، (مملوکہ: کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد)

(۵۷) یادداشت تاریخی ہندوستان و برما، مصنف نا معلوم، سنہ تصنیف مابعد ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۳ء، صفحات ۴۲، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۵۸) برکات مغرب و تاریخ طوائف الملوکی ہندوستان، محمد نور، سنہ تصنیف ۱۹۰۳ء صفحات ۶۷، (مملوکہ: قومی عجائب گھر کراچی پاکستان)

(۵۹) تجلیات عثمانی (جلد دوم)، عبد الغفار خاں، سنہ تصنیف ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء، صفحات ۵۶۴، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۶۰) تاریخ ملیح آباد، سیّد محمد علی عرش ملیح آبادی، سنہ تصنیف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء، صفحات ۱۴۰، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۶۱) رؤسائے بیگن پلی، محی الدین شہباز خلف غلام حیدر شہوار، سنہ تصنیف ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۹ء، صفحات ۶۸، (مملوکہ: انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی)

(۶۲) کشکول، فرید الدین خویشگی، سنہ تصنیف ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۱۰ء، صفحات ۵۵۰، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۶۳) مآثر عثمانی، عبد القادر خاں محمود دکنی، سنہ تصنیف ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء، صفحات ۱۸+۸۸۸ (مملوکہ: کتاب خانہ گنج بخش)

(۶۴) جمیع تاریخ المعروف عماد سالار جنگی، محمد اسمٰعیل، سنہ تصنیف کتابت ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء، صفحات ۱۱۵۶، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ)

(۶۵) تاریخ عینی یعنی مختصر تاریخ دکن، سید خواجہ محی الدین عینی سنہ تصنیف ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء، کتابت ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء، صفحات ۱۵۷، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۶۶) تجلیاتِ عثمانی، جلد اوّل، عبدالغفار خاں، سنہ تصنیف ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء،
صفحات ۳۸۶، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۶۷) حالات کپل، میر احمد علی خاں، سنہ تصنیف ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء، صفحات ۷۲،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(ب) منظوم اُردو مخطوطات کی فہرست

(۱) ابراہیم نامہ، عبدل، سن تصنیف ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۴ء، صفحات ۶۲،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۲) علی نامہ، نصرتی، سن تصنیف ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۶ء، صفحات ۳۷۰،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۳) جنگ عالم علی خاں و نظام الملک، غضنفر حسین غضنفر، تاریخ تصنیف
۱۱۳۶ھ/۱۷۲۴ء، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴) اضراب سلطانی (فتح نامہ ٹیپو سلطان) حسین علی عزت، سن تالیف
۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۶ء، صفحات ۱۶۵، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۵) سراج المنیر، غلام علی بکسو، سن تالیف، ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء، صفحات ۶۴۸،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۶) تاریخی قصیدہ، قلندر، تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۴ء، صفحات ۱۸۷،
(مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۷) مثنوی چہار باغ، مصنف نامعلوم، تاریخ تصنیف ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۷ء،
کتاب ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۷ء، صفحات ۰۸، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۸) داستان نواب نظام علی خاں، کمتر، تاریخ تصنیف ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۷ء، کتابت ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۷ء، صفحات ۸۰، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۹) فتحنامہ، یٰسین، سنہ تصنیف ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء، صفحات ۴۱، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان)

(۱۰) آئینِ اختری، صغیر حیدر، سنہ تصنیف ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء، سنہ کتابت اواخر ۱۳ویں صدی ہجری، صفحات ۲۱۶، (مملوکہ: قومی عجائب گھر کراچی)

(۱۱) سراج المنیر (دوسرا نسخہ)، سنہ تصنیف ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء، صفحات ۸۰۸، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد)

(۱۲) جنگ نامہ دو جوڑہ، خلیفہ معظم عباسی، کتابت ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۷ء، صفحات ۵۶ (مملوکہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملیہ اسلامیہ)

(۱۳) تاریخ طغیانی موسیٰ ندوی، سید کاظم حسین شیفتہ، تاریخ، تصنیف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۹ء، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۱۴) شاہنامۂ اسلام، ابوالاثر حفیظ جالندھری، ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء، صفحات ۲۳۶، (مملوکہ: کتاب خانہ گنج بخش)

(۱۵) جنگ نامہ بھاؤ راؤ، مصنف نامعلوم، سن تصنیف ندارد، صفحات ۳۲، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۱۶) جنگ نامہ مرہٹہ اور شاہ درانی، مصنف ندارد، سنِ تالیف ندارد، صفحات ۲۸، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۱۷) جنگِ خراسان، کریم بخش، سال تصنیف ندارد، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(ج) اُردو میں ترجمہ شدہ مخطوطات کی فہرست

(۱) تزکِ تیموری، مترجم کا نام معلوم نہیں، سنہ تصنیف ۱۰۴۷ھ/۱۶۳۸ء، صفحات ۱۱۹۵، (مملوکہ: انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۲) آرائش محفل، میر شیر علی افسوس، ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء، صفحات ۲۶۲، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۳) ترجمۂ تاریخ فیروز شاہی، وارث علی شاہ، تاریخ ترجمہ مابعد ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۶ء، صفحات ۸۳، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۴) تاریخ شیر شاہی، مظہر علی خاں ولا، سن تصنیف ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۶ء، صفحات ۱۲۲، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۵) تاریخ آسام، ولی احمد شہاب الدین تابش، مترجم سیّد بہادر علی حسین، سن تصنیف ۱۸۰۵ء

(۶) تاریخ جاپان، مصنف کا نام معلوم نہیں، تاریخ تصنیف ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۲ء، صفحات ۲۶۷ (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

(۷) تاریخ تمدن عرب (جلد سوم)، لی بون، مترجم: سیّد علی بلگرمی، کتابت ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء، صفحات ۶۴، (مملوکہ: نیشنل آرکائیوز)

(۸) ترجمۂ تاریخ سندھ عرف تاریخ معصومی، مترجم: آغا سلطان مرزا، تاریخ تصنیف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۷ء، کتابت ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۷ء، صفحات ۲۶، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ)

(۹) تاریخ راجہ سری رنگ پٹن، مترجم منشی محمد قاسم، زمانہ تصنیف اوائل صدی سیزدہم، صفحات: ۱۳۸، (مملوکہ: کتب خانہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)

(۱۰) تاریخ سلطان ترکی، پرسسن اینی دی لیوسگنون، مترجم: سلطان عبدالمجید، سن تصنیف ۱۸۶۸ء، (مملوکہ: جامعہ ہمدرد سینٹرل لائبریری)

(۱۱) دیباچہ مترجم (تاریخ تمدن عرب، لی بون، مترجم: سیّد علی بلگرامی، کتابت ۲۳ جنوری ۱۸۹۹ء، صفحات ۱۲، (مملوکہ: نیشنل آرکاوز)

(۱۲) وقائع تیموریہ، مترجم: منشی صدیق محمد قاسم، سنہ تصنیف ندارد، صفحات ۲۳۸ (مملوکہ: کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی)

(۱۳) مقدمۂ تاریخ تمدن عرب، جلد دوم، مترجم سیّد علی بلگرامی، صفحات ۲۷، (مملوکہ: نیشنل آرکایوز)

(د) اُردو میں ترجمہ شدہ منظوم مخطوطات کی فہرست

(۱) خاورنامہ، مترجم: کمال خاں رستمی، سال تصنیف ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء، صفحات ۵۳۳، (مملوکہ: انڈیا آفس لائبریری)

(۲) شاہنامہ اُردو، مول چند منشی، تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء، صفحات ۱۹۴، (مملوکہ: کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد)

(۳) ترجمہ شاہ نامہ، لالہ پیم چند، تاریخ تصنیف ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء، کتابت ۱۲۱۴ھ/۱۸۰۰ء، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

(۴) حربِ حیدری، محمد نوروز حسین بلگرامی، تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء، صفحات ۴۴۵، (مملوکہ: سالار جنگ حیدرآباد)

(۵) سراج التواریخ، نذر علی، تاریخ تصنیف، ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء، کتابت ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء، صفحات ۴۷۷، (مملوکہ: سالار جنگ حیدرآباد)

(۶) واقعہ شہادت مولوی عبدالکریم، مصنف نامعلوم،
تاریخ تصنیف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۳ء، (مملوکہ: سالار جنگ حیدرآباد)

(۷) نیرنگی بلدہ، فدا علی، سن تصنیف ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء،
(مملوکہ: سالار جنگ حیدرآباد)

کتابت ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۵ء، صفحات ۲۴، (مملوکہ: سالار جنگ حیدرآباد)

(۸) ترجمۂ سکندر نامہ، مترجم کا نام ندارد، سن کتابت ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء،
صفحات ۱۷۸، (مملوکہ: کتب خانہ آصفیہ)

☆☆☆

ضمیمہ دوم

اُردو میں چند منظوم تاریخیں

ضمیمہ دوم

اُردو میں چند منظوم تاریخیں

اُردو میں نثری تاریخوں کے علاوہ منظوم تاریخیں بھی بڑی تعداد میں لکھی گئیں، جن میں تاریخی واقعات کو منظوم پیرایہ میں تفصیل کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان منظوم تاریخوں میں واقعات کی نوعیت نیم تاریخی ہی سہی لیکن ان سے اس عہد کی تاریخ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ تاریخیں مؤرخین کیلئے تاریخی حقائق کی تدوین میں کسی حد تک معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔ ان سے بادشاہان ونوابین اور راجگانِ ہند کے سیاسی حالات، تخت نشینی، جنگوں وغیرہ کے بارے میں تفصیلات کا پتہ چلتا ہے علاوہ ازیں ان میں معاشرتی، تہذیبی وتمدنی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔

شاعر چونکہ حساس ہوتا ہے ہر پہلو پر اس کے جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں اور وہ اپنی شاعری کو اظہارِ جذبات کا آلہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس طرح شاعری میں جملہ حالات کی عکاسی ہر دور میں ہوتی رہی ہے۔

جہاں تک اُردو میں منظوم تاریخوں کی ابتدا کا تعلق ہے تو فورٹ ولیم کالج کے قیام سے قبل ہمیں منظوم تاریخوں کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ ذیل میں چند منظوم تاریخوں کے مختصر حوالے درج ہیں۔

'ابراہیم نامہ' از عبدل(۱)

"ابراہیم نامہ سلطان" ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد کی منظوم تاریخ ہے۔ اس کا سنِ تصنیف ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۴ء ہے، اس مثنوی میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی سوانح

(۱) عبدل بیجاپور کا شاعر تھا جو سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد حکومت میں موجود تھا۔

عمری سے متعلق حالات قلم بند کئے گئے ہیں، اس کی تاریخی اہمیت اتنی ہے کہ اس کے مطالعہ سے ایک بادشاہ کی سماجی واخلاقی زندگی کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ مثنوی کے عنوانات فارسی میں تحریر ہیں، حمد و نعت اور منقبت کے بعد کے چند عنوان حسب ذیل ہیں۔

نمونۂ عبارت

"پند فرمودن حضرت استاد در باب شعر، در تعریف سخن والفاظ شعر گفتن، تعریف قلم کاغذ وحرفاں ابتداء کتاب ابراہیم نامہ در مدح حضرت شاہ عالم پناہ، تعریف شہر بیجا پور، تعریف عرابہ حصار و محل، تعریف دربار حضرت شاہ عالم پناہ، تعریف مجلس شاہ عالم پناہ، تعریف شب حسن مجلس، شاہ عالم پناہ، تعریف شب گزشتہ و روز خود آراستہ کردا مجلس شاہ آمد، تعریف دورہ چشم، تعریف کاکل موی، تعریف تان در گوش، تعریف لب ولعل برگ، تعریف رنگ سیاہ مسی دنداں تعریف گلوئے تسبیح مروارید، تعریف دست و کنگن، تعریف پستان، تعریف کمروز کمر، تعریف ساق پائے درفتار تعریف آواز گھون گرد"

یہ مثنوی ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے، ابراہیم نامہ کے اس مخطوطے کی نمونہ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

الٰہی زبان گنج توں کھول موجہ ۔۔۔ امولک بھاکر بکوچہ بول موجہ

کہوں باسم اوّل تو اللہ لائے ۔۔۔ گلے موکہ کھلے جیا پھکری دو لائے

بچن مینہ اس چوبریں بوند آئے ۔۔۔ بھورکان عارف بھولیں باس دھائے

اختتام

نہ یوں پھول کدھین کھلائے سٹر   رہیں باغ عالم نیں تت باس بھر
بچن پھول گوندیوں ابراہیم نام   کیا سہس پر برس بارہ تمام
خدایا تو عبدل بچن پھول کر   پہنو عارفوں چت سو مقبول کر (۱)

اس کا مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں محفوظ ہے۔

'علی نامہ' (۲) از نصرتی (۳)

"علی نامہ "بیجاپور کے عادل شاہی خاندان میں علی عادل شاہ ثانی کے عہد حکومت میں تصنیف ہوئی، اس کا سنِ تالیف ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء ہے۔ یہ سلطان علی عادل شاہ ثانی کی منظوم تاریخ ہے۔ اس میں نہ صرف علی عادل شاہ کے حالات، جنگی کارنامے، مرہٹوں، مغلوں اور ہمعصر دکنی ریاستوں کے فرمانرواؤں سے جنگوں کا حال، سیاسی بست وکشاد، بلکہ امراء ورؤسا کے آداب ومراسم وغیرہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاریخ نگاری کے نقطۂ نظر سے "علی نامہ" اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کے بارے میں پروفیسر عبدالمجید صدیقی کا کہنا ہے

> "علی نامہ" بیجاپور کی پندرہ سالہ تاریخ ہے اگر تاریخ نگاری کا انداز دیکھا جائے تو اس میں واقعات کی پوری صحت اور تسلسل موجود ہے۔ شاعری میں کہیں واقعات کا رشتہ گم نہیں ہوتا۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ جب شاعر تاریخی واقعات نظم کرتے ہیں تو اس میں بہت کچھ مبالغہ کر جاتے ہیں کیوں کہ ان کو اپنی

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۰۱

(۲) اس کا مخطوطہ کتب خانہ نواب سالار جنگ، کتب خانہ آصفیہ اور انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۳) نصرتی عادل شاہ ثانی کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔

> شاعری کا زور دکھانا ہے اور اس کے لئے ان کو جگہ
> جگہ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا پڑتا ہے اور
> بالآخر وہ تاریخ کیا ایک افسانہ بن کر رہ جاتی ہے اور
> ایسی منظوم تاریخ پر کون بھروسہ کرسکتا ہے لیکن نصرتی
> اپنی شاعری میں تاریخی صحت کو اپنے ہاتھ سے
> جانے نہیں دیتا یہی تو اس کی شاعری کا کمال ہے۔
> اس وجہ سے علی نامہ کو ایک زندہ تاریخ کہنا پڑتا
> ہے۔اس میں ہر چھوٹا موٹا واقعہ اس قدر تفصیل سے
> بیان کیا گیا ہے کہ وہ تفصیل دوسری تاریخوں میں
> نہیں ملتی ۔کیوں کہ تاریخوں کے صفحات میں اتنی
> گنجائش کہاں کہ ہر چھوٹی موٹی چیز بیان کی جائے۔
> علی نامہ کا مواد تاریخ کا بڑا ماخذ ہے چنانچہ بیجاپور
> کے مؤرخوں نے اپنی تاریخوں میں علی نامہ کے
> بیان سے فائدہ اٹھایا ہے"(۱)

اس مثنوی میں پہلے حمد ہے پھر مناجات اس کے بعد نعت، نعت کے بعد معراج کا بیان پھر منقبت حضرت علی، بادشاہ کی مدح اور وجہ تالیف کے بعد اصل مضمون یعنی بادشاہ کی تخت نشینی سے حالات شروع ہوئے ہیں۔

اس میں نصرتی کے سات قصیدے شامل ہیں، جن کی صراحت اس طرح کی گئی ہے، پہلا قصیدہ فتح پنالہ سے متعلق ہے، دوسرا، تیسرا، چوتھا اور پانچواں قصیدہ صلابت خاں کے واقعات سے متعلق ہیں یعنی اس کی بغاوت، ناکامی وغیرہ، چھٹا قصیدہ عاشورہ محرم سے متعلق ہے، ساتواں قصیدہ ملیبار کی فتح کا ہے۔

---

(۱) علی نامہ، مرتبہ پروفیسر عبدالمجید صدیقی، ۱۹۵۹ء، ص ۱۱

اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت حسبِ ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

سرانا سری اس سکت دارکوں   کہ ادھار ہے ان نراد دھارکوں

دیا اور ستم کے پنجہ میں زور   پڑیا ڈرتی جس دل میں دریا کو شور

کرنہار سرکش کے مغلوب دے   طلب کا چہ طالب کے مطلوب دے

اختتام

جتے دیوزاداں تے ات لہو کی سنگ   سیہ پوست بلغا رکا پائے رنگ

زنگی جا کہ پرکید نوری دی   سرنگ چونچہ رانو بنکے پوری دی(۱)

اس طرح" علی نامہ "میں تاریخی واقعات کو منظوم پیرایہ میں اتنی تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔

'تاریخ اسکندری' از نصرتی

"تاریخ اسکندری" سنہ ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۳ء میں تصنیف ہوئی، اس میں عادل شاہی کے آخری حکمراں سکندر عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں شیوا جی سے نبرد آزمائی کا بیان ہے، اس کتاب کا ایک نسخہ انجمن ترقی اُردو پاکستان (کراچی) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

'جنگِ عالم علی خاں و نظام الملک' از غضنفر حسین غضنفر (۲)

اس مثنوی کا سن تالیف سنہ ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۴ء ہے، اس میں جنگِ عالم علی خاں اور نظام الملک آصف جاہ کے چشم دید حالات درج ہیں، جو بمقام شکر کہرہ میں ہوئی اور نظام الملک فتح یاب ہوا اور حکومت آصفیہ کی بنیاد رکھی، یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۰۲ تا ۸۰۳

(۲) یہ اورنگ آباد کا شاعر تھا، عالم علی خاں کے متوسلوں میں شامل تھا، عالم علی خاں کے جنگ میں مارے جانے کے بعد یہ مثنوی اس نے لکھی۔

اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

اوّل حمد حق کر بدل ابتداء ۔ بخواں بعد نعت رُسولِ خدا
کرم گستر لطف ہے کارساز ۔ خُداوند عالم ہے دانائے راز
گلستاں کیا آگ کوں بر خلیل ۔ جہاں آفریں برحق ہے رب الجلیل

اختتام

خبردار اچھوتیں تو کملائے گا ۔ حیاتی کی دم سوں نکل جائے گا
نہ دل کوں ہے راحت نہ خاطر کوں چین ۔ کہا ہے یو قصہ غضنفر حسینؔ (۱)

'جنگ نامہ بھاؤ راؤ'

اس میں احمد شاہ درّانی اور مرہٹوں کے درمیان پانی پت کی تیسری جنگ (۱۷۶۱ء) کا واقعہ نظم کیا گیا ہے، اس کا سن تالیف ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء ہے، اس پر مؤلف کا نام درج نہیں ہے۔

"جنگ نامہ بھاؤ راؤ" کا قلمی نسخہ انڈیا آفس میں محفوظ ہے جس کا ذکر سیّد شمس اللہ قادری نے کیا ہے"(۲)

'اضرابِ سلطانی' (فتح نامہ ٹیپو سلطان) از حسین علی عزتؔ (۳)

اضرابِ سلطانی کا سنِ تالیف ۱۷۸۵ء ہے، اس کتاب میں اس جنگ کا تذکرہ ہے، جو ۱۷۸۵ء میں مراہٹوں، نظام اور انگریزوں نے مل کر ٹیپو سلطان سے کی تھی اور اس جنگ میں فتح ٹیپو سلطان کو ہوئی تھی۔

---

(۱) بحوالہ کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات، نصیر الدین ہاشمی، جلد اوّل، ص ۲۳۱ تا ۲۳۲
(۲) اردو مخطوطات انڈیا آفس میں، حکیم سید شمس اللہ قادری، ص ۱۶
(۳) ٹیپو سلطان کے دربار سے وابستہ تھا اور اس کا عزت تخلص تھا۔

اس کتاب کا نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

"کتاب اضرابِ سلطانی در ذکر جنگ مراہٹہ و نظام علی بطریق اجمال حسب الارشاد حضرت جہاں پناہ ٹیپو سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ"۔

داستان آمد مرہٹہ و مغل بہ عزم جنگ براہ ادھونی وغیرہ بطبق اجمال نوشتہ شد

عجائب سنو دوستاں داستاں — کہ جس کے بیاں میں ہے قاصر زباں
مراہٹہ فوج سب جمع کر — خوشی سات سلطاں کے سن یہ خبر"

اختتام

الٰہی ہے جھلک مہ و آفتاب — یہیں رکھ توں سلطان کوں بآب و تاب
مظفر و منصور برمشرکیں — بحشمت و اعزاز تا روز دین(۱)

یہ مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

'ظفر نامہ اورنگ زیب شاہ عالمگیر بادشاہ غازی' از میر جعفر زٹلی

یہ شمالی ہندوستان میں اردو کی سب سے پہلی منظوم تاریخ ہے، اس میں اورنگ زیب کے معرکۂ دکن اور قلعہ بیجاپور کی فتح کے حالات نظم کئے گئے ہیں، اس کا ذکر نعیم احمد کیا ہے۔(۲)

'جنگ نامہ' از میر تقی میر

اس میں اس لڑائی کا ذکر ہے، جو ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۵ء میں روہیلوں کے خلاف انگریزوں اور آصف الدولہ کی اتحادی فوجوں نے لڑی، اس مثنوی کا سن تالیف ۱۲۰۹ھ/ ۱۷۹۵ء ہے۔

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۰۴

(۲) کلیاتِ جعفر زٹلی، میر جعفر زٹلی، مرتبہ نعیم احمد، ۱۹۷۹ء، علی گڑھ۔

درج ذیل اشعار سے جنگ نامہ کے سن تصنیف کی تصدیق ہوتی ہے۔

سالِ تاریخ کا تھا مجھ کو خیال　　لطف کی رو سے کی ملک نے مقال

کالے سخن گسترد جہاں استاد　　فتح نواب سے کر اب دل شاد ۱۲۰۹ھ

'سراج المنیر' از غلام علی بکسو

" سراج المنیر " آں حضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ، خلفائے اربعہ کے سوانح حیات اور مذہب امامیہ کے متعدد اصحابِ علم و فضل کا تذکرہ ہے، اس مخطوطے کا سنِ تالیف ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء ہے، اور سن کتابت ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۷ء ہے، یہ ایک ضخیم مثنوی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد نو ہزار سے زیادہ ہے۔ اس مثنوی کو چودہ باب میں منقسم کیا گیا ہے۔ مثنوی حسبِ قاعدہ حمد سے شروع ہے، نعت اور منقبت کے بعد سببِ تالیف کا عنوان ہے، جس میں ابواب کی تقسیم کی صراحت کی گئی ہے۔ ذیل میں ان ابواب کے عنوان درج ہیں۔

(۱)　امامیہ مذہب کے اصحاب علم و فضل

(۲)　ہجرت آں حضرت ﷺ اور جنگِ بدر، جنگِ احد وغیرہ کا حال

(۳)　حج الوداع اور اُسامہ کو رومیوں سے جنگ کے لئے روانہ فرمانا اور آں حضرت ﷺ کی وفات

(۴)　خلافتِ ابوبکر صدیق

(۵)　احوالِ فدک

(۶)　بعض واقعات و فضیلت اہلِ بیت

(۷)　امامت کا بیان قضا و قدر کا حال

(۸)　عصمت انبیاء اور خُدا کا کلام قدیم ہونا، متعہ اور دیدارِ خُدا کا ذکر

(۹)　حضرت عمر و عثمان کی خلافت کا بیان اور ان کے دفن کا حال

(۱۰) خلافتِ حضرت علی

(۱۱) جنگِ معاویہ

(۱۲) جنگِ نہروان اور حضرت علی کی شہادت

(۱۳) رحلتِ حضرتِ عائشہ، معاویہ اور ابن ملجم کے مرنے کا تذکرہ

(۱۴) مناقبِ حضرت علی

نمونۂ عبارت

آغاز

کروں ابتداء حمد رب العباد — تاہوے قدرتِ زباں کو زیاد

وہ ہر یک صفت کا صانع کریم — جسے بولتے ہیں غفورالرحیم

مبرا منزا ہے وہ لم یزال — نہیں کوئی وحدت میں اسکے مثال

خاتمہ

تمت ہذاالکتاب سراج المنیر بعون الملک الوہاب بتاریخ۔ بست پنجم شہر جمادی الاوّل ۱۲۵۲ھ، بخط خام فقہ حقہ کرامت علی باتمام رسید۔ (۱)

'داستانِ نواب نظام علی خاں' از کمتر

اس مخطوطے کا سنِ تالیف ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۷ء ہے، یہ عہد آصف جاہ ثانی نظام علی خاں کے عہد کی منظوم تاریخ دکن ہے۔ اس میں حمد ونعت مناجات کے بعد نفس مضمون کا آغاز ہے، عنوانات کے تحت تاریخی واقعات کا ذکر ہے۔ عنوانات فارسی زبان میں تحریر ہیں، جن میں چند عنوانات حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) رفتن ناصر جنگ برائے عزم ------ و باز گشتن

(۲) در بیان ریاست کردن ہدایت محی الدین خاں و باز گشتہ شدن

(۳) بہ ریاست نشستن صلابت جنگ و ملک تقسیم نمودن بہ برادران خود

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۰۴ تا ۸۰۵

اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

خُدا کو سزاوار حمد و ثناء
دیا کن سے دونو جہاں کو بنا
عجب تیری قدرت ہے اے بیچگوں
کیا ہے کھڑا آسماں بے ستوں
وہ صانع کہ دیکھو یہ صنعت گری
کہ نطفہ کو صورت دیا جیون پری

اختتام

یہ قصہ بنا ہے بخونِ جگر
بہت سا دلایہ کمتر کو زر
جو گذرے جہاں سے وہ نیکو سیر
بہتر برس کی تھی اون کی عمر
یہ قصہ ہوا جب کہ تیار بن
تو بارہ سو ایکس تھے سال و دن(۱)

اس کا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔

'منظفر نامہ' از فقیر محمد غیسی قادری

اس کا سنِ تصنیف ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء ہے، یہ سکھوں کے ہاتھ نواب مظفر خاں والی ملتان کی شہادت کی منظوم تاریخ ہے، جو ٦٦ صفحات پر مبنی ہے، قطعۂ تاریخ فارسی میں ہے۔

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، نصیر الدین ہاشمی، جلد اوّل، ص ۳۳٦ تا ۳۳۲

جس کا عنوان حسبِ ذیل ہے۔

تاریخ شہید شدنِ نواب مظفر خاں اورنگ نشیں دار الامان ملتان تصنیف سیادت پناہ سیّد موسیٰ رضا بن سیّد نور الحسن حسینی شیرازی خانپوری علیہم الرحمتہ

خانِ مظفر ز جام حسین، جرمہ نوشید و نجلد رسید
سالِ تاریخ او دلِ غمگین، گفت خانِ امیر حاجِ شہید

اس مخطوطے کی نمونۂ عبارت حسبِ ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

خُدایا جہاں کا تو ہے بادشاہ
ترے حکم میں ماہی سے تابماہ

اختتام

کہی میں نے یہ مثنوی دِل لگا کہ
خلق اس کو سن کرے پھر بُکا (۱)

فتحنامۂ از یٰسین

فتحنامہ کا سنِ تالیف ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء ہے اور سنِ کتابت ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء ہے، یہ مثنوی اس جنگ سے متعلق ہے، جو عہدِ سکندر جاہ (۱۸۰۴ء-۱۸۲۷ء) میں نواب کرار نواز خاں اور ناندیر کے سِکھوں کے درمیان واقع ہوئی تھی اور اس جنگ میں نواب کو فتح یابی حاصل ہوئی تھی۔

---

(۱) بحوالہ مفصل فہرست کتب خانہ قومی عجائب گھر کراچی، رشید احمد، لاہور ۱۹۷۱ء

اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

کروں ابتداء احمد سبحان کا جو خالق ہے اور جن اور انسان کا
سبھی نور کا اس کے مندان ہے جہاں دیکھو اس کی وہاں شان ہے

اختتام

قبول ہو دُعا اتنی یٰسین کی بحقِ ہی و بحقِ علی
بدین و اطاعت گرادیندہ دار نوابش چین تا ابدزندہ دار(۱)

یہ مخطوطہ انجمن ترقی اُردو پاکستان میں محفوظ ہے۔

'حُزنِ اختر' از واجد علی شاہ

اس کا سنِ تالیف تقریباً ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء ہے، اس کے ابتدائی حصے میں اپنے قید ہونے کا تاریخی واقعہ نظم کیا ہے اور آخری حصے میں اس نے اپنے محلات کا تذکرہ کیا ہے۔

'تذکرۂ منظوم سلاطین دکن' (تحفہ عثمانیہ) از دلاور علی دانش

اس مخطوطے کا سنِ تالیف ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء ہے، اس میں آصفیہ خاندان کے پہلے نواب نظام الملک آصف جاہ سے لے کر محبوب علی آصف جاہ تک کے تاریخی واقعات درج ہیں۔

'جنگ نامہ دو جوڑہ' از خلیفہ معظم عباسی

یہ منظوم تاریخ بنگش سلاطین نواب محمد علی خاں صاحبزادہ نواب فیض اللہ خاں بنگش کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے، اس کتاب کا سنِ کتابت ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

---

(۱) بحوالہ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، جلد سوم، افسر صدیقی امروہوی، کراچی، ۱۹۷۰ء، ص ۷۷

مطابق ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء ہے، اس کے ۵۶ صفحات ہیں، یہ مخطوطہ ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری جامعہ ملّیہ اسلامیہ میں موجود ہے، اس قلمی نسخہ کی نمونۂ عبارت حسبِ ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

پس از حمد اس قادر ذوالجلال پس از نعت پیغمبر با کمال
پس از مدح اصحاب و الاتبار خصوصاً نبی کے تھی چاریار

اختتام

دُعا میرے حق میں کرو روز تر کہ رحمت سی ہو حق کہ مجھ نظر
میرا خاتمہ خیر سے ہو تمام بفضل محمدؐ علیہ اسلام

ترقیمہ

بقلم حقیر محمد مشتاق حُسین عفے منہ نائب متولی مدرسہ عالیہ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء، ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ پنجشنبہ۔

'تاریخ طغیانی موسیٰ ندی' از سیّد کاظم شیفتہ

اس کا سنِ تالیف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء ہے، اس کتاب میں پہلے نثر میں رود موسیٰ کی طغیانیوں کی تاریخ ہے، آخری طغیانی ۱۳۲۶ھ غرۂ رمضان م ۲۳ آبان ۱۳۱۷ ف۔م۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۰۸ء ہے، جس میں شہر حیدر آباد کی زبردست تباہی ہوئی اس کے ہولناک مناظر کو اس نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

نمونۂ عبارت

آغازِ کتاب

"موسیٰ ندی کی ابتدائی طغیانی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۰۴۱ھ میں ہوئی، دوسری طغیانی بعہد مغفرت منزل ناصر الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر کہ دوسوسال کے بعد ۱۲۲۱ھ میں ہوئی"

نظم کا آغاز

زندہ کا ہر اک شئی کی ہے پانی پہ مدار
عنصر آبی سے قائم ہے بنائے روزگار

جان کھیلوں کی ہے پیدائش کی گویا روح ہے
ملتی ہیں اس کے بدولت ہم کو یہ حسن بے شمار

اختتام

یا الٰہی حیدرآباد دکن قائم رہے
قائم و محکم رہے جب تک بنائے روزگار

طبغرا دسید کاظم حسین شیفتہ کنتوی مقیم حیدرآباد (۱)
یہ مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔

'جنگ نامہ مرہٹہ اور شاہِ دُرّانی'

یہ منظوم تاریخ احمد شاہ درانی اور مرہٹہ کے درمیان ہوئی لڑائی پر مشتمل ہے، اس میں نہ تو مصنّف کا نام درج ہے اور نہ ہی سنِ تالیف۔ یہ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے، جس کا ذکر حکیم سیّد شمس اللہ قادری نے کیا ہے۔ (۲)

جنگِ خراسان از کریم بخش

اس منظوم تاریخ میں ۱۸۳۸ء میں انگریزوں نے افغانستان پر جو حملہ کیا تھا۔ ان تاریخی واقعات کو کریم بخش نے منظوم پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ اس کا دوسرا نام جنگ نامہ کابل ہے۔ اس میں ۶۹ صفحات ہیں، یہ قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، نصیر الدین ہاشمی، جلد اول، ص ۲۳۶ تا ۲۳۷

(۲) بحوالہ اُردو مخطوطات انڈیا آفس میں، حکیم سیّد شمس اللہ قادری، ص ۱۶

'جنگ نامہ بلدہ بھوپال' از میر علی امیر گوالیاری

اس میں ۱۸۱۲ء میں مرہٹوں کے ریاستِ بھوپال پر حملہ کا چشم دید واقعہ منظوم پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے، اس کا سنِ تالیف ۱۸۲۵ء ہے۔

'پھولنامہ' از برج نرائن ناظم

اس میں ریاست جنید کی تاریخ کو منظوم پیرایہ میں تحریر کیا گیا ہے، اس ریاست کے راجاؤں، مہاراجاؤں کی شادیاں، اولاد، ریاست کے نظم ونسق، فلاح و بہبود کے انتظامات، تعمیرات و توسیعات، آبپاشیِ مغلوں اور انگریزوں کے سیاسی تعلقات کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا سنِ تالیف ۱۹۰۷ء ہے۔

'غزنی نامہ' از سلامت علی رفیق

اس کا سنِ تالیف ۱۹۲۱ء ہے، اس میں محمود غزنوی کے ہندوستان پر یکے بعد دیگرے کئی حملے کرنے کے اسباب اور ہندوستانی راجاؤں کی غزنی سلطنت کے خلاف ردّعمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ترجمہ شدہ چند منظوم تاریخیں

'خاورنامہ' از ابنِ حسام، مترجم کمال خاں رستمی

اس کا ترجمہ رستمی نے خدیجہ بیگم دُخترِ محمد امین بن ابراہیم قطب شاہ و منکوحہ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش سے ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء میں کیا، یہ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں ہے، حکیم سیّد شمس اللہ قادری نے اِس کا ذکر کیا ہے۔(۱)

---

(۱) اُردو مخطوطات انڈیا آفس میں، حکیم سیّد شمس اللہ قادری، ص ۱۶

'حربِ حیدری' از محمد نوروز حسین بلگرامی

اس کا سنِ کتابت ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء ہے۔ یہ مثنوی حملہ حیدری کا ترجمہ ہے۔ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پورے حالاتِ زندگی اور جنگوں کا ذکر ہے۔ مثنوی دو جلدوں میں منقسم ہے۔ حمد و نعت، منقبتِ حضرت علیؓ۔ مناجات کے بعد اصل مضمون شروع کیا ہے، ابتداء میں آں حضرتؐ کی جنگوں کا بیان ہے، جس میں حضرت علیؓ شریک تھے۔

کتاب کے آغاز سے پہلے فہرستِ مضامین بھی شامل ہے۔

اس مخطوطے کا نمونۂ عبارت درج ذیل ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

رقم اوس کی توحید کرائے قلم
عطا جس نے کی ہے عقل و دین و درم
دو عالم کا سارا سرِ انجام کار
انھیں تین نعمت سے ہے آشکار
خرد دہی گہ تا چشم کو کھول کر
کریں دید عالم تماشے کا گھر

اختتام

جو اوس جا پہ نعش رسول کرام
نماز جہاں آفریں تھے تمام
اب آگے صحیح وہ حدیث سنیں
کہ جس طرح سے درج حسن الیقین (۱)

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۱۲ تا ۸۱۳

'سراج التواریخ' از نذر علی

اس کا سنِ تالیف ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء ہے، یہ شاہنامہ فردوسی کا اردو ترجمہ ہے، جو منظوم پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اولاً حمد و نعت مناجات کے بعد آصف جاہ چہارم میر فرخندہ علی خاں کی مدح اور ستائش ہے۔ اس کے بعد سراج الملک میر عالم علی خاں دیوان دکن کی تعریف اور توصیف ہے پھر سببِ تالیف کا عنوان ہے، اس کے بعد شاہنامہ شروع ہوتا ہے۔

نمونۂ عبارت

آغاز

ستایش مسلم خُداہی کو ہے
نیا یش سزا وار شاہی کو ہے
کہ جسکے نہیں سلطنت کو زوال
نہیں کوئی ایسا جُز ایزدتعال
منزہ ہے ذات اوسکے حاجات سے
کہ مستغنی ہے اپنی وہ ذات سے

اختتام

رہے جاری یہ فیضِ شاہی مدام
بحق محمدؐ علیہ السلام
خدایا بحق نبی فاطمہ
کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

خاتمہ

تحریر فی التاریخ ہفتم ماہِ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ مگر ۶۴ھ غلط ہے کیونکہ نفس کتاب کی عبارت سے ۱۲۶۵ھ میں تصنیف ہونا ظاہر ہے۔(۱)

اس طرح منظوم تاریخوں کے تدریجی ارتقاء کا مطالعہ کرنے سے اندازا ہوتا ہے کہ اردو ادب میں لکھی گئیں اکثر منظوم تاریخیں نہ صرف انسانی معاشرے کی تہذیب وتمدّن کا آئینہ ہیں بلکہ ان سے سیاسی واقعات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ کسی بھی ملک کا ادب عصری تقاضوں کا عکاس ہوتا ہے اور اس ملک کے سیاسی سماجی اور تہذیبی حالات کا آئینہ ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر خلیق انجم،

> "جو واقعات ادب میں بیان ہوتے ہیں ان سے نہ صرف تاریخی واقعات کی توثیق ہوتی ہے بلکہ ان کے بارے میں عوام کے ردِ عمل کا بھی پتہ چلتا ہے"(۲)

باالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس عہد کی شاعری تاریخ نگاری کے لیے اہم ترین مواد ہے، جس کی روشنی میں اٹھارہویں صدی کے ابتدائی عہد پر ایک تاریخ لکھی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

---

(۱) بحوالہ کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اُردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست، نصیر الدین ہاشمی، ص ۸۱۱ تا ۸۱۲

(۲) ہندوستان کی تاریخ نگاری میں اُردو ادیبوں کا حصہ، ڈاکٹر خلیق انجم، نوائے ادب، اکتوبر ۱۹۹۳ء، ص ۲

ضمیمہ سوم

ضمیمہ سوم

چند مخطوطات اور مطبوعات کے صفحات کے عکس اور ان کی فہرست

زیرِ نظر ضمیمہ میں حسب ذیل چند مخطوطات اور مطبوعہ کتابوں کے عکس منسلک کئے گئے ہیں۔

(I) چند مخطوطات کی فہرست

(۱) تاریخِ روہیلہ از محمد حسن خاں، سن تالیف ۱۸۳۴ء

(۲) تواریخ مظہری از مظہر حق مفتی ظہور الحق، سن تالیف ندارد

(۳) تاریخ رامپور از علی نقی المشہور بہ آغا غی ابن مرزا معین، سن تالیف ندارد

(۴) تواریخ بغاوت ہند از کشور لعل، سن تالیف ۱۸۶۶ء

(۵) تاریخ روہیل کھنڈ از حافظ نیاز محمد خاں ہوش، سن تالیف ۱۸۶۶ء

(۶) تاریخِ مرقع جہاں نما از محمد کاظم برلاس، سن کتابت ۱۹۱۹ء

(II) چند مطبوعہ کتابوں کی فہرست

(۱) سرکشی ضلع بجنور از سرسید احمد خاں، سن اشاعت ۱۸۵۸ء

(۲) گلدستہ روساء یعنی تاریخ مالوہ از سید نصرت علی، سن اشاعت ندارد

(۳) تاریخ پنجاب از دیبی پرشاد، سن اشاعت ۱۸۷۲ء

(۴) تاریخ بدیع ہندوستان از پنڈت کشن لال، سن اشاعت ۱۸۷۸ء

(۵) تاریخ دربارِ قیصری از مرزا احمد اکبر علی خاں، سن اشاعت ۱۸۸۰ء

(۶) بزمِ آخر از فیض الدین، سن اشاعت ۱۸۸۵ء

(۷) تواریخ عجیب از جعفر تھانیسری، سن اشاعت ۱۸۸۵ء

(۸) کتاب نقدِ رواں از محمد عباس شروانی، سن اشاعت ۱۸۸۸ء

(۹) تاریخ طرزِ معاشرت ہندو انگلینڈ موسوم بہ تاریخ تراب از تراب علی، سن اشاعت ۱۸۹۰ء

(۱۰) سوانحاتِ سلاطین اودھ از سیّد کمال الدین حیدر، سن اشاعت ۱۸۹۶ء

(۱۱) قیصر التواریخ (جلد دوم) از سیّد کمال الدین حیدر، سن اشاعت ۱۸۹۶ء

(۱۲) آثار الصنادید از سر سیّد احمد خاں، سن اشاعت ۱۹۰۰ء (طبع سوم)

(۱۳) تاریخ بنارس از محمد رفیع رضوی، سن اشاعت ۱۹۰۰ء

(۱۴) محاربات عظیم از مولوی ذکاء اللہ، سن اشاعت ۱۹۰۴ء

(۱۵) تاریخ امروہہ مؤلفہ محمود احمد عباسی، سن اشاعت ۱۹۳۰ء

(۱۶) تاریخ الہ آباد از مولوی سید مقبول احمد صمدانی، سن اشاعت ۱۹۳۸ء

☆☆☆

کتابیات

کتابیات

اُردو مآخذ

(الف) تاریخ

۱۔ اسبابِ بغاوت ہند، سر سید احمد خاں، دہلی، ۱۸۵۹ء

۲۔ ایاغِ فرنگستان، مرزا حاتم علی مہر، آگرہ، ۱۸۷۳ء

۳۔ افضل التواریخ، رام سہائے تمنا، لکھنؤ، ۱۸۷۶ء

۴۔ انڈین نیشنل کانگریس اور مسلمانانِ ہند، ملا عبدالقیوم، علی گڑھ، ۱۹۰۶ء

۵۔ امرائے ہنود، محمد سعید احمد مارہروی، کانپور، ۱۹۱۱ء

۶۔ ارضِ تاج، واحد یار خاں، آگرہ، ۱۹۱۳ء

۷۔ اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر، شبلی، دہلی، ۱۹۰۹ء

۸۔ ام القریٰ، محمد عباد اللہ، امرتسر، ۱۹۱۸ء

۹۔ انگریزوں کی بپتا، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۲ء

۱۰۔ البیرونی، سیّد حسن برنی، علی گڑھ، ۱۹۲۷ء

۱۱۔ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، محمد عنایت، حیدرآباد، ۱۹۲۷ء

۱۲۔ انقلابِ روس یعنی روس کے عصرِ جدید کی کایاپلٹ کی داستان، کشن پرشاد کول، الہ آباد، ۱۹۳۶ء

۱۳۔ افسانۂ غم، سیّد امیر احمد، دہلی، ۱۹۳۸ء

۱۴۔ احسن التواریخ سنبھل مع تاریخ مراد آباد، حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی، مطبوعہ ندارد، ۱۹۳۳ء

۱۵۔ انقلاب فرانس، غلام باری، لاہور، ۱۹۳۴ء

۱۶۔ انقلاب فرانس، مولوی عبد القادر بی اے، دہلی، ۱۹۳۹ء

۱۷۔ انقلاب روس، محمد مسعود جوہر، دہلی، ۱۹۴۱ء

۱۸۔ انقلاب روس، شیر جنگ، لکھنؤ، ۱۹۴۷ء

۱۹۔ انقلاب مشرق اور مسلمان، ذاکر حسین فاروقی، دہلی، ۱۹۴۷ء

۲۰۔ اس گھر کو آگ لگ گئی، سیّد عاشورہ کاظمی، مترجم سلیم قریشی، دہلی، ۱۹۹۳ء

۲۱۔ آئینۂ تاریخ نما، شیو پرشاد، لکھنؤ، ۱۸۹۷ء

۲۲۔ آثارِ خیر، محمد سعید احمد مارہروی، آگرہ، ۱۹۰۵ء

۲۳۔ آثارِ اکبری یعنی تاریخ فتح پور سیکری، محمد سعید احمد مارہروی، آگرہ ۱۹۰۶ء

۲۴۔ آئینۂ حقیقت نما، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، لکھنؤ، ۱۹۲۶ء

۲۵۔ بزمِ آخر، فیض الدین، دہلی، ۱۸۸۵ء

۲۶۔ بیگمات کے آنسو، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۲ء

۲۷۔ بہادر شاہ کا مقدمہ، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۳ء

۲۸۔ بالشوزم المعروف انقلاب روس، مہتہ آنند کشور، لاہور، ۱۹۳۲ء

۲۹۔ تواریخ ضلع فرخ آباد موسوم بہ فتح گڑھ نامہ، کالے رائے، دہلی ۱۸۴۹ء

۳۰۔ تاریخ ہند، سدا سکھ لال، بریلی، ۱۸۵۸ء

۳۱۔ تاریخ فرخ آباد، پنڈت دیبی پرشاد، الہ آباد، ۱۸۵۹ء

۳۲۔ تواریخ نادر العصر، منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۸۶۳ء

۳۳۔ تاریخ ممالک چین، جیمز کارکرن، مطبوعہ ندارد، ۱۸۶۴ء

۳۴۔ تاریخ ستارۂ ہند، منشی طوطا رام شایاں، لکھنؤ، ۱۸۷۱ء

۳۵۔ تاریخ پنجاب المسمٰی بہ گلشنِ پنجاب، پنڈت دیبی پرشاد، لکھنؤ، ۱۸۷۲ء

۳۶۔ تاریخ بدیع ہندوستان، پنڈت کشن لال، لکھنؤ، ۱۸۷۴ء

۳۷۔ تاریخ پٹیالہ، محمد حسین خاں بہادر، امرتسر، ۱۸۷۸ء

۳۸۔ تاریخ ہندوستان ملقب بہ واقعاتِ ہند، مولوی کریم الدین، لکھنؤ، ۱۸۷۸ء

۳۹۔ تاریخ رشید الدین خانی، مولوی غلام امام خاں، حیدر آباد، ۱۸۷۹ء

۴۰۔ تواریخ غوری، منشی بلاقی داس، دہلی، ۱۸۸۰ء

۴۱۔ تاریخ قیصری، مرزا محمد اکبر علی خاں، دہلی، ۱۸۹۰ء

۴۲۔ تواریخ عجیب المعروف بہ کالا پانی، مولانا جعفر تھانیسری، لکھنؤ، ۱۸۸۰ء

۴۳۔ تاریخ سلطنت انگلشیہ، رائے ہیت لال، مراد آباد، ۱۸۸۰ء

۴۴۔ تواریخ سری بیکانیر، منشی سوہن لال، بیکانیر، ۱۸۹۰ء

۴۵۔ تاریخ طرز معاشرت ہندوانگلینڈ، تراب علی، گوالیار، ۱۸۹۰ء

۴۶۔ تاریخ دکن، مولوی سیّد علی بلگرامی، آگرہ، ۱۸۹۲ء

۴۷۔ تاریخ سوانحات سلاطین اودھ، سید کمال الدین حیدر، لکھنؤ، ۱۸۹۶ء

۴۸۔ تاریخ بیٹر، ابوالبرکات، حیدر آباد، ۱۸۹۹ء

۴۹۔ تاریخ ہندوستان، مولوی ذکاءاللہ، الہ آباد، ۱۸۹۷ء

۵۰۔ تاریخ جنگ روم و یونان، قاضی جلال الدین، مراد آباد، ۱۸۹۸ء

۵۱۔ تاریخ برہان پور، مولوی محمد خلیل الرحمن، دہلی، ۱۸۹۹ء

۵۲۔ تاریخ بیدر، مولوی محمد سلطان، گلبرگہ، ۱۹۰۳ء

۵۳۔ تاریخ واسطیہ، رحیم بخش، مراد آباد، ۱۹۰۴ء

۵۴۔ تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ ہند، مولوی ذکاءاللہ، دہلی، ۱۹۰۴ء

۵۵۔ تاریخ اودھ، نجم الغنی، مراد آباد، ۱۹۰۹ء

۵۶۔ تاریخ دربار دہلی، سیّد ظہور الحسن، دہلی، ۱۹۱۲ء

۵۷۔ تاریخ جدید صوبۂ اڑیسہ و بہار، سیّد اولاد حیدر، کوآتھ ضلع آرہ، ۱۹۱۵ء

۵۸۔ تاریخ بنارس، سیّد مظفر حسن، مطبوعہ ندارد، ۱۹۱۶ء

۶۰۔ تاریخ میوات، منشی ابوعبدالشکور میواتی، دہلی، ۱۹۱۹ء

۶۱۔ تاریخ جنگِ عظیم یورپ، کرنل محمد عظمت اللہ، حیدر آباد دکن، ۱۹۲۴ء

۶۲۔ تاریخ اندور، خافی خاں، لکھنؤ، ۱۹۲۵ء

۶۳۔ تاریخ انگلستان، عطر چند کپور، لاہور، ۱۹۲۶ء

۶۴۔ تاریخ راجگانِ ہند موسوم بہ وقائع راجستھان، نجم الغنی، لکھنؤ، ۱۹۲۷ء

۶۵۔ تاریخ الحرمین الشریفین، مولوی عبد السلام ندوی، مطبوعہ ندارد، ۱۹۲۷ء

۶۶۔ تاریخ نجد، اسلم جیراجپوری، دہلی، ۱۹۲۹ء

۶۷۔ تاریخ امروہہ، محمود احمد عباسی، دہلی، ۱۹۳۰ء

۶۸۔ تاریخ امریکہ، محمد یحییٰ، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء

۶۹۔ تاریخ ریاست حیدر آباد، نجم الغنی، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء

۷۰۔ تاریخ شاہجہاں پور المعروف بہ تاریخ صبیح، مولوی محمد صبیح الدین خلیل شاہ جہاں پوری، مطبوعہ ندارد، ۱۹۳۲ء

۷۱۔ تاریخ تختِ طاؤس، مولوی محمد عبد اللطیف خاں کشتہ، لاہور، ۱۹۳۲ء

۷۲۔ تاریخ عمارات شاہان مغلیہ، منشی کالیخاں اکبر آبادی، آگرہ، ۱۹۳۳ء

۷۳۔ تاریخ الہٰ آباد، سید مقبول احمد صمدانی، الہٰ آباد، ۱۹۳۸ء

۷۴۔ تاریخ ہند، ہاشمی فرید آبادی، حیدر آباد، ۱۹۳۹ء

۷۵۔ تاریخ عطیاتِ آصفی، نصیرالدین ہاشمی، حیدرآباد، ۱۹۴۲ء

۷۶۔ تاریخ دکن (عہد حالیہ)، یوسف حسین خاں، حیدرآباد، ۱۹۴۴ء

۷۷۔ تاریخ مگدھ، مولوی فصیح الدین بلخی عظیم آبادی، دہلی، ۱۹۴۴ء

۷۸۔ تاریخ حسن کاری، سید امجد علی، حیدرآباد، ۱۹۴۴ء

۷۹۔ تاریخ جنوبی ہند، محمود خاں محمود، مطبوعہ ندارد، ۱۹۴۷ء

۸۰۔ تاریخ گلدستۂ اودھ، منشی بلاقی داس، سن طباعت و مطبوعہ ندارد

۸۱۔ تاریخ کڑا مانک پور، قیس مانکپوری، سن طباعت و مطبوعہ ندارد

۸۲۔ تاریخ بنارس، محمد رفیع رضوی، لاہور، سن طباعت ندارد

۸۳۔ تاریخ کے نظریات، مبارک علی، لاہور، ۱۹۸۴ء

۸۴۔ تاریخ بیجانگر، مولوی بشیرالدین احمد، دہلی، ۱۹۱۱ء

۸۵۔ تاریخ نگاری قدیم وجدید رجحانات، سیّد جمال الدین، دہلی، ۱۹۹۴ء

۸۶۔ تاریخ نگاری کے نظریات وارتقاء، خرم قادر، لاہور، ۱۹۹۴ء

۸۷۔ تمدن ہند میں دکن کا حصّہ، محمد عبداللہ چغتائی، لاہور، ۱۹۳۵ء

۸۸۔ تمدن عتیق، ابوظفر عبدالواحد وعطاء الرحمن، حیدرآباد، ۱۹۳۶ء

۸۹۔ جلسۂ قیصریہ، محمد عبدالغفور، دہلی، ۱۸۷۷ء

۹۰۔ جاپان قدیم وجدید، دینا ناتھ حافظ آبادی، لاہور، سن طباعت ندارد

۹۱۔ جنگِ مشرق وخاتمہ جاپان، محمد اسحاق، حیدرآباد، ۱۹۴۵ء

۹۲۔ جنگِ عظیم ۱۹۳۹ء کیوں ہوئی، شیخ رحمٰن بخش، حیدرآباد، ۱۹۴۱ء

۹۳۔ چینی مسلمان، بدرالدین چینی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۵ء

۹۴۔ حدیقۂ مملکت عثمانیہ گلزار آصفیہ باتصویر، مولوی سید خواجہ، مطبوعہ ندارد، ۱۹۰۸ء

۹۵۔ حالات برہما، حفیظ اللہ خاں مہندزئی، حیدرآباد، ۱۹۱۰ء

۹۶۔ حقیقت رام پور، مولوی محمد اکرام عالم، بدایوں، ۱۹۴۰ء

۹۷۔ خواب راجستان، منشی دیبی پرشاد، لکھنؤ، ۱۸۷۹ء

۹۸۔ خلافت اندلس، ذوالقدر جنگ بہادر، حیدرآباد، ۱۹۰۴ء

۹۹۔ خلاصۂ تواریخ مکہ معظمہ، محمد فخرالدین حسین، دہلی، ۱۸۹۳ء

۱۰۰۔ خلافتِ اسلامیہ اور ترک، مولانا ابوالحسنات ندوی، دہلی، ۱۹۱۱ء

۱۰۱۔ خونِ حرمین، غفور شاہ الحاج سیّد، میرٹھ، ۱۹۲۱ء

۱۰۲۔ خاں جہاں لودھی، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، مطبوعہ ندارد، ۱۹۲۸ء

۱۰۳۔ خدنگِ غدر، معین الدین حسن خاں، دہلی، ۱۹۷۸ء

۱۰۴۔ دربار اکبری، محمد حسین آزاد، لاہور، ۱۸۹۸ء

۱۰۵۔ دہلی کی جاں کنی، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۳ء

۱۰۶۔ دہلی کا آخری سانس، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۵ء

۱۰۷۔ دہلی کا آخری دیدار، سیّد وزیر حسن دہلوی، دہلی، ۱۹۳۴ء

۱۰۸۔ دہلی کی دو سو برس کی تاریخ، سیّد حسن برنی، دہلی، ۱۹۳۶ء

۱۰۹۔ دہلی، ایف ایم شجاع منعمی، بھاول پور، ۱۹۳۹ء

۱۱۰۔ دہلی کی آخری شمع، فرحت اللہ بیگ، سن طباعت و مطبوعہ ندارد

۱۱۱۔ دوسری جنگ عظیم، محمد مرزا دہلوی، دہلی، ۱۹۴۱ء

۱۱۲۔ ریاض الامراء، رحمان علی خاں، لکھنؤ، ۱۸۷۳ء

۱۱۳۔ دہلی کے مسلمان دانشور، پروفیسر مشیر الحسن، مترجم مسعود الحق، دہلی، ۲۰۰۶ء

۱۱۴۔ ریاض مختاریہ سلطنت آصفیہ، میر دلاور علی دانش، حیدر آباد، ۱۹۴۲ء

۱۱۵۔ سرکشی ضلع بجنور، سر سیّد احمد خاں، آگرہ، ۱۸۵۸ء

۱۱۶۔ سوانح دہلی، مرزا احمد اختر گورگانی، دہلی، ۱۸۸۹ء

۱۱۷۔ سلاطین بہمنی، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۵ء

۱۱۸۔ سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق، آغا مہدی حسین، الہ آباد، ۱۹۳۶ء

۱۱۹۔ سیاستِ ملّیہ، محمد امین زبیری، آگرہ، ۱۹۴۱ء

۱۲۰۔ سی پی میں کانگریس راج، اسرار احمد کریوی، ناگپور، ۱۹۴۱ء

۱۲۱۔ شبابِ لکھنؤ، محمد احد علی، لکھنؤ، ۱۹۱۲ء

۱۲۲۔ شوکت انگلشیہ، مولوی فیروز الدین، لاہور، ۱۹۲۶ء

۱۲۳۔ صقلیہ میں اسلام، مولانا عبدالحلیم شرر، لکھنؤ، ۱۹۲۹ء

۱۲۴۔ صولت شیر شاہی، سید احمد مرتضیٰ نظر، علی گڑھ، ۱۹۳۴ء

۱۲۵۔ ضیاء الدین برنی، سیّد حسن برنی، دہلی، ۱۹۳۰ء

۱۲۶۔ طلسم ہند، منشی طوطا رام شایاں، لکھنؤ، ۱۸۷ء

۱۲۷۔ عربوں کا فن تعمیر، سیّد شمس العلما علی بلگرامی، لاہور، ۱۹۱۰ء

۱۲۸۔ عرب ہند کے تعلقات، سیّد سلیمان ندوی، سن طباعت و مطبوعہ ندارد

۱۲۹۔ عرب کی موجودہ حکومتیں، معین الدین احمد، اعظم گڑھ، ۱۹۳۴ء

۱۳۰۔ عربوں کی جہاز رانی، سید سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۵ء

۱۳۱۔ عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز وارتقاء، محمود الحسن، دہلی، ۱۹۷۵ء

۱۳۲۔ غزانامہ مسعود، عنایت حسین بن شیخ غلام حسین، کانپور، ۱۸۷۶ء

۱۳۳۔ غنچۂ عشرت المعروف تحفۂ مرغوب، منشی بلاقی داس، دہلی، ۱۸۸۶ء

۱۳۴۔ غزنوی جہاد، حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۳ء

۱۳۵۔ غدر دہلی کے اخبار، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۳ء

۱۳۶۔ غدر کا نتیجہ، حسن نظامی، دہلی، ۱۹۳۰ء

۱۳۷۔ غدر کی صبح وشام، حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۶ء

۱۳۸۔ غدر کے چند علماء، مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، دہلی، ۱۹۴۴ء

۱۳۹۔ فتوحات ہند، عنایت حسین بن حضرت شیخ غلام عباس، کانپور، ۱۸۷۲ء

۱۴۰۔ قصص ہند، محمد حسین آزاد و پیارے لال، لاہور، ۱۸۷۸ء

۱۴۱۔ قدیم لکھنؤ کی آخری بہار، مرزا جعفر حسین، دہلی، ۱۹۸۱ء

۱۴۲۔ قدیم تہذیبیں، عبدالمجید سالک، لاہور، ۱۹۲۷ء

۱۴۳۔ قعلی معلی کی جھلکیاں، عرش تیموری، دہلی، ۱۹۳۷ء

۱۴۴۔ کنز التاریخ، مولوی محمد رضی الدین، بدایوں، ۱۹۰۷ء

۱۴۵۔ کرزن نامہ، مولوی ذکاء اللہ، دہلی، ۱۹۰۷ء

۱۴۶۔ کیا کانگریس ناکام رہی، مصنف نامعلوم، دہلی، ۱۹۴۳ء

۱۴۷۔ گلدستۂ روساء یعنی تاریخ مالوہ، سیّد نصرت علی، مطبوعہ وسن طباعت ندارد

۱۴۸۔ مخزن التواریخ، منشی حسن علی، بنگلور، ۱۸۷۴ء

۱۴۹۔ محاربۂ عظیم یا تاریخ بغاوتِ ہند، کنھیا لال، مطبوعہ ندارد، ۱۸۹۶ء

۱۵۰۔ محاربات عظیم، ذکاء اللہ، دہلی، ۱۹۰۴ء

۱۵۱۔ مسلمانوں کی تہذیب، محسن الملک مہدی علی خاں، لاہور، ۱۹۰۹ء

۱۵۲۔ مرقع اودھ، محمد احد علی، لکھنؤ، ۱۹۱۲ء

۱۵۳۔ مزاراتِ حرمین، علی شبیر، حیدرآباد، ۱۹۲۳ء

۱۵۴۔ مزاراتِ اولیائے دہلی، مولوی محمد عالم شاہ فریدی دہلوی، دہلی، ۱۹۲۸ء

۱۵۵۔ مآثر دکن، سیّد علی اصغر بلگرامی آصف جاہی، حیدرآباد، ۱۹۲۴ء

۱۵۶۔ محاصرۂ دہلی کے خطوط، خواجہ حسن نظامی، دہلی، ۱۹۲۵ء

۱۵۷۔ معیار التواریخ، سیّد محمد اغلب، لکھنؤ، ۱۹۲۶ء

۱۵۸۔ معین الآثار، معین الدین احمد، آگرہ، ۱۹۲۸ء

۱۵۹۔ مقدمۂ تاریخ ہند، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، نجیب آباد، ۱۹۳۳ء

۱۶۰۔ مورخین ہند، حکیم سیّد شمس اللہ قادری، حیدر آباد، ۱۹۳۳ء

۱۶۱۔ مختصر تاریخ ہند، ملک غلام محمد خاں جوہر، لکھنؤ، ۱۹۳۸ء

۱۶۲۔ مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جھلک، عبدالوحید، لکھنؤ، ۱۹۳۸ء

۱۶۳۔ مختصر تاریخ ریاست رامپور، فیروز الدین، لاہور، سن طباعت ندارد

۱۶۴۔ موج کوثر، شیخ محمد اکرام، لاہور، ۱۹۴۰ء

۱۶۵۔ مقدمۂ تاریخ دکن، عبدالمجید صدیقی، حیدر آباد، ۱۹۴۰ء

۱۶۶۔ مسلم لیگ کیوں، ذاکر حسین، بمبئی، ۱۹۴۷ء

۱۶۷۔ مسلمان تاریخ نویس، سعید اختر، لاہور، ۱۹۷۶ء

۱۶۸۔ نیرنگِ افغان، مولوی سیّد محمد حسین اغلب موہانی، لکھنؤ، ۱۹۰۴ء

۱۶۹۔ نامۂ مظفری، محمد مظفر حسین خاں سلیمان، لکھنؤ، ۱۹۱۷ء

۱۷۰۔ نقش پائیداری، علی محمد شاد عظیم آبادی، کراچی، ۱۹۲۴ء

۱۷۱۔ نقدِ رواں، محمد عباس شیروانی، مطبوعہ و سن طباعت ندارد

۱۷۲۔ وقائع راجپوتانہ، جوالا سہائے، لاہور، ۱۸۷۸ء

۱۷۳۔ واقعاتِ مملکت بیجاپور، بشیر الدین احمد، دہلی، ۱۹۱۵ء

۱۷۴۔ واقعات دار الحکومت دہلی، بشیر الدین احمد، دہلی، ۱۹۱۹ء

۱۷۵۔ ہفت عجائبات عالم، دینا ناتھ حافظ آبادی، لاہور، ۱۹۰۵ء

۱۷۶۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے بعض اقتصادی و مالی پہلو،
زین العابدین احمد، مطبوعہ ندارد، ۱۹۳۹ء

۱۷۷۔ ہندوستان کے آثار قدیمہ پر ایک اجمالی نظر، مولانا غلام یزدانی، دہلی، ۱۹۳۹ء

۱۷۸۔ ہندوستان کی قدیم تہذیب، مظہر الحسن زبیری، لاہور، ۱۹۰۵ء

۱۷۹۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، ابوالحسنات ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۲۳ء

۱۸۰۔ ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں، محمود خاں محمود، لاہور، ۱۹۴۴ء

۱۸۱۔ ہندوستانی دور وسطیٰ کے مؤرخین، محبّ الحسن، دہلی، ۱۹۸۴ء

۱۸۲۔ یادگارِ دربار یعنی تاریخ تاج پوشی شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہفتم، مولوی فیروز الدین، مطبوعہ ندارد، ۱۹۰۳ء

۱۸۳۔ یادگارِ دربار تاج پوشی ۱۹۱۱ء، منشی دین محمد، لاہور، ۱۹۱۸ء

(ب) ادبیات

۱۔ اردو ادب کی مختصر تاریخ، انور سدید، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء

۲۔ اردو نثر کا آغاز وارتقاء، رفیہ سلطانہ، کراچی، ۱۹۷۸ء

۳۔ اردو نثر کا ارتقاء، عابدہ بیگم، دہلی، ۱۹۸۸ء

۴۔ اردو میں ادبی نثر کی تاریخ (۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء)، طیبہ خاتون، دہلی، ۱۹۸۹ء

۵۔ اردو کی ادبی تاریخ، عبدالقادر سروری، دہلی، ۱۹۷۵ء

۶۔ ادبی نثر کا ارتقاء، شہناز انجم، دہلی، ۱۹۹۵ء

۷۔ اردو کے تصنیفی وتالیفی ادارے، دیوانند ز گپتا، دہلی، ۱۹۸۷ء

۸۔ اردو اسالیب نثر، میر اللہ خاں شاہین،، سن طباعت ومطبوعہ ندارد

۹۔ انیسویں صدی میں اردو کے تصنیفی ادارے، سمیع اللہ، دہلی، ۱۹۸۸ء

۱۰۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ، سید احتشام حسین، دہلی، ۱۹۹۸ء

۱۱۔ الفاروق، شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۵۶ء

۱۲۔ المامون، شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۵۷ء

۱۳۔ آب حیات، محمد حسین آزاد، الہ آباد، ۱۹۸۰ء

۱۴۔ تاریخ ادب اردو، اعجاز حسین، سن طباعت ندارد

۱۵۔ تاریخ نثر اردو (نمونۂ منثورات)، احسن مارہروی، علی گڑھ، ۱۹۲۰ء

۱۶۔ تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، دہلی، ۱۹۹۴ء

۱۷۔ تاریخ ادب اردو، رام بابو سکسینہ، مترجم، محمد عسکری، لکھنؤ، ۱۹۵۲ء

۱۸۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند،، سن طباعت ومطبوعہ ندارد

۱۹۔ حیات جاوید، الطاف حسین حالی، دہلی، ۲۰۰۱ء

۲۰۔ حیات شبلی، مولانا سیّد سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء

۲۱۔ داستان تاریخ ادب اردو، حامد حسن قادری، آگرہ، ۱۹۵۷ء

۲۲۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی ادبی خدمات، خورشید نعمانی، بمبئی، ۱۹۷۷ء

۲۳۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی علمی اورادبی خدمات، مجیب الاسلام، دہلی، ۱۹۸۷ء

۲۴۔ دکن میں اردو، نصیرالدین ہاشمی، دہلی، ۱۹۸۵ء

۲۵۔ سیرۃ النبی، جلداوّل، شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۹٦ء

۲٦۔ سرسیّد احمد خاں، خلیق احمد نظامی، مترجم اصغر عباس، ۱۹۱۴ء

۲۷۔ سیّد سلیمان ندوی، خلیق انجم، دہلی، ۱۹۸٦ء

۲۸۔ سرسیّد احمد خاں اوران کے نامور رفقاء کی نثر کا فنی اور فکری جائزہ، دہلی، ۱۹۴۵ء

۲۹۔ سرسیّد احمد خاں حالات وافکار، عبدالحق، دہلی، ۱۹۴۰ء

۳۰۔ سرسیّد کی ادبی خدمات اور ہندوستانی نشاۃ ثانیہ، قدسیہ خاتون، الہ آباد، ۱۹۸۱ء

۳۱۔ سرسیّد کی نثری خدمات، مشتاق احمد، دہلی، ۱۹۹۳ء

۳۲۔ سرسیّد اور ہندوستانی مسلمان، نورالحسن نقوی، علی گڑھ، ۱۹۷۹ء

۳۳۔ سرسیّد احمد خاں فکر اسلامی کی تعبیر نو، سی ڈبلیو، ٹرول، مترجمین: قاضی افضل حسین، محمد اکرام چغتائی، لاہور، ۱۹۹۸ء

۳۴۔ سیرالمصنفین، محمد یحییٰ تنہا، دہلی، ۱۹۲۸ء

۳۵۔ شبلی، ظفر احمد صدیقی، دہلی، ۱۹۹۳ء

۳٦۔ شبلی نعمانی کے مقالات کا تنقیدی جائزہ، عبدالرحیم انصاری، پٹنہ، ۱۹۹۰ء

۳۷۔ شبلی نامہ، شیخ محمد اکرام، لکھنو، ۱۹۶۵ء

۳۸۔ فارسی نثر کی تاریخ، ذبیح اللہ صفا، مترجم شریف حسین قاسمی، دہلی، ۱۹۸۱ء

۳۹۔ فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، عبیدہ بیگم، لکھنؤ، ۱۹۸۳ء

۴۰۔ مرحوم دلی کالج، عبدالحق، دہلی، ۱۹۸۹ء

۴۱۔ ماسٹر رام چندر جی، صدیق الرحمٰن قدوائی، سن طباعت ومطبوعہ ندارد

۴۲۔ میر امن سے عبدالحق تک، سیّد عبداللہ، سن طباعت ومطبوعہ ندارد

۴۳۔ مطالعۂ سرسیّد، عبدالحق، علی گڑھ، ۱۹۸۴ء

۴۴۔ مغرب سے نثری تراجم، مرزا حامد بیگ، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۴۵۔ ہندوستانی پریس، نادر علی خاں، لکھنؤ، ۱۹۹۰ء

۴۶۔ یادگارِ شبلی، ایس ایم اکرام، لاہور، ۱۹۹۴ء

(ج) فہرست ہائے مخطوطات

۱۔ اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست (کتب خانہ سالار جنگ)، نصیر الدین ہاشمی، حیدر آباد، ۱۹۵۷ء

۲۔ تذکرۂ اردو مخطوطات، جلد اول، سید محی الدین قادری زور، حیدر آباد، ۱۹۴۳ء

۳۔ تفصیلی فہرست مخطوطاتِ متفرقہ (پنجاب پبلک لائبریری لاہور)، منظور احسن عباس، لاہور، ۱۹۶۴ء

۴۔ جائزہ مخطوطات، خواجہ مشفق، دہلی، ۱۹۷۹ء

۵۔ فہرستِ مخطوطاتِ اردو، عارف نوشاہی، مطبوعہ ندارد، ۱۹۸۸ء

۶۔ فہرستِ مخطوطات اردو (قومی عجائب گھر پاکستان)، ظفر اقبال، پاکستان، ۱۹۹۱ء

۷۔ فہرستِ مخطوطات اردو کتاب خانہ گنج بخش، عارف نوشاہی لاہور، ۱۹۸۸ء

۸۔ فہرست مخطوطات (جامعہ کراچی کتب خانہ)، عبدالرحمن، کراچی، ۱۹۷۵ء

۹۔ فہرستِ مخطوطات اردو رضا رام پور لائبریری، امتیاز علی، مطبوعہ ندارد، ۱۹۶۸ء

۱۰۔ فہرستِ مطبوعات کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردو، جلد سوم، محمد اکبر الدین صدیقی ایم اے حیدرآباد، ۱۹۵۹ء

۱۱۔ فہرستِ کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند)، سیّد شیر حاتمی، حیدر آباد، سن طباعت ندارد

۱۲۔ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کے اردو مخطوطات، حامد اللہ، دہلی، ۱۹۹۰ء

۱۳۔ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد آندھرا پردیش) کے اردو مخطوطات، جلد اول، نصیر الدین ہاشمی،

حیدرآباد، ۱۹۶۱ء

۱۴۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، جلد سوم، افسر صدیقی، پاکستان کراچی، ۱۹۷۵ء

۱۵۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، جلد چہارم، افسر صدیقی، پاکستان کراچی، ۱۹۷۶ء

۱۶۔ مفصل فہرست مخطوطات ونادر مطبوعات (مشتمل بر ذخیرۂ عجائب گھر)، جلد اوّل، رشید احمد، لاہور، ۱۹۷۱ء

(د) رسائل

۱۔ برہان، مارچ، اپریل ۲۰۰۱ء

۲۔ تحقیقات اسلامی، سہ ماہی، اکتوبر، دسمبر ۱۹۸۶ء

۳۔ دلی کالج میگزین کا قدیم دلی کالج نمبر، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی، ۱۹۵۳ء

۴۔ رسالہ ہندوستانی، الہ آباد، جنوری ۱۹۴۲ء

۵۔ سب رس، جولائی ۱۹۸۶ء

۶۔ غالب نامہ، جنوری ۱۹۹۸ء

۷۔ فکر ونظر، علی گڑھ، ۱۹۹۸ء

۸۔ معارف، مارچ ۱۹۸۶ء

۹۔ معارف، جون ۱۹۷۰ء

۱۰۔ نوائے ادب، اکتوبر ۱۹۹۳ء

۱۱۔ نقوش خطوط نمبر، جلد ۳، ۱۹۸۶ء

۱۲۔ نیا دور، جون ۱۹۹۶ء

(ہ) انسائیکلو پیڈیا

۱۔ اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز لمیٹیڈ، ۱۹۶۲ء

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد اوّل، ۱۹۶۴ء

۳۔ شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا، مرتب: مقصود ایاز محمد ناصر، لاہور، ۱۹۸۷ء

لغات

۱۔ فرہنگِ آصفیہ، سیّد احمد دہلوی، دہلی، ۱۹۷۴ء

۲۔ فیروز اللغات، الحاج مولوی فیروز الدین، دہلی، ۱۹۹۷ء

English Sources

(1) Early Muslim Historiography, Nisar Ahmad Faruqui,Delhi, 1979.

(2) History: its purpose and Method,G.J Renier,London,1961.

(3) Historians and Historiography During the Reign of Akbar, Harbans Mukhia,Delhi,1976.

(4) Historians of Medieval India,studies in Indo-Muslim Historical writing,Peter Hardy,Delhi,1997

(5) Historians of Medieval India,ed.Mohibbul Hasan,Meerut, 1968

(6) History of Historical writings in Medieval India,J.N Sarkar, Calcutta,1977.

(7) Historians of India,Pakistan and Ceylon,C.H.Philips,London, 1961.

(8) Historiography in Modern India, R.C Majumdar,Bombay, 1970.

(9) History of Historical Writing,Thompson,America,1942

(10) Indian Historiography And other Related papers,K.M Ashraf,Delhi,2006.

(11) Judgement on History and Historians,J.Burckhardt,London, 1959.

(12) Medieval India: History and Historians,J.S Grewal,Amritsar 1975.

(13) On History and Historians of Medieval India K.A Nizami Delhi,1983.

(14) Persian literature,C.A,Storey,London,1875.

(15) Problems of History and Historiography,V.Joshi, Allahabad,1947.

(16) Romance of Historiography from Shah Alam I to Shah Alam II, Jagdish Narayan Sarkar,Calcutta,1982.

(17) Supplement to Elliot and Dowson's History of India,K.A Nizami,Allahabad,1981.

(18) The Nature of Historical Explanation, Patrick Gardiner, New York,1952.

(19) The Idea of History,R.G Collingwood,Oxford University Press,1963.

(20 What is History,E.H Carr,London,1972.

Catalogues:

(1) Catalogues of Acquired Manuscripts,Dr.Rajesh Kumar New Delhi,1991.

(2) Catalogue of Manuscripts of Fort William College Collection in the National Archives of India Library.

(3) Catalogue of Hindustani Manuscripts in the Library of India office,James Fuller Blumardt,1926.

(4) Urdu Manuscripts,(edited) H.K Kaul,Delhi,1947.

Journals:.

Journal of Pakistan Historical society, vol. XLII, January, 1994.

Encyclopaedia

International Encyclopaedia of Social Sciences,The Macmillan Company & Free Press.